ISSN 2395 - 1494
بیادگار: الحاج حافظ محمد قمرالدین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان
مئی ۲۰۲۲ء
25/-
اہل سنت کا ترجمان
MAY
2022
ماہنامہ
کنزالایمان
دہلی
عید مبارک ہو
فضول خرچی نہ کریں
دولت ہے تو تعلیم و تجارت پر خرچ کریں
دعائیں
قبول کیوں نہیں ہوتیں؟
ماہ رمضان اور مسلمان - ہلالِ رمضان سے ہلالِ عید تک
کھیل کود، غصہ گرمی، نعمتوں کی بے قدری، شرعی احکام کی پامالی اور حق داروں کی حق تلفی سے پرہیز کریں
تمہیں کس نے یہ اختیار دیا کہ تم کتاب الٰہی قرآن سے کھیلو؟
HAZRAT KHWAJA NASIRUDDIN MEHMOOD CHISHTI NIZAMI
اسلامی شریعت کا نظام زکوٰۃ
عشر اور صدقہ فطر
عورت پر اسلام کی نظر مشفقانہ
اور
جدید نظام کی نظر تاجرانہ
خراج عقیدت
جانشین سلطان دہلی حضرت خواجہ نصیرالدین محمود حسنی چشتی چراغ دہلی
احوال۔ تعلیمات۔ اثرات۔ اخلاف

الٰہی تابود خورشید و ماہی
ھو المعین
چراغ چشتیاں را روشنائی
سلطان الہند عطائے رسول غریب نواز اجمیر شریف کی بارگاہ میں دو روزہ نیشنل
چشتی سیمینار و خواجۂ اعظم کانفرنس
بموقع عرس مبارک حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان پیر و مرشد خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان
تاریخ ۴،۵ / شوال ۱۴۴۳ھ مطابق: ۶، ۷ / مئی ۲۰۲۲ء بروز جمعہ و شنبہ مقام بیت النور درگاہ اجمیر شریف
باھتمام عطائے رسول غریب نواز فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)
بھارت کی خانقاہوں، آستانوں، دینی دانش گاہوں اور عصری درس گاہوں کے معزز مہمانوں کی شرکت ہو رہی ہے۔
سرپرستی وقیادت
شیخ طریقت حضرت مولانا سید محمد مہدی میاں چشتی وکیل اشرفی گدی نشین درگاہ اجمیر شریف
افتتاحیہ
استقبالیہ و تعارفِ موضوع و مہمانان گرامی
نشستیں
سرکار غریب نواز کی حیات، خدمات، تعلیمات اور معمولات سے متعلق مقالات کی پیشکش و سماعت اور تبصرے و جائزے
مجالس مذاکرات
تعلیمات خواجہ و مشائخ چشت اہل بہشت اور صوفیانہ روایات و مراسم پر خوشگوار نتیجہ افروز مذاکراتی گفتگو
اختتامیہ
مقالات کے خلاصے اور غریب نواز کے انسانی سماجی تعلیمات اور بین الاقوامی بھائی چارگی کا پیغام، اور ہدیہ تشکر
خواجۂ اعظم کانفرنس
طے شدہ عنوانات کے تحت منتخب مشائخ اور علمائے کرام کا موضوعاتی خطاب و تاثرات
مقصد: حضرت خواجہ غریب نواز کی حیات، خدمات، تعلیمات اور معمولات زندگی کے جن گوشوں اور پہلوؤں پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی ہے، سے روشناس کرانا،
حاصل شدہ مشورے اور معلومات و مواد کی روشنی میں اقدامی پیش رفت کی منصوبہ بندی اور عرب و عجم میں حیات خواجہ و تعلیمات غریب نواز سے واقف کرانے کی پیش بندی
داعی
(مفتی) سید نور العین چشتی ازہری (فرزند سید محمد مہدی میاں)
وائس چیئرمین عطائے رسول غریب نواز فاؤنڈیشن اجمیر شریف
Mob.: 9565545226, 9582859385, 9818675311, 9460177862
E-mail: shahnawazmisbahi786@gmail.com, noorsanjari@gmail.com

رضوی کتاب گھر اردو مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی سے حاصل کریں

مظہر علوم اعلیٰ حضرت، نائب ملک العلماء، استاذِ مطلق حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات وخدمات پر مبنی سہ ماہی **المختار** کلیان کی شاندار پیشکش

ترتیب وتہذیب: مولانا احمد رضا مصباحی

اہتمام وتعاون: مولانا محمد مسعود رضا قادری، مولانا محمد جہانگیر اشرف رضوی

تصحیح ونظر ثانی: مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی، مفتی حسن منظر قدیری، مفتی امجد رضا قادری

۲۰، ابواب ہیں اور ۱۰۵ مقالے۔ ۲۵ علمائے کرام اور مشائخ عظام کے تأثرات ہیں

پہلا باب: تأثراتی کلمات مشائخ عظام۔ **دوسرا:** تأثرات دانشور علمائے کرام
تیسرا: امام علم وفن کے اساتذہ ومشائخ۔ **چوتھا:** سیرت وسوانح
پانچواں: خصائل وفضائل۔ **چھٹواں:** تفہیم وتدریس۔ **ساتواں:** فقہ وافتا
آٹھواں: مظہر علوم اعلیٰ حضرت۔ **نواں:** عصری وسائنسی علوم۔ **دسواں:** تحقیق وتنقید
گیارھواں: زبان وادب۔ **بارھواں:** جامع علوم وفنون۔ **تیرھواں:** معروف تلامذہ۔
۱۴واں: جو آنکھوں نے دیکھا۔ **۱۵واں:** غروب آفتاب۔ **۱۶واں:** عربی انگریزی مقالے۔
۱۷واں: منظومات۔ **۱۸واں:** پیغامات ومکتوبات۔ **۱۹واں:** اخباری تراشے۔
۲۰واں: عکوس ونوادرات

78274 20875 / 9911971593 / 9350505879

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلسِ مشاورت

- ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی (دہلی)
- سید محمد مہدی میاں چشتی (اجمیر شریف)
- پروفیسر عون محمد سعیدی (پاکستان)
- مولانا افتخار احمد قادری (مدینہ منورہ)
- مولانا محمد عبد المبین نعمانی (مبارک پور)
- مولانا محمد قمر الحسن قادری (امریکہ)
- سید حسن اشرفی کچھوچھوی (انگلینڈ)
- ڈاکٹر امجد رضا امجد قادری (پٹنہ)
- مولانا محمد افروز قادری فہمی چریا کوٹی

سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت کے مشاہیر علمائے ہند

1. شیخ عبد الحق محدث دہلوی
2. مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
3. علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
4. علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی
5. شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
6. شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی
7. شاہ احمد سعید مجددی رام پوری
8. علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی
9. علامہ عبد العلیم فرنگی محلی لکھنوی
10. علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی
11. سید شاہ آل رسول احمد مارہروی
12. مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری
13. مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری
14. علامہ عبد القادر برکاتی بدایونی
15. امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی
16. سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی
17. شیخ الاسلام شاہ انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی

کے مسلکِ حق وصداقت کا نقیب وترجمان

مجلسِ مشاورت

- مولانا محمد حنیف خاں رضوی (بریلی شریف)
- ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی (حیدر آباد)
- مولانا قاضی فضل احمد مصباحی (بنارس)
- مولانا محمد شاکر علی نوری (ممبئی)
- مولانا مقبول احمد مصباحی (دہلی)
- الحاج محمد سعید نوری (ممبئی)
- انجینئر سید محمد فضل الرحمٰن چشتی (دہلی)
- مولانا محمد فروغ القادری (برطانیہ)
- مفتی مجاہد حسین حبیبی (کولکاتا)

بفیضِ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

مئی ۲۰۲۲ء

جلد ۲۵ — رمضان المبارک / شوال المکرم ۱۴۴۳ھ — شمارہ ۵

مشیرِ اعلیٰ

علامہ یٰسین اختر مصباحی

مجلسِ ادارت

مدیر مسئول	محمد ظفر الدین برکاتی
منیجنگ ایڈیٹر	محمد احمد رضوی
سرکولیشن منیجر	مطیع الرحمٰن اعظمی
معاون منیجر	محمد اکبر علی رضوی
اشتہار منیجر	امام الدین قیصر
تزئین کار	محمد نظام الدین انصاری
آپریٹر	صغیر احمد مصباحی

تفصیلِ ممبرشپ

قیمت فی شمارہ	۳۰ روپے
سالانہ	۳۵۰ روپے
اعزازی	۱۱۰۰ر
تاحیات	۱۰۰۰۰ر
بیرونِ ممالک	۳۰ امریکی ڈالر
تاحیات	۲۰۰۰ امریکی ڈالر

Published, P rinted & On Behalf Of
Mohammed Qamruddin R azvi
Printed At : **Javed Press** 2096 Rodgran,
Lal Kuan, Delhi-06
Published From
Kanzul Iman Monthly
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-06

ماہ نامہ کنز الایمان دہلی
آن لائن پڑھنے کے لیے لاگ ان کریں
www.razvikitabghar.com

نوٹ رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابلِ سماعت ہوگا۔ مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

Googlepay
&
Phonepay
9911971593
Contact-No.
9350505879

مراسلت وترسیلِ زر کا پتہ
ماہنامہ کنز الایمان دہلی
۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶
KANZUL IMAN MONTHLY
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 (India)
Ph:.23264524 Email.kanzuliman.delhi@gmail.com

آئینۂ کنز الایمان

ماہ نامہ کنز الایمان سے متعلق کوئی بھی رقم مندرجہ ذیل بینک اکاؤنٹ نمبر میں جمع کر سکتے ہیں

ICICI BANK A/c No.:769001000026

IFSC Code: ICIC0007690 Branch: Daryaganj, NAME: Mohd Ahmad

منی آرڈر فارم کے اوپر آپ اپنا پورا پتہ پن کوڈ کے ساتھ لکھیں اور اس پتے پر بھیج دیں:
دفتر ماہنامہ کنز الایمان 423 مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔ 6

نوٹ: کنز الایمان کی سالانہ قیمت -/350 ہے۔ اسے آپ ڈاک خانہ سے منی آرڈر کریں۔ بوجہ مجبوری بینک اکاؤنٹ میں -/400 روپے جمع کریں۔

رقم جمع کرنے کے بعد اسکرین شاٹ بھیجیں اور فون پر ضرور اطلاع کریں۔ 9350505879, 9910920970

اداریہ

خود مظلوم بننا بھی غلط اور پوری قوم کو مظلوم بنانا خطرناک جرم

ضلع کشی نگر میں بی جے پی کی حمایت کرنے اور جیت کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کرنے والے بابر علی کا قتل انتہائی افسوس ناک

محمد ظفر الدین برکاتی★

ہمارا بھارت واقعی بڑا خوب صورت ہے اور محبتوں کا دیش ہے جس کے چرچے تاریخی کتابوں میں بھی موجود ہیں اور پوری دنیا میں جس کے بھائی چارے کی مثالیں دی جاتی ہیں لیکن ابن الوقتوں اور سیاست دانوں نے گزشتہ دو دہائیوں سے ہمارے دیش کا سماجی سیاسی ماحول خراب کر ڈالا ہے، اتفاق سے ایسی سوچ اور کردار کو بھارت کی مرکزی حکومت کی سرپرستی اور پشت پناہی مل رہی ہے، اس لئے حالات کو خوش گوار ہونے میں وقت لگ سکتا ہے، اس میں ہمارے دیش کے منصوبہ بند بدخواہوں کے ساتھ دشمنوں کے فریب میں آ کر بیوقوفی کر جانے والے اپنے بھی برابر کے شریک ہیں جو بطور خاص بھارت کے مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کو غیر قانونی اقدام وعمل کے لئے اکساتے ہیں جیسے ہمارے ضلع کشی نگر اتر پردیش میں ہوا ہے کہ بابر علی کو بی جے پی کی حمایت کرنے اور جیت کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کرنے پر محلے کے لوگوں نے ہی پیٹ پیٹ کر مار ڈالا جس کی وجہ سے مارنے والے مسلم خاندان یوگی جی اور ہندو یووا، واہنی کی نظر میں آ گئے۔ دوسری جگہ ایک بوڑھی مسلم خاتون کو بی جے پی کی حمایت کرنے کی وجہ سے اسی کے بیٹے اور بہو نے مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا۔ اس کے بعد گورکھپور سول لائن میں رہنے والے احمد مرتضیٰ عباسی نام کے ایک پاگل مسلم جوان نے گورکھپور ناتھ مندر کے گیٹ پر ہنگامہ کھڑا کر کے گودی میڈیا کو مسلمانوں کے خلاف ہوا خراب کرنے کا موقع دے دیا ہے اور پولیس کی بدنیتی کو بھی دعوت دے ڈالی ہے۔

اسی طرح کے چند واقعات نے آج کل کی اچھی اور خوش گوار خبروں کو بھی پردے کے پیچھے ڈال دیا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ حکومت، پولیس اور گودی میڈیا کو کالج میں حجاب لگا کر پڑھنے والی مسلم بچیوں کے تعلیمی مستقبل کو خراب کرنے میں دلچسپی ہے لیکن حجاب میں ہی تعلیم حاصل کر کے پندرہ سولہ گولڈ میڈل حاصل کرنے والی کرناٹک کی ہندوستانی لڑکی کا شاندار کارنامہ نظر نہیں آتا، دوسرے کارنامے بھی نظر انداز کر دیے گئے جو حجابی مسلم لڑکیوں نے انجام دیے ہیں۔

حالانکہ گودی میڈیا کے سامنے گفتگو کا موضوع بنانے کے لئے یہ مسائل بھی انتظار میں کھڑے ہیں کہ نوراتری کے دس دنوں میں اگر مسلمانوں کے گوشت کی دوکان کو بند کرنے کا حکم دیا ہے تو فائیو اسٹار ہوٹلوں، ریسٹورنٹ اور کھانے کے غیر مسلم ہوٹلوں میں بھی دس دنوں تک گوشت کی فراہمی بند ہونی چاہئے اور گوشت کو ایکسپورٹ کرنے والی کمپنیوں کو بھی پابند کرنا چاہیے کہ وہ نوراتری کے دنوں میں گوشت کا کاروبار بند رکھیں۔ اسی طرح مسجد کے لاؤڈ اسپیکر کی اذان سے صوتی آلودگی کا مسئلہ ہے تو پورے دیش میں ہزاروں مندروں کے لاؤڈ اسپیکر سے آنے والی آوازوں کو بھی صوتی آلودگی کے قانونی دائرے میں لانا چاہیے لیکن گودی میڈیا موجودہ حکومت کا غلام ہے، اس لئے بہت سے مسائل حل کرنے کے لئے مسلمانوں کو ہی آگے بڑھ کر قانونی چارہ جوئی اور سیاسی حکمت عملی پر عمل کرنا پڑے گا جیسے مسجد کی اذان پر برسوں سے صوتی آلودگی کے نام پر واویلا مچایا جا رہا ہے اور سیاسی بد دماغوں کی طرف سے آواز اٹھتی رہی ہے کہ اس سے صوتی آلودگی کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور فجر کی اذان سے آبادی کے لوگوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے تو ہمارے بڑوں اور قانونی ماہرین کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں بھارت کے مختلف تہواروں، مذہبی سماجی سیاسی ریلیوں اور مندروں کے لاؤڈ اسپیکر سے دن رات صبح و شام بجنے والی آوازوں کا جائزہ لے کر جانا چاہیے تاکہ سیاست دانوں کے دباؤ میں آ کر مسجدوں کے امن کو خطرے میں ڈالنے والے پولیس اہلکاروں کو سبق سکھایا جا سکے ورنہ حالات پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو سکتے ہیں اور مسجدوں کے سامنے بیٹھ کر ہنومان چالیسہ پڑھنے والوں سے کبھی مسلم نوجوانوں کی نوبت بج گئی تو پوری قوم مسلم کو مظلوم بنانے

کا گناہ موجودہ بکھری ہوئی مسلم قیادت کے سر جائے گا۔

ہم یہ سوچتے ہیں کہ حکومت ہمارے خلاف ہے، عدالتی نظام ہمارے موافق نہیں اور انتظامیہ حکومت کی فرماں بردار ہے، اگر کوئی اقدام بھی کرتے ہیں تو کوئی شنوائی نہیں ہوگی حالانکہ یہ ہماری بھول ہے کیونکہ اگر ہم نے آج اپنے دستوری حقوق کی حفاظت اور جمہوری سہولتوں کے تحفظ کے لئے قدم نہیں اٹھایا تو ہماری آنے والی نسلوں کے سامنے مسائل کے پہاڑ کھڑے ہوں گے تب کون سنے گا؟ اِس طرح تو ہم اپنی نسلوں کو مظلوم بنانے کی راہ ہموار کرنے کی غلطی کریں گے جس کے لئے تاریخ ہمیں معاف نہیں کرے گی۔

بہرائچ کے قریب ایک قصبے میں مقامی انتظامیہ نے سرکاری اور قبرستان کی زمینوں پر ناجائز قبضہ بتا کر چند مسلم گھروں کے ساتھ ایک مدرسے کو بھی منہدم کر دیا ہے اور بھارت کے مختلف شہروں میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ آبادی کی زمین پر ناجائز قبضہ ثابت کر کے پولیس انتظامیہ نے مسجدوں کو بھی مسمار کیا ہے۔ یہ سب اُنہی مقامات پر ہوتا ہے جہاں مسلم بلڈروں نے اپنی زمینوں کو آباد کرنے کی نیت سے کچی زمینوں پر پہلے مسجد بنا دی ہے تا کہ مسلمان مسجد کو دیکھ کر آباد ہونے کے لئے زمین خریدیں۔ اب ایسی مسجدوں کو منہدم کرانے میں وہ بھی برابر کے مجرم ہیں، اس لئے ایک طرف مسلمانوں کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ قانونی طور پر کیسی زمین ہے تو دوسری طرف یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ مسلم اوقاف کی زمینوں پر مسلمان کہاں کہاں قبضہ کیے بیٹھے ہیں اور حکومتوں نے کہاں کہاں اوقاف کی زمینوں پر قبضہ کر کے سرکاری دفاتر بنا لیے ہیں اور مختلف محکموں کی عمارتیں کھڑی کر رکھی ہیں بلکہ یہ بھی تسلیم کرنے کا حوصلہ پیدا کریں کہ اوقاف کی زمینوں پر قبضہ کے لئے حکومتیں جس حد تک مجرم ہیں، اسی حد تک وہ لوگ بھی مجرم ہیں جن کے ہاتھوں سے یہ زمینیں حکومتوں کے قبضے میں چلی گئی ہیں اور حکومتوں نے اپنے سیاسی دوستوں کو تجارتی مقاصد کے لئے دے دیا ہے۔ وہ مسلمان بھی کم بڑے مجرم نہیں جنہوں نے اپنے پاس پڑوس کے قبرستان کی زمینوں پر قبضہ کر لیا ہے اور وہ بھی مجرم ہیں جنہوں نے اپنے جرم کو چھپانے کے لئے آبادی کی زمینوں پر مسجد مدرسہ بنا لیا ہے تا کہ مذہب کے نام پر مسلمانوں کی حمایت حاصل رہے۔ یہ سبھی پہلو مستقل مسائل کی بنیاد ہیں جن کو نظر انداز کرنا عقل مندی نہیں ہوگی۔

z.barkati@mgial.com

لِنجر ایپ دی لائف چینجر۔ اسلامک ایپ کا افتتاح

بروز اتوار ۲۰ مارچ کی شام ۲۰۲۲ء راجدھانی لکھنؤ کے پیراڈائز ہوٹل بھٹولی میں ''لنجر دی لائف چینجر۔ اسلامک ایپ'' کا افتتاح ہوا جس میں کئی صوبوں کے دانشور علمائے کرام، خیر خواہان قوم وملت نے شرکت کی، خاص طور پر جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے استاذِ ادب مولانا نفیس احمد مصباحی۔ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی سے مولانا انوار احمد بغدادی، مولانا محمد ظفر الدین برکاتی مدیر اعلیٰ ماہ نامہ کنزالایمان دہلی، مولانا غلام مصطفی نعیمی مدیر ماہ نامہ سواد اعظم دہلی، مولانا ازہار احمد ازہری اوجھا گنج، مولانا نثار احمد مصباحی جہانگیر گنج، مولانا فاروق احمد مہائمی محبوب سبحانی ممبئی، مولانا توقیر رضا مصباحی سنت کبیر نگر، مولانا محمد شاہ عالم مصباحی مہراج گنج، مولانا شاہد علی مصباحی جالون، مولانا محمد عباس ازہری کپتان گنج، مولانا صدام حسین برکاتی ادری، مولانا عبد الرحمن مصباحی گجرات، مولانا عارف القادری مصباحی اتراکھنڈ، ڈاکٹر سلمان احمد صدیقی حیدر آباد، مولانا محمد شعیب مصباحی اناؤ، ڈاکٹر اخلاق احمد عثمانی جے پور (راج) اور سیکڑوں متحرک وفعال دانشورانِ گرامی شریک ہوئے۔ قرآن کریم کی تلاوت اور حمد ونعت خوانی سے افتتاحی تقریب کا آغاز ہوا۔ محمد سلمان مصباحی نے ایپلی کیشن کا تعارف پیش کرتے ہوئے پروجکٹر کی مدد سے ایپلی کیشن کے تمام فیچرس کو سامنے رکھتے بتایا کہ اس میں ایک لائبریری کی مدد سے صارفین اپنی پسند کی کتابیں ہندی اردو انگلش اور رومن اُردو میں پڑھ سکتے اور آڈیو بک کے ذریعہ اُنہیں سن سکتے ہیں اور اِس ایپ کے دوسرے فیچر آن لائن کورسیز کے ذریعہ دنیا کے کسی بھی خطے کے لوگ ماہ دو ماہ کے شارٹ اسلامک کورسیز کر سکتے ہیں جس میں فقہ اسلامی پڑھانے والے ماہرین کی خدمات حاصل کی جائے گی۔ اِس ایپلی کیشن پر اسلامک کوئز پر مشتمل گیمنگ آپشن بھی ہوگا جس میں رجسٹرڈ یوزرس اپنی دینی لیاقت کا استعمال کر کے انعامی رقم حاصل کر سکیں گے۔ ایپلی کیشن میں سکون کا بھی ایک آپشن ہوگا جس میں قرآنی آیات کو شیریں سریلی آواز میں سنا جا سکتا ہے۔ صلاہ ٹریکر، دعائیں وظائف، اسلامی فیشن کے بھی ضروری فیچرس موجود ہیں۔ اس کے بعد فرداً فرداً سبھی مندوبین نے لنجر ایپ کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے اپنے اپنے قیمتی تاثرات پیش کیے۔ مولانا انوار احمد بغدادی نے لنجر ایپ کی پوری ٹیم کو ایپ کے تعارف کے لئے دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی آنے کی دعوت پیش کی اور مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے بھی اِس ایپ کی اہمیت کے پیش نظر تمام اساتذہ واحباب علما برادران کو اُس کی تشہیر اور ترغیب میں معاونت کی اپیل کی ہے۔ اخیر میں اجلاس کے کنوینر مولانا ثناء المصطفیٰ مصباحی اور لنجر ایپ کی پوری ٹیم نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ مولانا نفیس احمد مصباحی صاحب کی دعا پر تقریب کا اختتام ہوا۔ اس کے بعد میڈیا گروپ کی طرف سے لنجر ایپ کے حوالے سے انٹرویو سیشن کا آغاز ہوا۔ اِس طرح سے تمام شرکا کی رائیں مستقبل کے لئے محفوظ کر لی گئی ہیں۔ یکم رمضان المبارک سے یہ اسلامک ایپ پلے اِسٹور پر ڈاؤن لوڈ کے لئے دستیاب ہے۔

رپورٹ: مدثر حسین جامعی، صدر ایم ایس او آف انڈیا، نئی دہلی۔ 8382841092

انوارِ قرآن

دعاؤں کی اہمیت وفضیلت - دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی ⭑

اللہ غنی ہے: وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (القرآن سورہ محمد، آیت ۳۸) ترجمہ: اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج۔ سبھی بندے شاہ وگدا، اللہ رب العزت کے محتاج ہیں۔ زمین وآسمان کے سبھی خزانے اللہ ہی کے ہیں وہی جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (سورہ آل عمران، آیت ۷۳)

تم فرمادو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے دے۔

دعا کی اہمیت و ضرورت: ہر شخص محتاج ہے انسان کی محتاجی اور فقیری کا تقاضہ یہی ہے کہ بندہ اپنے رب سے اپنی حاجت و ضرورت کو مانگے اور اپنے کسی بھی عمل کے ذریعہ اللہ رب العزت سے بے نیازی کا شائبہ بھی نہ ہونے دے کیونکہ یہ مقامِ عبدیت اور دعا کے منافی ہے۔ انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ پریشانیوں میں اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ: جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا ہے اور دل سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (سورہ زمر، آیت ۸)

حضور ﷺ نے فرمایا: دعا عبادت کی روح اور اس کا مغز (گودا) ہے (ترمذی) رب تعالیٰ نے انبیائے کرام وصالحین اور اپنے بندوں کو نہ صرف دعا مانگنے کی تعلیم دی بلکہ دعا مانگنے کا طریقہ بھی بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: تمہارے پروردگار نے کہا کہ تم مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ (المومن، ۶۰)

دعا کافروں کی بھی قبول ہوتی ہے: دنیا میں کفار کی بعض دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ کفار مصیبت میں پھنس کر دعا کرتے، رب انھیں نجات دے دیتا تھا۔ (مفہوم سورہ انعام، آیت ۶۳) شیطان نے اپنی درازی عمر کی دعا مانگی جو قبول ہوئی۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے رب سے تین دعائیں کیں، ان میں سے دو قبول ہوئیں۔ ایک یہ کہ میری امت قحط سالی سے ہلاک نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ انہیں غرق (ڈوبا کر) بالکل تباہ نہ کیا جائے۔ یہ دونوں قبول ہوئیں۔ تیسرے یہ کہ آپس میں جنگ وجدال نہ ہو، یہ قبول نہ ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۲۱۵)

حضرت ابن عباس، ابوسعید، ابوموسیٰ اور حضرت ابو ہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت ہے کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ فرماتے ہیں: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب اپنی اپنی دعا دنیا میں کر چکے ہیں اور میں نے آخرت کے لئے اٹھا رکھی ہے۔ وہ میری شفاعت ہے میری امت کے لئے۔ قیامت کے دن میں نے اسے اپنی ساری امت کے لئے رکھا ہے جو ایمان پر دنیا سے اٹھے گی۔ (مسلم شریف جلد ا، ص ۱۱۳، باب اثبات الشفاعۃ الخ، بخاری جلد ۲، ص ۱۱۳۱ باب فی المشیۃ والارادۃ۔

حضور علیہ السلام نے روز قیامت شفاعت امت کے لئے ایک دعا محفوظ رکھی ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور شفیع المذنبین ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجھے تین سوال عطا فرمائے میں نے دو تو دنیا میں عرض کر لی۔ اللھم اغفر لامتی اللھم اغفر لامتی۔ اللہ میری امت کی مغفرت فرما اللہ میری امت کی مغفرت فرما اور تیسری عرض (دعا) اُس دنیا کے لئے اٹھا رکھی جس میں تمام مخلوق الٰہی میری طرف نیاز مند ہوگی یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام وسلم وبارک علیہ (مسند احمد، ص ۱۱۵)

اللہ سے دعا مانگنے کی تاکید: دعا عبادت کا مغز ہے اور دعا نہ مانگنے پر غضبِ الٰہی کی وعید ہے (القرآن) دعا کا مطلب ہے مانگنا، دعا کرنا، اصطلاح میں دعا مطلب ہے اللہ تعالیٰ سے حاجت طلب کرنا۔ دعا کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث پاک سے بھی ہوتا ہے:

اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ وَعِمَادُ الدِّيْنِ وَنُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ ترجمہ: دعا مومن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے اور آسمان وزمین کی روشنی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ رب العزت جنت میں ایک شخص کا درجہ بلند فرمائے گا۔ وہ دریافت کرے گا، اے میرے رب! میرا یہ درجہ کس وجہ سے بلند کیا گیا؟ اللہ سبحانہ تعالیٰ جواب دے گا: تمہارا یہ درجہ تمہاری اولاد کے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرنے کی وجہ سے ہوا۔ (مسند احمد بن حنبل: حدیث نمبر ۱۰۶۱۸، دعا مانگنے کے باب میں)

حدیث میں ہے: من لم يدع الله غضب عليه۔ ترجمہ: جو اللہ سے دعا نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے گا۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۱، ص ۱۷۵، کنز العمال جلد ۲، ص ۴۲)

دعا مانگنے سے جس کے مقدر میں جو لکھا ہے اس کے لئے وہی راہ آسان ہوجاتی ہے اور اس کے اسباب مہیا ہوجاتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دوزخی جنتی سب لکھے ہوئے ہیں۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پھر ہم عمل کا ہے کو کریں، ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھیں کہ جو سعید ہیں آپ ہی سعید ہوں گے اور جو شقی (بد بخت) ناچار شقاوت پائیں گے۔ فرمایا: نہیں بلکہ عمل کیے جاؤ کہ ہر ایک جس گھر کے لئے بنا ہے اُسی کا راستہ اسے آسان کردیتے ہیں۔ سعید (نیک) کو اعمال سعادت کا اور شقی کو افعالِ شقاوت کا پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی الخ (بخاری جلد ۲، ص ۳۵، باب قولہ وکان امر اللہ قدر۔ الخ، مسلم جلد ۲، ص ۳۳ ۶۳، ترمذی جلد ۲، ص ۳۵، ابواب القدر باب ما جافی شقاوسعادۃ)

دعا کی تاثیر: اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: تقدیر کے آگے احتیاط کی کچھ نہیں چلتی اور دعا اُس بلا سے جو اتر تی آئی اور جو ابھی نہیں اتری دونوں سے نفع دیتی ہے اور بے شک بلا اترتی ہے اور دعا اُس بلا سے جا ملتی ہے، دونوں قیامت تک کشتی لڑتی رہتی ہیں یعنی بلا کتنا ہی اترنا چاہے دعا اُسے اترنے نہیں دیتی۔ (ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بسند حسن سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، الترغیب والترہیب جلد ۲، ص ۴۸۲، الترغیب فی کثرۃ الدعاء)

دعا کی قبولیت میں تاخیر کی وجہ: فقید المثال حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مثنوی شریف میں انتہائی دلچسپ اور سبق آموز واقعہ تحریر فرمایا ہے۔ پڑھیں اور عبرت حاصل کریں؟ اللہ رب العزت کی پوشیدہ مہربانی: بندہ مومن جب اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگ رہا ہوتا ہے، اس وقت فرشتے بارگاہِ باری تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں کہ اللہ تیرا فلاں بندہ دعا میں رو رہا ہے، تو جب غیروں کو عطا کرتا ہے تو اُس مومن کو دینے میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو جواب دیتا ہے کہ یہ تاخیر اس لئے نہیں کہ ہم اسے حقیر سمجھتے ہیں بلکہ یہ تو اس کی ایک مدد ہے۔ اس کا رونا ہمیں پسند ہے اور اس تاخیر میں اس کی عزت و رتبہ بڑھا رہا ہوں۔ اس کی ضرورت نے اسے ہماری طرف متوجہ کیا ہے اور وہ مجھ سے مانگ رہا ہے، اگر اس کی ضرورت جلد قبول کر لی جائے تو یہ بندہ ضرورت پوری ہوتے ہی ہم سے رخصت ہوجائے گا اور دنیا میں لگ جائے گا۔ وہ ابھی دل سے ہمیں پکار رہا ہے، اس کی آواز اور اس کا یا خدا کہنا ہمیں بہت پسند ہے۔ مومن کی خوبیوں کی وجہ سے یہ دنیا اُس کے لئے قید خانہ ہے اور کافروں کی برائیوں کی وجہ سے یہ دنیا ان کے لئے جنت اور باغ ہے جس میں وہ کھلے چرتے، کھاتے پیتے ہیں۔ مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کی وجہ یہی ہے کہ اللہ رب العزت اس کو دعا کے ساتھ اپنی جانب مصروف رکھنا چاہتا ہے۔

خزانے کا پتہ حکمتِ الٰہی: میراث والے ایک شخص نے گریہ وزاری (آہ و بکا) سے اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو ہاتف (غیب کی آواز دینے والا فرشتہ) نے غیب سے آواز دی کہ تجھے خزانہ مصر میں ملے گا اور اُسے خزانہ کی جگہ کا پتہ بھی بتا دیا۔ وہ شخص مصر پہنچا تو رات کے وقت آوارہ گردی میں گرفتار کرلیا گیا۔ کوتوال نے اسے خوب مارا لیکن اس کے بعد اس کی مشکل حل ہوگئی۔ اس نے کہا میں مصری نہیں ہوں، مجھے نہ مارو! میں اپنے صحیح حالات بتاتا ہوں۔ اس نے کہا میں مصری نہیں اور نہ ہی چور ہوں، بات سچی تھی اور سچائی سننے والے کے دل میں اطمینان پیدا کردیتی ہے۔ اس کی باتوں سے اس کی اندرونی تکلیف کا پتہ چلتا تھا۔ اس کی درد بھری داستان سن کر کوتوال رو پڑا۔ کوتوال نے پردیسی سے کہا، تو بے وقوف ہے کہ ایک خواب کے پیچھے بغداد سے یہاں آگیا۔ میں نے کئی بار خواب دیکھا کہ خزانہ بغداد میں ہے۔ کوتوال نے خزانے کا پورا پتہ بتا دیا جو کہ اس شخص کے گھر کا پتہ تھا۔ کوتوال نے کہا کہ میں نے یہ خواب بار بار دیکھا ہے لیکن میں بغداد نہیں گیا۔ تیری یہ بے وقوفی ہے کہ خواب پر اتنی دور چلا آیا۔ ناقص عقل کے خواب بھی قابلِ بھروسہ نہیں ہوتے۔ کوتوال کا خواب سن کر اُس نے اپنے آپ سے کہا کہ جب خزانہ خود میرے گھر میں ہے تو میں یہاں غریبی کی حالت میں کیوں پھر رہا ہوں۔ یہ سب میری غفلت کا نتیجہ ہے۔ اس نے سوچا کہ خزانے کا ملنا کوتوال کی مار پر موقوف (رکا ہوا) تھا۔ ویسے میرے پاس سب کچھ تھا وہ مجھے احمق کیوں سمجھتا ہے۔ کوتوال کی بات سننے کے بعد وہ بغداد کی جانب روانہ ہوگیا۔ وہ راستے بھر حیران رہا کہ اللہ نے کہاں کا امیدوار بنایا اور کہاں عطا فرمایا۔ اس میں کیا حکمت تھی کہ مجھے وطن سے بے وطن کیا اور اتنی مشقت میں ڈالا پھر خزانے کا پتہ بتا دیا۔ میری اس گمراہی کو محنت و مشقت کرا کر کامیابی کا ذریعہ بنا دیا۔ مصر میں کوتوال کے ہاتھوں پٹوایا اور اسی کوتوال کو خزانے کا وسیلہ بنا دیا۔ چونکہ خزانہ گمان کے خلاف حاصل ہوا تو اُس سے انسان کا خدا پر بھروسہ بڑھتا ہے اور اسباب کو مستقل نہیں سمجھتا۔ اللہ رب العزت بعض اوقات گمراہ انسان کو ہدایت عطا فرما کر ایمان کا سبب بنا دیتا ہے او

ر انسان ہے کہ اللہ کی عطا اور بہت زیادہ احسان اور اپنی عبادت کے نتیجے میں بعض اوقات گمراہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ رب العزت نے یہ حکمت رکھی ہے کہ کوئی عبادت گزار خوفِ خدا سے خالی نہ رہے اور اپنی عبادت پر نازاں نہ ہو اور کوئی بدکار گناہ گار اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ برائی میں بھلائی کو اسی لئے مخفی کیا گیا ہے تا کہ اس کے اسم ذو اللطف

الخفی (پوشیدہ مہربانی) کا مظہر سامنے آتا رہے کہ بخشنا، اللہ کا مخفی لطف نہیں ۔گناہ گار کو بخشنا،نوازنا اللہ کا لطف خفی ہے۔یہ ہے اس کا کرم۔

حکمتِ الٰہی: فرعون نے جادوگروں کو اس لئے جمع کیا تھا تاکہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو باطل کردیں لیکن یہی مکر الٹا ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گواہ عصا معتبر ثابت ہوا۔فرعون بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلا لیکن اس کی یہ حرکت بنی اسرائیل کے لئے باعث اطمینان ہوگئی اور وہ دریا کے پانی میں ڈوبا دیا گیا۔اگر وہ مصر میں رہتا تو بنی اسرائیل کے لئے ہمیشہ درد سر بنا رہتا اور بنی اسرائیل ہمیشہ ڈرتے رہتے۔یہ سب اس لئے ہوا کہ جان لیا جائے کہ امن خوف میں پوشیدہ ہے۔جس طرح امن خوف میں مخفی ہوتا ہے اسی طرح خوف بھی امن میں مخفی ہوتا ہے۔ایک یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے گیا۔اللہ نے اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشابہ(ہم شکل) بنادیا۔قوم اسے عیسیٰ علیہ السلام سمجھی اور سولی پر چڑھا دیا۔وہ کہتا رہا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہوں لیکن اس کا یقین کون کرتا۔قوم نے کہا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہے بہانہ بنا کر ہم سے چھوٹنا چاہتا ہے تاکہ جان بچ جائے۔جو کام اس نے باعثِ امن سمجھا اُس میں خوف پوشیدہ تھا۔دنیا میں بہت سے واقعات ہوئے ہیں کہ انسان ان کو فائدہ مند سمجھتا ہے اور وہ نقصان دہ ہوتے ہیں۔اس شخص نے بغداد آکر خواب کے مطابق گھر کھودا تو اُسے خزانہ مل گیا۔یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ اس پر واضح ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ بعض وقت نقصان دہ باتوں میں نفع پوشیدہ کردیتا ہے۔حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ سبق آموز حکایت اللہ کے اس فرمان کی تشریح ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بعض اوقات جس چیز کو بندہ اچھی سمجھتا ہے وہ درحقیقت ہمارے لئے بری ہوتی ہے اور جس چیز کو ہم ظاہراً بری سمجھتے ہیں وہ درحقیقت ہمارے لئے بہتر ہوتی ہے۔

دعاؤں کا قبول نہ ہونا: موجودہ دور میں ہماری دعاؤں کی نا قبولیت ہمارے اوپر بدترین لوگوں کا تسلط اور ہمارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص دور دراز کا سفر کرے اور نہایت پریشان و پراگندگی کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر یا رب یا رب کہتے ہوئے دعا کرے جبکہ اس کی غذا اور لباس سب حرام سے ہو اور حرام کی کمائی استعمال کرتا ہو تو اس کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے؟(صحیح مسلم) دعا کے وقت دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف حاضر اور متوجہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس بندہ کی دعا قبول نہیں کرتا جو صرف اوپری دل سے اور توجہ کے بغیر دعا مانگے۔(ترمذی) غرضیکہ دعا مانگنا چاہیے اور کوئی بھی دعا فائدہ سے خالی نہیں۔اپنے گناہ و خطا پر نظر کرکے دعا کو ترک نہ کرے کہ شیطان کی بھی دعا قبول ہوئی اور اُسے قیامت تک مہلت ملی۔کہتے ہیں فرعون دن بھر خدائی کا دعویٰ کرتا اور رات کو دعا میں گریہ و زاری میں مشغول رہتا۔اسی سبب سے جاہ و حشم اور کمال و ملک اس کا مدت تک قائم رہا۔اے عزیزو! وہ ارحم الراحمین ہے۔اس سے نا امید ہونا مسلمان کی شان نہیں۔جو کافروں کو نعمت سے محروم نہیں رکھتا۔مومن کو کب محروم کرے گا؟ جس کو یہ پسند ہو کہ مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے تو اس کو چاہیے کہ آسائش(آرام) کے وقت، دعا کی کثرت کرے۔(حدیث)

یہ شکوہ غلط ہے کہ دعائیں قبول نہیں ہوتیں، دعاؤں کی قبولیت کی تین صورتیں ہیں: اول مانگنے والے کو عطا کردیا جاتا ہے، یا پھر دوسری صورت میں اس دعا کے بدلے کسی مصیبت کو دور کردیا جاتا ہے یا پھر اُس دعا کے بدلے اللہ تعالیٰ آخرت میں اجر عظیم عطا کرتا ہے اسی لئے اپنے حق میں ہر دعا مانگنی چاہیے اور بار بار مانگنی چاہیے کیوں کہ رضائے الٰہی سے یہ دعائیں اس دنیا میں ہمارا بھی دفع کرتی ہیں اور آخرت میں بھی۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر انسان گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے بشرطیکہ جلد بازی نہ کرے۔نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ جلد بازی سے کیا مراد ہے؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا یوں کہنے لگے میں نے بہت دعا کی لیکن لگتا ہے میری دعا قبول نہیں ہوئی، چنانچہ ناامید ہوکر دعا چھوڑ دے۔(صحیح مسلم شریف) حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں(مفہوم)

اے لوگو! تمہارے دل آٹھ چیزوں سے مردہ ہوگئے ہیں تو پھر دعائیں کیسے قبول ہوں (۱) تم نے خدا کی معرفت حاصل نہیں کی (۲) تم نے محبت رسول ﷺ کا دعویٰ کیا مگر سنتوں پر عمل نہ کیا (۳) تم نے موت کو برحق جانا مگر اُس کے لئے تیاری نہ کی (۴) تم نے اللہ کی نعمتیں کھائیں مگر اس کا شکر ادا نہ کیا (۵) تم نے قرآن مجید پڑھا مگر اس پر عمل نہیں کیا (۶) تم نے عداوت شیطان کا دعویٰ کیا مگر اُس کی مخالفت نہ کی (۷) تم نے دوسروں کی عیب جوئی کی مگر اپنے عیب نہ دیکھے (۸) تم نے مردوں کو دفن کیا مگر عبرت حاصل نہ کی۔قبروں کو ڈھاتے ہو اور بڑے بڑے محلات تعمیر کرتے ہو، مال جمع کرتے ہو مگر حساب دینے سے غافل ہو۔اللہ تعالیٰ ہمیں دین کو پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔اللہ ہم سب کو دعا کی اہمیت وفضیلت اور آداب جاننے اور دعا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

☆خطیب وامام مسجد ہاجرہ رضویہ۔اسلام نگر، کپالی، مانگو،
جمشید پور (جھارکھنڈ) 09386379632

انوار حدیث

ماہ رمضان المبارک اللہ کا بڑا انعام واکرام

افتخار احمد قادری برکاتی★

قرآن کریم میں فرمانِ خداوندی ہے: یاایھاالذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ قرآن کریم اپنا پیغام مسلمانوں کو اس آیتِ کریمہ سے دے رہا ہے، اے مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

مذہب اسلام کا تیسرا رکن اعظم ماہ رمضان المبارک کے روزے ہیں جو ہجرت کے دوسرے سال فرض کئے گئے، اس مبارک ماہ کی ہر ساعت رحمت سے بھری ہے اس کے روزے ہر مسلمان مرد وعورت عاقل و بالغ پر فرض ہیں۔ اس کے فضائل سے قرآن وحدیث گونج رہے ہیں۔ مبارک ہے وہ جو اس کی خیر و برکت حاصل کرے، اللہ تعالیٰ کا مبارک مہینہ رمضان المبارک ہے جس میں مسلمان کی موت شہادت ہے۔ یہی وہ ماہ مبارک ہے جس کا اول رحمت، درمیان مغفرت اور آخر جہنم سے آزادی ہے۔ اس ماہ مبارک میں جو نفل ادا کرے وہ فرض کے برابر ثواب حاصل پائے اس ماہ مبارک میں فضائل و برکات کا گنجینہ و علم و معرفت کا سرچشمہ قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ اس ماہ مبارک میں ایک ایسی رات ہے جو بفرمان قرآن مجید ہزار ماہ سے بہتر ہے۔ جنت کا دروازہ ریان، روزہ داروں کے لئے ہے، روزہ دار کی دعا بوقت افطار رد نہیں ہوتی ہے۔ روزہ بہت سی بیماریوں کو دور کر دیتا ہے۔ اس دور جدید کے بعض ترقی پسند لوگوں کا خیال ہے کہ روزہ ضروری نہیں بلکہ تکلیف دہ ہے۔ اس سے جسم انسانی میں کمزوری ہوتی ہے۔ یہ ماڈرن خیال بالکل لاعلمی پر مبنی ہے، اگر واقعی جسم انسانی میں ضعف، نقاہت ہوتی تو مسلمان کبھی بھی روزہ کی حالت میں میدان بدر کے آتش فشاں ریتیلے تپتے ریگ زار میں ۱۷ رمضان المبارک کو کفار سے نبرد آزما نہ ہوتے اور کبھی بھی دشمنوں پر غلبہ حاصل نہ کرتے۔ اگر روزہ کمزوری پیدا کرتا تو ہمارے سلف صالحین کے زمرے میں طویل العمر، صحیح الجسم کوئی نہ ہوتا جب کہ معمر لوگ ہی ہماری فہرست کی زینت بنے ہیں۔

روزہ کا مقصد: روزے کا مقصد اعلیٰ اور اس سخت ریاضت کا پھل یہ ہے کہ تم متقی۔ اور پاکباز بن جاؤ، روزے کا مقصد صرف صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رُکے رہنے کا نام نہیں بلکہ مقصد اعلیٰ یہ ہے کہ تمام اخلاق رذیلہ اور اعمالِ بد سے انسان مکمل طور پر دستکش ہو جائے۔ تم پیاس سے تڑپ رہے ہو، تم بھوک سے بیتاب ہو رہے ہو، تمہیں کوئی دیکھ بھی نہیں رہا ہے۔ ٹھنڈا پانی اور نفیس و لذیذ کھانا پاس رکھا ہے مگر تم ہاتھ بڑھانا تو کجا نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ رب کی رضا جوئی اس قدر ملحوظ ہے کہ گرمی کی شدّت، دھوپ کی سختی تمہارے عزائم کے مقابلے میں ٹھنڈی پڑ گئی اور موسم سرما میں فجر وعشاء کے وقت سردی تمہارے لئے ہیچ رہی۔ اس کا سبب صرف یہ ہے کہ تمہارے رب کا حکم ہے۔ مہینہ بھر کی اس مشق کا مقصد اولین یہی ہے کہ تم باقی گیارہ مہینے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ یہ چیزیں اگر رب العزت کے لئے ہیں تو یقیناً مولی تعالیٰ روزے کی جزا خود عطا فرمائے گا روزہ بروز قیامت روزہ داروں کی شفاعت فرمائے گا۔

روزہ کب فرض ہوا: روزہ اعلان نبوت کے پندرہویں سال ۱۰ شوال ۲ھ کو فرض ہوا چونکہ یہ ایک مشکل ترین عبادت تھی جس کو آسانی کے ساتھ انسان برداشت نہیں کر سکتا، اس لئے انسانی ذہن کو عادی بنانے کے لئے آہستہ آہستہ اس کے احکام نازل ہوتے رہے۔ پہلے صرف عاشورہ کے دن کا روزہ فرض کیا گیا پھر یہ حکم منسوخ کر دیا گیا اور چاند کے ہر ماہ کی تیرہویں چودہویں، پندرہویں، تاریخ کے روزے فرض کیے گئے پھر یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا اور ماہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے لیکن پھر بھی لاچاروں کے لئے یہ سہولت رکھی گئی اور اس کی اجازت دی گئی کہ چاہیں تو روزے رکھیں اور چاہیں تو فدیہ ادا کر کے روزہ سے رخصت لیں۔

رمضان کا نام رمضان کیوں ہے؟: رمضان یا تو رحمان کی طرح اللہ کا نام ہے۔ چونکہ اس مہینے میں دن رات اللہ تعالیٰ کی

عبادت ہوتی ہے، اسی لئے اسے شہر رمضان اللہ کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے حدیث پاک میں آیا ہے کہ یہ نہ کہو کہ رمضان آیا اور گیا بلکہ کہو ماہ رمضان آیا اور گیا۔ یا رمضان رمضاء سے ماخوذ مشتق ہے۔ رمضاء موسم خریف کی بارش کو کہتے ہیں جس سے زمین دھل جاتی ہے اور ربیع کی فصل خوب اچھی ہوتی ہے۔ یہ مہینہ بھی دل کے گرد وغبار کو دھوڈالتا ہے اور اُس سے اعمال کی کھیتی ہری بھری رہتی ہے اس لئے اسے رمضان کہتے ہیں۔

یا یہ رمض سے بنا ہے جس کے معنی ہیں گرمی یا جلنا چونکہ اس مہینے میں مسلمان پیاس اور بھوک کی تپش برداشت کرتے ہیں یا یہ گناہوں کو جلا ڈالتا ہے اس لئے اسے رمضان کہتے ہیں۔

ماہ رمضان المبارک کے دوسرے نام: رمضان المبارک بڑا مبارک مہینہ ہے۔ جیسے ہفتے کے دنوں میں جمعہ افضل ہے ایسے سال کے مہینوں میں رمضان شریف افضل ہے اور بعض کا قول ہے کہ ماہ ربیع الاول افضل ہے۔ اس کے کل چار نام ہیں:

(۱) ماہ رمضان (۲) ماہ صبر (۳) ماہ مواسات (۴) ماہ وسعت رزق

روزہ صبر ہے جس کی جزا اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اسی مہینے میں رکھا جاتا ہے اس لئے اسے ماہ صبر کہتے ہیں۔ مواسات کے معنیٰ بھلائی کرنا چونکہ اس مہینے میں سبھی مسلمانوں سے خاص کر اہل قرابت سے بھلائی کرنا زیادہ ثواب ہے۔ اس مہینے میں رزق کی فراخی بھی ہوتی ہے کہ غریب بھی نعمتیں کھا لیتے ہیں اس لئے اس کا نام ماہ وسعت رزق ہے۔

(تفسیر نعیمی رجلد دوم رص ۲۱۶ بحوالہ مشکات شریف کتاب الصوم)

رمضان کے حروف اور اُن کی برکتیں: رمضان کے پانچ حروف ہیں - ر - سے مراد رضوان اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے - م - سے مراد اللہ تعالیٰ کی محبت ہے - ض - اس سے مراد ضمان اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے - الف - سے مراد الفت ہے - ن - اس سے مراد نور اور نوال یعنی اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور بخشش ہے اللہ کے اولیاء اور صلحاء وابرار کے لئے بخشش اور عزت کی طرف نون اشارہ کرتا ہے۔

سحری: سحری کھانا مسنون ہے۔ اس کا وقت صبح صادق تک ہے، آخر وقت میں مسنون ہے مگر اتنی تاخیر نہ کرے کہ صبح صادق میں شک ہو جائے، سحری کا کھانا مبارک ہے۔ اس کے کھانے سے روزے میں بھی مدد ملتی ہے اور سحری ہی سے مسلمانوں اور عیسائیوں اور کفار کے روزوں میں فرق ہو جاتا ہے۔ حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث پاک مروی ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سحری کھاؤ کہ سحری میں برکت ہے۔ حضرتِ عمر ابنِ عاص رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کے چند لقمے ہیں۔

افطار: جب آفتاب غروب ہونے کا غالب گمان ہو جائے تو فوراً افطار کر لینا چاہئے جلدی کرنا سنت اور خیر و برکت کا باعث ہے۔ مطلع صاف نہ ہو تو تاخیر بہتر ہے۔ چھوہارے کھجور یا پانی سے افطار کرنا سنت ہے۔ سلمان ابنِ عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرنے لگے تو چھوہارے سے افطار کرے کہ اس میں برکت ہے اگر چھوہارا نہ پائے تو پانی سے افطار کرے۔ حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نماز سے پہلے چند تر کھجوروں سے روزہ افطار کرتے، اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک چھوہاروں سے افطار کرتے تھے اگر چھوہارے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔

ماہ رمضان المبارک کے فضائل: احادیثِ مبارکہ میں ماہ رمضان المبارک اور روزہ کی بہت سی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں:

حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے، دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ حضرتِ سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے اس میں صرف روزے دار داخل ہوں گے۔

☆☆☆

☆ کریم گنج، پورن پور، پیلی بھیت، مغربی اتر پردیش
8954728623-iftikharahmadquadri@gmail.com

شرعی احکام

اسلام کا نظام زکوٰۃ، عشر وفطرانہ

مولانا عون محمد سعیدی مصطفوی

زکوٰۃ اسلام کا تیسرا بنیادی ستون ہے۔ قرآن حکیم میں نماز اور زکوٰۃ کا ۳۲ مرتبہ اکٹھے ذکر ہوا ہے۔ جو مسلمان زکوٰۃ دینے سے انکاری ہوں ان کے ساتھ اسلامی حکومت کے لئے جہاد کا حکم ہے۔ زکوٰۃ سن ۲ھ میں فرض ہوئی، اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے، رحمت الٰہی کی برسات ہوتی ہے، تقویٰ والوں میں شمار ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوتی ہے، ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار ہوتا ہے، غریبوں کی مدد ہوتی ہے، بھائی چارے کا اظہار ہوتا ہے، اتحادِ اسلامی کو فروغ ملتا ہے، مال پاک ہوتا ہے، لالچ و بخل جیسے اخلاقی امراض سے نجات ملتی ہے، سرمائے میں برکت ہوتی ہے، آفتوں سے چھٹکارا ملتا ہے، جائداد کی حفاظت ہوتی ہے، غیب سے ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور دُکھی انسانوں کی دعائیں ملتی ہیں۔

زکوٰۃ نہ دینے والا اللہ تعالیٰ کے شدید عذاب کا مستحق قرار پاتا ہے، زکوٰۃ سے ملنے والے دنیوی و اخروی فوائد سے محرومی کا سامنا ہوتا ہے، دوزخ کی آگ اور دردناک عذاب کا حق دار بنتا ہے، مال و دولت میں بربادیاں آتی ہیں، قحط کی آفت کا خطرہ ہوتا ہے، بارشوں سے محرومی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے، مال و دولت سونا چاندی کی صورت میں تپا کر جہنم میں پیشانیاں، کروٹیں اور پیٹھیں داغنے جانے کی وعید ہے، بروزِ قیامت حساب و کتاب میں سختی کی تہدید ہے۔

زکوٰۃ کی تعریف: زکوٰۃ وہ مالی عبادت ہے جو ہر صاحب نصاب مسلمان پر ایک خاص مقدار میں غریب مسلمانوں کی امداد کے لئے سال میں ایک مرتبہ فرض ہوتی ہے۔

☆ زکوٰۃ ہر اُس عاقل و بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے جو مالک نصاب ہو، وہ مال اس کی بنیادی ضروریات زندگی سے زائد ہو، قرض سے پاک ہو اور اس پر سال بھی گزر چکا ہو۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ زکوٰۃ بچت کے مال پر ہوتی ہے نہ کہ خرچ کے مال پر، پس اگر کسی کی ماہانہ آمدنی لاکھوں روپے ہے مگر وہ سب کی سب ضروریات زندگی پر خرچ ہو جاتی ہے اور نصاب جتنی رقم نہیں بچتی تو اُس پر زکوٰۃ نہیں ہوگی۔

☆ مالک نصاب سے مراد یہ ہے کہ آدمی کے پاس ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی ہو (زیورات کی صورت میں ہو یا کسی بھی صورت میں) یا اتنی رقم ہو جو ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو۔ یا اتنا مال تجارت ہو جو ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو۔ اگر کسی کے پاس تھوڑے تھوڑے مختلف مال ہیں مثلاً سونا، چاندی، مال تجارت اور کرنسی وغیرہ، اگر اُن سب کو ملا کر کل مالیت نکالی جائے اور وہ ساڑھے باون تولے چاندی کی موجودہ قیمت کے برابر ہو تو زکوٰۃ فرض ہوگی۔

☆ مالک نصاب ہونے کے لئے کسی خاص مد سے مال کا آنا ضروری نہیں۔ وہ خواہ تنخواہ کی صورت میں آئے، مزدوری کی صورت میں آئے، کرائے کی صورت میں آئے، ٹھیکے کی صورت میں آئے، وراثت کی صورت میں آئے، منافع کی صورت میں آئے، تحفے کی صورت میں آئے یا کسی بھی دوسری جائز صورت میں آئے اس پر زکوٰۃ کے احکام لاگو ہوں گے۔

☆ اگر کسی شخص پر اتنا قرض ہے کہ اگر وہ اس کو ادا کر دے تو نصاب برابر یا اُس سے زائد مال باقی بچ جاتا ہے تو بقیہ مال کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہوگا۔ اگر نصاب برابر مال باقی نہیں بچتا تو زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی۔ ☆ امانت میں دی گئی رقم اور بیمہ پالیسی میں جمع کروائی گئی رقم بھی نصاب میں شامل ہوگی۔ اس کی زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

☆ بنیادی ضروریات زندگی سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کی ہر انسان کو زندگی گزارنے کے لئے ضرورت ہوتی ہے اور ان کے بغیر زندگی گزارنا بہت مشکل ہوتا ہے جیسے رہنے کا گھر، پہننے کے کپڑے، استعمال کے برتن، سونے بیٹھنے کے بستر، فرنیچر، بیڈ، چارپائیاں، میز کرسی، فریج، ائیر کنڈیشنر، سفر کی سواری، وغیرہ، یہ سب کچھ خواہ جتنی کثیر تعداد میں ہوں اور جتنے مہنگے ہوں اُن پر زکوٰۃ نہیں۔

☆ درج ذیل پر بھی زکوٰۃ نہیں: دکانیں، مکانات، فوٹو کاپی کی مشینیں، کام کے لئے کمپیوٹرز، پریس کی مشینیں، حفاظتی اسلحہ، اہل علم کی

کتابیں، کاری گروں کے اوزار، جبکہ ان کی خرید وفروخت کا کاروبار نہ ہو۔اسی طرح ملیں، فیکٹریاں، ان کی مشینری، ہوٹلوں کے برتن اور میز کرسیاں، البتہ ان کی آمدنی پر زکوٰۃ ہے۔

☆ سال گزرنے سے مراد یہ ہے کہ اسلامی مہینے کے مطابق جس تاریخ کو آدمی نصاب کا مالک بنا ٹھیک اگلے سال اسی تاریخ کو اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہوگی۔ اگر ادائیگی میں بلا عذر شرعی تاخیر کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔ ☆ زکوٰۃ کے فرض ہونے میں سال کے شروع اور آخر کا اعتبار ہوتا ہے، لہٰذا اگر دورانِ سال کچھ عرصہ کے لئے نصاب میں کمی واقع ہوگئی مگر وہ سال مکمل ہونے پر پھر پوری ہوگئی تو زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہوگا۔ ☆ اگر مالک نصاب شخص کے مال میں دوران سال اضافہ ہوتا رہا تو سال مکمل ہونے پر جتنا بھی مال آیا وہ سارے کا سارا نصاب کا حصہ بنے گا اور اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

☆ جو غیر مسلم اب مسلمان ہوا تو اس پر پچھلی زندگی کی زکوٰۃ فرض نہیں۔ البتہ اب اگر صاحب نصاب ہے تو سال پورا ہونے پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ ☆ نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں لہٰذا وہ خواہ کتنے ہی مال کا مالک کیوں نہ ہو جب تک وہ بالغ نہیں ہو جاتا اُس میں سے زکوٰۃ نہیں نکالی جائے گی۔

☆ نصاب کا چالیسواں حصہ یعنی اڑھائی فی صد مال، زکوٰۃ میں دینا ضروری ہے۔ ☆ زکوٰۃ میں ضروری نہیں کہ وہ سونے یا چاندی وغیرہ کی صورت میں ہی نکالی جائے بلکہ کرنسی کی صورت میں جو قیمت بنتی ہے وہ بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ قیمت اس دن کی دیکھی جائے گی جس دن زکوٰۃ کا سال پورا ہوا۔

☆ اگر کسی کے پاس سونا یا چاندی ہوں اور ان میں کھوٹ ملی ہوئی ہو تو اُن کا حکم یہ ہے کہ اگر سونا یا چاندی زیادہ ہوں اور کھوٹ کم ہو یا دونوں برابر ہوں تو کھوٹ سمیت زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اگر کھوٹ سونے یا چاندی سے زیادہ ہو اور آدمی کے پاس سونے چاندی کے علاوہ مال بھی ہو تو اگر اُن سب کی قیمت مل کر نصاب کو پہنچ جاتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

☆ عورت کے مِلک میں جو حق مہر، جہیز اور زیورات وغیرہ ہوتے ہیں، اگر وہ نصاب کو پہنچ جائیں تو ان پر بھی سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ فرض ہے۔ اگر شوہر نے محض پہننے کے لئے بیوی کو زیورات بنوا کر دیے اور اُسے مالک نہیں بنایا تو ان کی زکوٰۃ شوہر ادا کرے گا۔

☆ اگر کسی نے سونا چاندی زیورات وغیرہ رہن (گروی) رکھوائے تو جب تک وہ گروی پڑے رہیں گے تب تک ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

☆ اگر کسی نے سابقہ کئی سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو اس کی ادائیگی بھی اس پر لازم ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ سابقہ جتنے بھی سال گزرے ان میں سے ہر ہر سال کے اختتام پر اس کے پاس جو مال تھا اُس کا حساب لگائے اور جو بھی اس وقت اس کی بازاری قیمت تھی اس کے مطابق زکوٰۃ ادا کرے۔

☆ ہیروں اور موتیوں پر زکوٰۃ واجب نہیں خواہ لاکھوں کے ہوں۔ ہاں اگر ان کا کاروبار کرتا ہے تو قیمت لگا کر ان کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہوگا۔ ☆ اگر حج وعمرہ کے لئے رقم اکٹھی کر رکھی ہے اور نصاب کا سال پورا ہو گیا ہے تو اس رقم کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی ضروری ہوگا۔ اگر وہ رقم سفری کمپنیوں کے حوالے کر دی ہے تو پھر اس پر زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی۔

☆ اگر مکان کی تعمیر اور بچوں کی شادی کے لئے رقم وغیرہ جمع کی ہوئی ہے اور نصاب کا سال پورا ہو گیا ہے تو اس رقم کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی ضروری ہوگا۔ ہاں اگر اولاد کی شادی کے لئے جمع کی گئی رقم ان کی مِلک کر دی تو اُن کے بالغ ہونے تک ان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی، ہاں بالغ ہونے کے بعد زکوٰۃ کے احکام لاگو ہوں گے۔

☆ اگر کسی نے پلاٹ، مکان، دکان یا گاڑی وغیرہ اس نیت سے خریدے کہ انہیں بیچ کر نفع کمائے گا تو یہ مالِ تجارت کہلائیں گے، سال گزرنے پر اُن کی قیمت لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی اور اگر یہ سب خریدتے وقت بیچنے کی نیت نہیں تھی تو زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی، اگرچہ بعد میں بیچنے کی نیت کر بھی لی کیونکہ زکوٰۃ کے احکام، خریدتے وقت جو نیت ہوتی ہے، اس پر مرتب ہوتے ہیں۔

☆ اگر کسی شخص نے کوئی چیز تجارت کی نیت سے خریدی اور بعد میں کسی وجہ سے اسے نہ بیچنے کا فیصلہ کر لیا تو اب وہ چیز مال تجارت نہیں کہلائے گی اگرچہ تیسری مرتبہ پھر اُسے بیچنے کی نیت کر لی۔

☆ اگر کسی کی ملکیت میں دکانیں، مکانات یا زرعی زمینیں ہیں جنہیں اس نے کرائے وغیرہ پر دیا ہوا ہے تو اُن پر زکوٰۃ لاگو نہیں ہوتی، مگر یہ کہ وہ خرید وفروخت کی نیت سے حاصل کی ہوں۔ یہ ذہن میں رہے کہ ان دکانات، مکانات یا زرعی زمینوں سے جو آمدنی آئے گی اس پر احکام زکوٰۃ لاگو ہوں گے۔

☆ تجارت کرنے والا شخص اپنے کاروبار کا اس طرح حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کرے: سب سے پہلے موجودہ سامان تجارت کی موجودہ

بازاری قیمت لگائے۔ اس کے بعد اپنی ملکیت میں موجود نقد رقم کو اس میں جمع کرے، اس کے بعد جو رقم یا سامان تجارت لوگوں کو ادھار دیا ہوا ہے اس کو اس میں جمع کرے پھر اُن سب کا میزان بنالے۔ اب جو رقم یا سامان تجارت اس نے لوگوں سے ادھار لیا ہوا ہے اسے میزان سے منہا کر دے۔ اب دیکھے کہ اگر بقیہ مال نصاب کو پہنچتا ہے تو اس کی، ڈھائی فی صد زکوٰۃ ادا کرے۔

☆ اگر کسی شخص نے دکان، مکان کا ایڈوانس دیا تو وہ مال رہن ہے، جب تک وہ اس شخص کے پاس واپس نہیں آجاتا اُس پر زکوٰۃ نہیں ہوگی۔

☆ اگر کسی نے کسی کو قرض دیا ہوا ہے تو زکوٰۃ نکالتے وقت وہ بھی قرض خواہ کے نصاب میں شامل ہوگا لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہوگا کہ جب اسے قرض کا پانچواں یا زائد حصہ وصول ہوگا تب وہ اس وصول شدہ میں سے زکوٰۃ نکالے گا، جتنا وصول ہوا ہے اتنے کی زکوٰۃ نکالے گا۔ اب تک جتنے بھی سال گزرے ہر سال کی علیحدہ زکوٰۃ نکالنی ہوگی۔

☆ اگر کسی شخص نے کسی کو قرضہ دیا ہوا ہے مگر بوجوہ قرض واپس ملنے کے امکانات معدوم ہو گئے ہیں تو ایسے قرض پر زکوٰۃ نہیں ہوگی پھر اگر خوش قسمتی سے قرض واپس مل گیا تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔ ☆ اگر کسی کے پاس کتابوں کی بہت بڑی لائبریری ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، کتابیں خواہ لاکھوں کی تعداد میں کیوں نہ ہوں۔ ہاں اگر کتابوں کی خرید وفروخت کا کاروبار ہے تب ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

☆ کرائے پر چلنے والی گاڑیوں اور بسوں پر زکوٰۃ نہیں ہوتی لیکن ان کی آمدنی پر ہوتی ہے۔ ☆ گھر میں رکھے ٹی وی، فریج، واشنگ مشین اور سجاوٹ کی اشیاء وغیرہ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی کیونکہ یہ گھریلو سامان ہے۔ ☆ اگر مال تجارت خریدا اور سال بھر تک بیچنے والے سے قبضہ نہ لیا تو قبضے سے پہلے خریدنے والے پر زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی جبکہ قبضے کے بعد اس سال سمیت ہر سال کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

☆ اگر کسی نے مال تجارت خریدا اور اس کی قیمت ادا کر دی، لیکن ابھی تک مال تجارت اس کے قبضے میں نہیں آیا تو جو قیمت اس نے ادا کی ہے اسے خریدنے والے کے مال نصاب میں شامل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی زکوٰۃ بیچنے والے پر ہوگی۔ ☆ اگر کسی نے کوئی چیز خریدنے کے لئے بیچنے والے کو اس کا بیعانہ دیا تو یہ بیچنے والے کے پاس امانت ہے۔ اگر سودا طے پا جاتا ہے تو وہ قیمت میں شامل ہو جاتا ہے، اس کی زکوٰۃ بیچنے والا ادا کرے گا۔ اگر سودا منسوخ ہو جاتا ہے اور بیعانہ واپس آجاتا ہے تو خریدنے والا اس کی زکوٰۃ نکالے گا۔ اب تک جتنے بھی سال گزرے ہر سال کی علیحدہ زکوٰۃ نکالنی ہوگی۔

☆ آج کل چونکہ کرنسی نوٹوں کا دور ہے اور زکوٰۃ بھی زیادہ تر کرنسی کی صورت میں دی جاتی ہے لہٰذا اُس سے متعلق یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہر سو کے اڑھائی روپے۔ ہزار کے پچیس روپے۔ دس ہزار کے دو سو پچاس روپے۔ ایک لاکھ کے پچیس سو روپے۔ دس لاکھ کے پچیس ہزار روپے اور ایک کروڑ کے اڑھائی لاکھ بطور زکوٰۃ دیے جائیں گے۔

☆ پراویڈنٹ فنڈ جس میں ملازمین کی تنخواہوں سے لازمی طور پر کٹوتی ہوتی ہے، جب تک وہ آدمی کے قبضے میں نہ آجائے اس کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ جب یہ رقم وصول ہو جائے گی اور نصاب کے برابر یا اُس سے زائد ہوگی تو اس پر سالانہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ گریجویٹی کا بھی یہی حکم ہے۔ ☆ اگر کسی شخص نے کمیٹی ڈالی ہوئی ہے اور ابھی تک اس کی کمیٹی نہیں نکلی تو جتنی رقم جمع کروا چکا ہے، زکوٰۃ نکالتے وقت اسے شامل نصاب کر کے زکوٰۃ نکالے اور اگر کمیٹی نکل آئی ہے اور قسطیں جمع کرانا باقی ہیں تو زکوٰۃ نکالتے وقت بقیہ قسطیں منہا کر کے وصول شدہ رقم کو نصاب کا حصہ بنائے۔

☆ اگر کسی کی رقم بنک میں فکسڈ ڈیپازٹ میں رکھی ہوئی ہے تو یہ اس کی طرف سے بنک کے پاس قرض ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ہاں ادائیگی اس وقت لازم ہوگی جب کم از کم اس کا پانچواں حصہ وصول ہو جائے۔ البتہ اگر کوئی شخص سہولت کے لئے بنک وغیرہ کے پاس گئے ہوئے اپنے قرض کی سال بہ سال زکوٰۃ نکالتا رہے تو یہ بہتر ہے۔

☆ جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) فقراء (۲) مساکین (۳) عاملین (۴) رقاب (۵) غارمین (۶) فی سبیل اللہ (۷) مسافرین۔

زکوٰۃ کسی کو دینے سے پہلے اچھی طرح چھان بین کر لینی چاہیے کہ وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے یا نہیں۔ اگر غالب گمان یہی ہو کہ وہ مستحق ہے تو اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ اگر غالب گمان کے بعد زکوٰۃ دی پھر پتہ چلا کہ مستحق نہیں تھا تو زکوٰۃ ادا ہوگئی اور اگر بغیر چھان بین کے زکوٰۃ دے دی اور لینے والا غیر مستحق نکلا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، دوبارہ کسی مستحق کو دینی ہوگی۔

☆ ان میں سب سے اہم مصرف فقراء و مساکین کا ہے یعنی وہ لوگ جن کے پاس کچھ نہ کچھ مال موجود ہو مگر وہ نصاب جتنا نہ ہو یا

نصاب جتنا تو ہو مگر بنیادی ضروریات زندگی میں صرف ہو جاتا ہو یا وہ قرض دار ہو اور قرض دینے کے بعد اس کے پاس نصاب جتنا مال نہ رہے۔'مساکین' وہ لوگ ہیں جن کے پاس کھانے پہننے کو کچھ بھی نہ ہو۔''فی سبیل اللہ'' سے مراد یہ ہے کہ ہر نیک کام میں زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔مثلاً غریب مجاہد اور حج کی خواہش رکھنے والا آدمی جس کے پاس سفر کا خرچ نہ ہو، یا دین پڑھنے والا طالب علم''مسافر'' سے مراد وہ شخص ہے جو ۹۲ کلو میٹر یا اُس سے زائد سفر پر جا رہا ہو اور اس کے پاس دوران سفر مال ختم ہو جائے اگر چہ گھر میں بہت مال رکھا ہو، یہ صرف اتنی زکوٰۃ وصول کر سکتا ہے جس سے اس کا سفر خرچ پورا ہو جائے۔

☆ درج ذیل کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی: سادات کرام اور دیگر بنو ہاشم (آل علی، آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل حارث) ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی۔ بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی۔ میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔جس پر زکوٰۃ دینا فرض ہو اُس کے نابالغ بچے۔کافروں اور بدمذہبوں کو بھی زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔

☆ درج ذیل رشتہ داروں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں: بہن بھائی۔ چچا پھوپھی۔خالہ ماموں۔ بہو داماد۔سوتیلے ماں باپ۔شوہر کی طرف سے سوتیلی اولاد۔ بیوی کی طرف سے سوتیلی اولاد۔

☆ جس پر زکوٰۃ فرض ہو اُس کی بیوی، ماں، باپ اور بالغ اولاد کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے اگر یہ لوگ مالک نصاب نہ ہوں۔

☆ وہ غریب طلبا جو اہل سنت کے دینی مدارس میں علم دین حاصل کرتے ہیں اور بعد از حصولِ تعلیم اپنے اردگرد کے ماحول میں دین کی ترویج واشاعت کا سبب بنتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ انہی کے سبب ساری دنیا میں دین مستحکم اور مضبوط ہوتا ہے، لہٰذا ایسے طلباء کے لئے زکوٰۃ وغیرہ کی مدّ سے دینی مدارس کی خاطر خواہ مدد کرنا افضل ترین کام ہے۔

☆ مساجد کے ائمہ جو شب و روز وہاں اقامت صلوٰۃ کا فریضہ سر انجام دیتے ہیں اگر وہ صاحب نصاب نہیں تو زکوٰۃ سے ان کی مدد کرنا ایک مستحب امر ہے۔اگر وہ امام صاحب عالم دین بھی ہوں تو پھر اُن کی مدد کرنا مزید افضل کام ہے لیکن امام یا عالم کو زکوٰۃ دیتے ہوئے ان کے ادب کا پورا پورا خیال رکھنا از حد ضروری ہے لیکن یاد رہے کہ یہ مدد تنخواہ کے علاوہ ہو، زکوٰۃ سے ان کی تنخواہ نکالنا جائز نہیں۔

☆ کئی بھکاری مانگ مانگ کر بہت زیادہ امیر ہو چکے ہوتے ہیں، اگر اُنہیں زکوٰۃ دی گئی تو بالکل ادا نہیں ہوگی۔ بطورِ پیشہ بھیک مانگنا شریعت کی نگاہ میں ایک قابل سزا جرم ہے۔آج کل معاشرہ میں یہ گھناؤنا جرم بہت زیادہ عام ہو گیا ہے، صرف بھیک مانگنا ہی جرم نہیں ہے بلکہ بھیک دینا بھی جرم ہے کیونکہ یہ ایک جرم میں اعانت ہے، پس زکوٰۃ تو زکوٰۃ پیشہ ور بھکاریوں کی عمومی مدد بھی بالکل نہیں کرنی چاہیے۔ حکم یہ ہے کہ جو تندرست شخص کمانے کی قدرت رکھتا ہے، اس نے آج تک جس جس سے جو کچھ لیا وہ اس کے لئے حرام ہے اور اسے مالکوں کو واپس لوٹانا یا صدقہ کر دینا واجب ہے۔

☆ زکوٰۃ حسب موقع ایک ضرورت مند کو بھی دی جا سکتی ہے اور زیادہ کو بھی۔اس سلسلے میں ضرورت مندوں کی ضرورت کو دیکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے کہ ان کے لئے کتنی زکوٰۃ بہتر ہے۔☆ اگر بہن بھائی غریب ہوں تو زکوٰۃ کا پہلا حق ان کا ہے، پھر اُن کی اولاد کا پھر چچا اور پھوپھیوں کا حق ہے پھر اُن کی اولاد کا پھر ماموؤں اور خالاؤں کا حق ہے پھر ان کی اولاد کا پھر والدہ، بہن، بیوی یا بیٹیوں کے رشتے داروں کا پھر ہمسایوں کا پھر اپنے ہم پیشہ لوگوں کا پھر اپنے شہر والوں کا۔

☆ زکوٰۃ غریبوں کے لئے ہوتی ہے، غیر مستحق دولت مند آدمی کا زکوٰۃ کا مال لے کر استعمال کرنا باعث ہلاکت، سخت حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ ہر وہ شخص جو مالک نصاب تو نہ ہو مگر اس کے پاس بنیادی ضروریات زندگی کے علاوہ اتنا سامان وغیرہ موجود ہو جس کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہو تو اس کے لئے زکوٰۃ لینا بھی جائز نہیں اور اس کو زکوٰۃ دینا بھی جائز نہیں۔

☆ صدقے دو طرح کے ہیں: واجبی صدقے۔نفلی صدقے۔واجبی صدقے جیسے زکوٰۃ، منت وغیرہ مال دار کو دینا بھی حرام ہے اور اس کا لینا بھی حرام ہے۔نفلی صدقے جیسے عام بکروں اور پیسوں وغیرہ کی خیرات۔اگر وہ مال دار مانگ کر لے تو حرام ہے اور اگر بغیر مانگے ملے تو اس کے لئے استعمال کرنا مناسب نہیں، نہ لے یا کسی غریب کو دے دے۔ وہ نفلی صدقے جو میلاد النبی کی خوشی میں ہوں یا کسی بزرگ کی نیاز ہوں یا عام مخلوق کے لئے بطور سبیل ہوں وہ مال دار بھی لے سکتا ہے۔☆ اگر کسی غیر مستحق مال دار نے زکوٰۃ لے لی تو وہ اس کے لئے خبیث ملکیت ہے۔اس کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اسے یا اس جتنا مال راہِ خدا میں صدقہ کر دے۔

☆ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے دل میں یہ نیت ضروری ہے کہ وہ

زکوٰۃ ادا کر رہا ہے اور اگر نیت کے بغیر ادا کر دی تو ادائیگی نہیں ہوگی۔

☆ نیت کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ زکوٰۃ دیتے وقت دل میں اس کی نیت ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ زکوٰۃ کی نیت سے کچھ مال علیحدہ کر کے رکھ دے تو وہ جب بھی کسی مستحق کو دے گا وہ زکوٰۃ قرار پائے گی خواہ دیتے وقت اس نے زکوٰۃ کی نیت نہ بھی کی ہو۔

☆ زکوٰۃ ادا کرتے وقت صرف دل کی نیت ضروری ہے، زبان سے زکوٰۃ کے الفاظ بولنا ضروری نہیں ہے۔ اگر زکوٰۃ کی رقم تحفہ، عیدی، شادی کے کپڑے یا قرض وغیرہ کہہ کر دی تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ پس زکوٰۃ لینے والے کو یہ معلوم ہونا ضروری نہیں کہ اسے زکوٰۃ دی جارہی ہے البتہ دینے والے کی نیت کا ہونا ضروری ہے کہ وہ زکوٰۃ دے رہا ہے۔

☆ اگر کسی نے کسی کو قرض کہہ کر زکوٰۃ دی تو زکوٰۃ ادا ہوگئی پھر اگر اگلا شخص اسے واپس لوٹانے آیا تو اس کے لئے واپس لینا جائز نہیں۔

☆ جونہی زکوٰۃ فرض ہو فوراً اس کی یک مشت ادائیگی واجب ہے، ورنہ بلا عذر شرعی تاخیر کرنے سے گناہ گار ہوگا۔ ☆ ہمارے عرف میں آسانی کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی کی تاریخ یکم رمضان مقرر کی گئی ہے۔ یہ اس لئے کہ اس ماہ مبارک میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر ہوتا ہے۔ ☆ کسی کو زکوٰۃ دے کر احسان جتانا ثواب کو ضائع کر دیتا ہے، لہٰذا اس لئے احسان جتلانے سے بچنا چاہیے۔

☆ اگر کوئی شخص ادائیگی زکوٰۃ سے پہلے فوت ہوگیا تو زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی اور اس کا مال وراثت کا حصہ بن جائے گا۔ ہاں اگر وہ وصیت کر گیا تو مال کے تہائی حصے تک زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا پھر عاقل و بالغ ورثا اپنی مرضی سے حیلے کے ساتھ یا بغیر حیلے کے کل یا بعض مال وراثت میں سے اس کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

☆ اگر کسی شخص نے کسی غریب کے بچوں کو عیدی یا تحفہ وغیرہ کہہ کر زکوٰۃ کے پیسے دیے جو بالآخر اس غریب کے قبضے میں چلے گئے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ اسی طرح اگر غریب کے بچے کچھ بڑے اور سمجھ دار ہیں جو پیسوں کی اہمیت جانتے ہیں اور سنبھال لیتے ہیں انہیں بھی زکوٰۃ دینے سے ادا ہوجائے گی۔ ☆ اگر کسی نے کسی کو مکان کا کرایہ یا قرض زکوٰۃ کی مد میں معاف کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ ہاں اگر کرایہ یا قرض اپنے قبضے میں لے کر انہیں بہ نیت زکوٰۃ واپس کر دیے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔

☆ اگر کسی کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ سے اس کا قرض ادا کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اور اگر اجازت کے ساتھ دیا تو ادا ہوگئی۔

☆ زکوٰۃ کی رقم سے مستحق زکوٰۃ یتیموں کو کپڑے بنوا کر دیے جا سکتے ہیں، اسی طرح مستحق طلباء کو زکوٰۃ کی مد سے کتابیں بھی خرید کے دی جاسکتی ہیں۔ کتابیں خرید کر یا چھپوا کر بھی دی جاسکتی ہیں۔

☆ اگر کسی نے کسی مستحق کو مٹھائی کا ڈبہ بھیجا اور اس میں زکوٰۃ کے ہزار روپے بھی رکھ دیے اور وہ اس مستحق نے وصول کر لیا تو زکوٰۃ ادا ہوگئی اگر چہ اسے ڈبے میں موجود رقم کا علم نہ ہو۔

☆ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے کسی کو وکیل بنانا بھی جائز ہے، یعنی کسی کو زکوٰۃ کی رقم دینا کہ وہ مستحق تک پہنچا دے، وکیل کو بھی یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کے پیسے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کی زکوٰۃ اس کی اجازت سے اپنے مال میں سے ادا کر دے۔

☆ زکوٰۃ پیشگی بھی دی جاسکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ایک تو زکوٰۃ دینے والا مالک نصاب ہو، دوسرا اختتام سال پر نصاب مکمل ہو۔ اگر پیشگی زیادہ زکوٰۃ دی تو زائد کو آئندہ سال کی زکوٰۃ میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

☆ مالک نصاب کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے کسی متعلقہ شخص کا زکوٰۃ دے دینا جائز نہیں۔ اسی طرح کسی کی زکوٰۃ اس کی اجازت کے بغیر اپنے مال سے ادا کر دینا بھی جائز نہیں، دونوں صورتوں میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ ☆ اگر زکوٰۃ دیتے وقت کوئی شرط لگا دی کہ مثلاً اس زکوٰۃ کے پیسے کو فلاں کام میں خرچ کرنا ہے تو اس شرط کی پابندی ضروری نہیں۔ البتہ زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ ☆ سال پورا ہونے کے بعد زکوٰۃ کی رقم مستحق کو دینے کی بجائے تجارت میں لگا دی کہ اس کا نفع غریبوں میں بانٹتا رہے گا، یہ حرام کام ہے۔ ہاں اگر کسی نے سال کے شروع میں (جبکہ ابھی زکوٰۃ کی ادائیگی لازم نہیں ہوئی تھی) زکوٰۃ کا حساب لگا کر اُسے کاروبار میں لگا دیا اور سال پورا ہونے پر منافع سمیت زکوٰۃ مستحقین میں بانٹ دی تو یہ انتہائی مستحسن کام ہے۔ ☆ بینک سے زکوٰۃ کی کٹوتی ایک مشکوک معاملہ ہے، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ زکوٰۃ خود اپنے ہاتھوں سے ادا کی جائے۔

☆ اگر کوئی شخص نفلی صدقہ تو بہت کرتا ہے مگر زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو وہ ایک احمق آدمی ہے کیونکہ اس طرح وہ ایک عظیم ترین فرض کو ترک کر کے اپنے رب کا مجرم بن رہا ہے۔ لہٰذا پہلے وہ اپنا فرض پورا کرے اور پھر نفل کی طرف متوجہ ہو۔

☆☆☆

عقیدہ و نظریہ

تمہیں کس نے یہ اختیار دیا کہ تم کتاب الٰہی سے کھیلو!

پیشکش: محمد ساجد الرحمٰن مبارکپوری*

کویت میں کچھ رہائشی مکانات کی تعمیر کا سلسلہ جاری تھا۔ ہندوستان کی ایک تعمیراتی کمپنی NC کو بھی چند سو مکانات کا ٹھیکہ دیا گیا۔ وہاں کام کرنے والے ہندوستانی ملازمین نے اپنے رہائشی کیمپ میں اپنے لئے ایک عارضی مسجد بنالی اور باجماعت نماز کا اہتمام کیا۔ چار پانچ ماہ بعد رمضان المبارک آ گیا۔ اب وہاں تراویح پڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ وہاں ان ہندوستانیوں کے ساتھ ایک ہندوستانی حافظ قرآن بھی موجود تھا مگر وہاں قانون کے مطابق تراویح پڑھانے والے حافظ صاحب حکومت سے طلب کیے جاتے ہیں۔

حکومت کے بھیجے ہوئے حافظ صاحب کو کسی وجہ سے تین چار روز کی تاخیر ہو گئی تو ہندوستانی حافظ نے تراویح پڑھانا شروع کر دیں۔ حکومت کی طرف سے بھیجا گیا حافظ بھی وہاں پہنچ گیا، اتفاق سے عین اس وقت پہنچا جب ہندوستانی حافظ تراویح پڑھا رہا تھا۔ تراویح ختم ہوئی تو عربی حافظ صاحب نے ہندوستانی حافظ کو قریب بلایا۔ اور۔ کہا

من اعطاك صلاحية تلعب مع كتابنا القران الكريم۔ تمہیں کس نے یہ اختیار دیا کہ تم ہماری کتاب قرآن سے کھیل کھیلو؟ هل تريد تخلص المصحف في ليلة الواحدة؟ کیا تم اُسے ایک ہی رات میں ختم کرنا چاہتے تھے؟

ہندوستانی حافظ صاحب حیران و پریشان ہو کر اِدھر اُدھر تکنے لگا۔ ایک ہندوستانی جو تھوڑی بہت عربی جانتا تھا، پاس آیا اور اس نے ترجمہ کر کے ہندوستانی حافظ کو بتایا کہ عربی حافظ کیا پوچھ رہا ہے؟ ہندوستانی حافظ نے جواب دیا کہ میں نے کون سی غلطی کر دی؟ کویت کا عربی حافظ جواب میں بولا: هل تقرون القران بهذا شكل مثل درّاجة النارية فت فت فت فت فت؟

کیا تم لوگ قرآن کو اِس طرح پڑھتے ہو جیسے موٹر سائیکل کی پھٹ پھٹ پھٹ پھٹ؟ مجھے ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم کو میری زبان سمجھ میں آ نہیں رہی اور تم نے قرآن کیسے یاد کر لیا؟ بولو! کیا تم نے قرآن میں قرآن پڑھنے کے اصول نہیں دیکھے کہ قرآن کیسے پڑھا جاتا ہے؟ کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی: وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (سورہ الاسراء، آیت ۱۰۶)

کہ ہم نے قرآن کو وقتاً فوقتاً اس لئے اتارا کہ تم مہلت کے ساتھ اُسے لوگوں کو پڑھ کر سناؤ اور اس کے مطالب اُنہیں ذہن نشین کراؤ۔

ایک اور آیت نہیں دیکھی تم نے؟ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (سورہ المزمل، آیت ۴) کہ قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

پھر تم کیسے اس طرح بھاگم بھاگ چلے جا رہے ہو؟ تم نے قرآن کو مقتدیوں کو ذہن نشین تو کرایا ہی نہیں۔ تم تو اُسے ایک ہی رات میں ختم کرنے پر تلے ہوئے نظر آئے۔

ہندوستانی حافظ صاحب نے ٹوٹی پھوٹی عربی میں کہا: والله يا شيخ انا ما عرف ايش تقول۔ قسم ہے یا شیخ میں کچھ نہیں سمجھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہو؟ عربی حافظ نے جواب دیا کہ جب تم کچھ سمجھتے ہی نہیں تو پھر لوگوں کے آگے کیوں کھڑے ہوتے ہو؟ لماذا واقف امام الناس؟ انت تقراء بالسرعة۔ تم بہت تیز رفتاری سے قرآن پڑھتے ہو۔ هؤلاء مساكين لو راك يمكن يسمعون ولا كن لا يفهمون۔ یہ جو لوگ تیرے پیچھے کھڑے ہیں یہ سنتے ہونگے، مگر سمجھ کچھ نہیں رہے ہوں گے۔

عربی حافظ نے کہا کہ اگر آئندہ تم نے قرآن پاک کے ساتھ یہ کھیل کھیلا تو میں تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گا۔

ساتھیو! یہ تو صرف ایک واقعہ ہے مگر دیکھا جائے تو یہ ہندوستان میں گھر گھر کی کہانی ہے۔ عہد رسالت میں جب قرآن پڑھا جاتا تو سننے والوں کی کیا کیفیت ہوتی۔ اللہ فرماتا ہے (سورہ المائدہ، آیت ۸۳) جب یہ لوگ وہ کتاب سنتے ہیں جو ہم نے نازل کی اپنے پیغمبر پر تو اُن کی آنکھوں کی طرف دیکھو کہ کیسے آنسو رواں دواں ہیں، اس لئے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی ہے اور ہمارے ہاں جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو

سننے والوں پر غنودگی طاری ہورہی ہوتی ہے اور دل ہی دل میں دعا کر رہے ہوتے ہیں کہ جلدی جان چھوٹے تو گھروں کو پہنچیں کیونکہ ہم سمجھتے ہی نہیں کہ کیا پڑھا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

لَوْ أَنزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (سورہ حشر، آیت ۲۱)

(اِس قرآن کی اثر انگیزی کا یہ عالم ہے کہ) اگر ہم (مثال کے طور پر) اِسے کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو تم دیکھتے کہ اس کی خلاف ورزی کے احساس سے اس پر لرزہ طاری ہوجاتا اور ذمہ داری کے خیال سے وہ ریزہ ریزہ ہوجاتا۔

اس قسم کی مثالیں اس لئے دی گئی ہیں کہ لوگ سمجھیں، عقل وفکر سے کام لیں اور سوچیں کہ قرآن کن کن عظمتوں کا مالک ہے۔ اس میں کون سا عظیم انسانی فلاحی نظام پیش کیا گیا ہے۔ اس پر عمل کرنے میں کون کون سی کامیابیاں ہیں اور اس کی خلاف ورزی سے کیا نتائج برآمد ہوں گے۔ اس سبق آموز تحریر کو اساتذہ کرام، قراء حضرات، حفاظ کرام، علمائے حق اور باعمل مشائخ کے علاوہ نئی نسل کے نوجوانوں، باشعور شہریوں اور مساجد کی انتظامیہ تک ضرور پہنچائیں۔ جزاك الله خيرا

☆ جماعت خامسہ، درجہ عالمیت (سال اول) جامعہ اشرفیہ مبارک پور

مدارس کے نصاب تعلیم میں تبدیلی سے مراد معیارِ تعلیم میں مفید اضافہ کی مخلصانہ کوشش

جامعہ ہمدرد نئی دہلی اور شاہین گروپس آف انسٹی ٹیوشن کے زیر اہتمام دوروزہ نیشنل سیمینار میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی وضاحت

ہمارے ہر اقدام وعمل اور کانفرنس ومذاکرہ کا ویژن اور کوئی واضح مقصد ہونا چاہئے، اس لئے ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جامعہ ہمدرد نئی دہلی اور شاہین گروپس آف انسٹی ٹیوشنس (بیدر) کرناٹک کے اشتراک سے ہمدرد یونیورسٹی کے کنونشن ہال میں ''ہندوستان میں مدارس کا تعلیمی نظام: مسائل اور مواقع'' کے تحت منعقد دوروزہ (بیدر) سیمینار میں زیر بحث ''نصاب تعلیم ونظام تعلیم'' میں مناسب اور ضروری تبدیلی سے مراد معیارِ تعلیم میں مفید اضافہ کی کامیاب کوشش ہے تاکہ شاندار ماضی کی طرح ہمارا مستقبل بھی روشن ہو، بس! ۱۶، ۱۷ مارچ ۲۰۲۲ء کو ہوئے قومی سیمینار میں ۵۰ مقالے پڑھے اور خطبات پیش کیے گئے۔ افتتاحی اجلاس اور اختتامی تقریب کے علاوہ ہمدرد کنونشن سینٹر ہال نمبر ا، ہال نمبر ۲ اور لائبریری بلڈنگ ہال نمبر ۳ کے سیمینار ہالوں میں ۱۰ متوازی اور مسلسل سیشن چلے جن میں جامعہ ہمدرد، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی یونیورسٹی، جے این یو، این آئی او ایس، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، جامعۃ البرکات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، بی ایچ یو، پریسیڈنسی ومدرسہ عالیہ یونیورسٹی کلکتہ، مولانا آزاد نیشنل اردو، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد، شاہین گروپس اسکول کرناٹک، لکھنؤ وکشمیر یونیورسٹی کے سو منتخب علمائے کرام اساتذہ و پروفیسرز، ماہرین تعلیم وادارہ ساز شخصیات، پچاس کے قریب ریسرچ اسکالرز، ڈین وصدور صاحبان اور پچاس کے قریب دیگر علم وتعلیم دوست ارباب اختیار نے بطور خاص شرکت کی۔ خطبہ استقبالیہ صدر شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ ہمدرد ڈاکٹر ارشد حسین اور ہدیہ تشکر ڈاکٹر محمد احمد نعیمی (کنوینر) اور نظامت کے فرائض ڈاکٹر سید فضل الرحمن (کنوینر) نے انجام دیے۔ مختلف سیشن کی صدارت پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی، مولانا یاسین اختر مصباحی، پروفیسر مہر تاج بیگم، پروفیسر عبید اللہ فہد، ڈاکٹر صفیہ عامر اور ڈاکٹر آبرو امان اندرابی (وغیرہ) نے کی۔ ڈاکٹر وارث متین مظہری نے سیمینار کے میزبانوں کا نظریاتی موقف بیان کرتے ہوئے کہا کہ نصاب، نظام، تہذیب اور مزاج میں تبدیلی وقت کا فطری تقاضا ہے، اسی لئے یہ اجلاس بلایا گیا ہے تاکہ ہم سب لوگ موضوع سے متعلق اپنی اپنی فکری اور اقدامی آمادگی کا مظاہرہ کرسکیں کہ دینی مدارس کے نصاب ونظام تعلیم میں کس حد تک اور کس نوعیت کی تبدیلی کا ہم مزاج رکھتے ہیں اور ہماری سوچ کے تحت کس اقدام اور کیسی پیش قدمی کے اثرات ونتائج کیا ہوں گے۔ جامعہ ہمدرد کے وائس چانسلر پروفیسر افشار عالم کی سرپرستی اور چانسلر ڈاکٹر حماد احمد کی میزبانی میں منعقد سیمینار کے مہمانوں میں مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور، مفتی مکرم احمد نقشبندی، ڈاکٹر یاسین علی عثمانی بدایونی، پروفیسر خواجہ محمد اکرام الدین، سید صداقت اللہ حسینی، ڈاکٹر عبدالسلام جیلانی علی گڑھ، پروفیسر خواجہ محمد شاہد، ڈاکٹر عبدالواحد نظیر و ڈاکٹر مشتاق تجاروی جامعہ ملیہ اسلامیہ، ڈاکٹر کمال احمد فاروقی، ڈاکٹر محمد سجاد عالم رضوی مصباحی کولکاتا، پروفیسر اسلم پرویز، ڈاکٹر محمد افضل حسین مصباحی بنارس ہندو یونیورسٹی اور مولانا محمد ظفر الدین برکاتی مدیر ماہ نامہ کنز الایمان دہلی (وغیرہ) بطور خاص شریک ہوئے اور کامیاب سیمینار کو شاندار بنانے میں انتظامیہ کی حوصلہ افزا مدد کی۔

رپورٹ: محمد مظفر حسین، ریسرچ اسکالر شعبہ علوم اسلامی، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی۔62-9555445611

اصلاح معاشرہ

رمضان المبارک میں روزے کی حفاظت بھی ضروری

ڈاکٹر سید شبیر حسن سیوانی★

بے شک اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین، اچھا اور سچا مذہب اسلام ہے۔ اللہ رب العالمین نے سال کے بارہ مہینے بنائے اور اُن میں چار مہینے حرمت کے رکھے۔ اِن چار مہینوں کا احترام کفارِ مکہ بھی کیا کرتے تھے۔ اِن مہینوں میں جنگ وجدال، لڑائی جھگڑے، قتل وغارت گری سے رک جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن حرمت والے مہینوں کے علاوہ ایک مہینہ ایسا بھی نازل فرمایا جس میں اپنی مبارک کتاب قرآن مجید کو نازل فرمایا۔ اِس میں ایک رات ایسی بھی رکھی جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جسے ہم عرف عام میں 'شب قدر' کے نام سے جانتے ہیں اور سبھی رحمانی عرفانی خوبیاں اللہ تعالیٰ نے جس مہینہ میں رکھی ہیں اُس مہینہ کو رمضان المبارک کہتے ہیں۔ رمضان المبارک کے اخیر میں دس دنوں کی طاق راتوں میں یہ مبارک رات اپنی آب وتاب کے ساتھ جلوہ فگن ہوتی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اِس رات کی قدر ومنزلت، اہمیت وفضیلت کی اپنے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو خوش خبری سنائی تو پیارے حبیب ﷺ اِس خبر کو اپنے پیارے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سنانے کے لئے اپنے حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ آپ اُن کے درمیان صلح کرانے میں مصروف ہوگئے۔ اِسی اثنا میں وہ بات اللہ نے بھلا دی، اِس لئے رسول کریم ﷺ جو تحفہ اپنی امت کو دینا چاہتے تھے وہ نہیں دے سکے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ یا تو میں بھول گیا، یا بھلا دیا گیا۔ پس تم اُسے رمضان المبارک کے تیسرے عشرے کی طاق والی راتوں میں تلاش کرو۔ ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹۔ اِنہی راتوں میں کثرت سے ذکر، اذکار، تلاوتِ قرآن کرو، نماز نفل پڑھو، دیگر عبادات کرو جس میں خیر ہی خیر ہے۔ (صحیح بخاری شریف)

اِس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ لڑائی، جھگڑا، بہت بری چیز ہے۔ اس لئے انسان خاص کر مسلمان کو چاہیے کہ فتنہ وفساد سے دور رہے، امن وامان کے ساتھ زندگی بسر کرے، سادہ لوح زندگی گزارے اور اپنے رب کو یاد کرتا رہے جیسا کہ اُسے یاد کرنے کا حق ہے۔

روزے کی حفاظت: جس طرح رمضان کے مہینے میں عبادتوں کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ اُسی طرح اِس مہینہ میں گناہوں کا بوجھ بھی اور دِنوں کے مقابلہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ اِس لئے اپنے روزے کی حفاظت فرمائیں۔ صرف کھانے پینے اور خواہشات نفسانی سے بچ جانے کا نام ہی روزہ نہیں بلکہ جسم کے ہر ہر عضو کا روزہ ہونا چاہیے۔ کسی کی چغلی نہ کریں، کسی پر بہتان نہ لگائیں، کسی کی غیبت نہ کریں، اپنی زبان سے ایسی کوئی بات نہ نکالیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو نا پسند ہو۔ نیکی وغیرہ کے کاموں میں اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ مصروف رکھیں پھر ہمیں رمضان المبارک کی فضیلت وبرکت حاصل ہوگی۔

رمضان میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ کثرت عبادت وکثرتِ دعا کا اہتمام کریں۔ گناہوں کی مغفرت کی جاتی ہے، جہنم سے نجات دی جاتی ہے۔ پیارے آقا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ صحر وافطار کے درمیان ایک دعا ضرور قبول کی جاتی ہے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنا چاہیے کیوں کہ تلاوت قرآن پاک میں ہر ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں اور قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھا جائے تو افضل ہے۔ یہ بھی کمال دیکھیں کہ سبھی آسمانی کتابیں اسی مہینے میں نازل ہوئیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانی والی کتاب قرآن مجید ہی ہے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ سب سے زیادہ مظلوم کتاب بھی یہی ہے کیوں کہ مسلمانوں کی جتنی بھی جماعتیں ہیں، جتنے بھی فرقے اور مسلک ہیں، اسے پڑھتے ضرور ہیں مگر اِس پر عمل نہیں کرتے مگر ہاں ایک موقع پر اِس کا استعمال بھر پور کیا جاتا ہے۔ جب مسلک والوں کو اپنی اپنی باتیں منوانی ہوتی ہیں اور اپنی باتوں کو سچ ثابت کرنا ہوتا ہے تو دلیل کے طور پر قرآنی آیتوں کو پیش کرتے ہیں۔ اِس لئے قرآن مجید کو آج کے دور میں زیادہ تر مسلمان دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے اور اپنی افکار وعقائد کی روشنی میں دلیل وحوالہ کے لئے ہی قرآن مجید کو وسیلہ اور حیلہ بناتا ہے۔

جب رمضان کا مہینہ آئے تو عمرہ کیا کرو کیوں کہ اِس میں عمرہ حج

کے برابر ہوتا ہے۔روزے دار کو چاہیے کہ روزہ رکھتے ہوئے ظاہری اور معنوی تمام گناہوں سے احتراز کرے۔کسی بھی طرح کی معصیت روزے کے فوائد سے انسان کو محروم کر دیتی ہے۔جس طرح کوئی شخص تہجد جیسی اہم نماز پڑھتا ہو مگر گناہ سے نہ بچتا ہو تو اُس کی نماز سے حقیقی منفعت اور اس کی برکت اُسے حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے جھوٹ اور بے ہودہ اعمال سے اجتناب نہیں کیا، اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ شخص کھانا پینا ترک کر دے۔اس سے معلوم ہوا کہ روزہ صرف بھوکے رہنے کا نام نہیں بلکہ انسان یعنی مسلمان مکمل ایمان ویقین کے ساتھ تقویٰ اختیار کرے اور روزہ رکھے۔

افطار کا اهتمام: اس مہینہ میں جہاں ہم ایک طرف عبادات وذکر واذکار کا اہتمام کرتے ہیں، وہیں حسب توفیق وحیثیت افطار کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ہم اپنے دستر خوان کو اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے سجاتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہترین نعمتوں سے نوازا۔دورانِ افطار طرح طرح کے مشروب ہمارے دستر خوان کی زینت بنتے ہیں۔اُن مشروبات میں ایک مشروب بہت ہی مخصوص ہے، مشہور ہے، مقبول ہے اور خاص ہے ''شربت روح افزا'' جو دل ودماغ کو فرحت بخشتا ہے اور تسکین قلب بھی۔سحر وافطار کے درمیان دیگر صحت بخش مشروبات کے ساتھ پانی زیادہ پینا چاہیے اور جسمانی صحت اور طاقت کو برقرار رکھنے کے لئے ہمدرد کا مایہ ناز ٹانک ''سنکارہ'' کا استعمال ضرور کریں، اس سے روزے کی تھکان بالکل دور ہو جائے گی۔افطار وسحری کے بعد ضرور نوش فرمائیں۔رمضان المبارک میں بھی اور اس کے بعد بھی سنکارا ضرور استعمال کریں۔

شربت روح افزا۔اور۔سنکارا: اس کا استعمال ایک طرف قوت وتوانائی کے لئے کام کرتا ہے، اس سے بہتر ٹانک صحت عامہ کے لئے ملک وبیرون ملک دستیاب نہیں، اتنی کم قیمت پر۔دوسری طرف اس کے استعمال سے دوگنا فائدہ ہے کہ یہ سب صدقۂ جاریہ کے مستحق ہوتے ہیں، اس لئے کہ ''ہمدرد'' اپنی آمدنی کا ۷۰ فیصد قوم وملت کے فلاحی وتعلیمی کام پر خرچ کرتا ہے، اس لئے اس کی ادویات استعمال کر کے ہم اجر وثواب کے حق دار بنتے ہیں۔اِن دونوں ادویات کی فراہمی اور اس کی افادیت پر خاص نظر ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اسے اپنے اِس ماہ مبارک میں قبول فرما کر بہتر اجر سے سرفراز فرمائے۔آمین

☆☆☆

☆ایریا سیلز منیجر ہمدرد دواخانہ، صوبہ راجستھان، مقیم جودھ پور
9163977927

حضرت مخدوم مہائمی کی حیات پر ۲۲۱ سالہ قدیم کتاب کی رونمائی

۲۳ مارچ ۲۰۲۲ء کو حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی علیہ الرحمہ کی حیات پر لکھی گئی قدیم کتاب **زینت المجلس** کا رسمِ اجرا ہوا۔اس میں حضرت مخدوم کے احوال وکوائف منظوم شکل میں پیش کیے گئے ہیں۔یہ کتاب آج سے ۲۲۱ سال پہلے قاضی یوسف مرگھے صاحب نے لکھی تھی، مگر اس کے بعد اس کی دوسری اشاعت نہیں ہوئی مفتی فاروق خان مہائمی مصباحی حفظہ اللہ نے خوب چھان بین کی اور تحقیق وترتیب کے مرحلے سے گزار کر اُس کی دوسری اشاعت کا انتظام فرمایا۔موصوف اس سے قبل حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی سے متعلق دو کتابوں ''سوانح مخدوم مہائمی'' اور ''اراۃ الدقائق فی شرح مراۃ الحقائق'' پر کام کر چکے ہیں اور بہت جلد ''رسالہ ضمیر الانسان'' اور ''رسالہ شرح سید الاستغفار'' بھی موصوف کی تحقیق وترجمے کے بعد شائع ہو جائیں گے۔**زینت المجلس** پر نظر ثانی، دار العلوم محبوب سبحانی کے صدر مفتی، سید شاکر حسین سیفی مصباحی دام ظلہ نے کی ہے اور ایک بیش بہا مقدمہ بھی رقم فرمایا ہے۔

کتاب کا رسم اجرا دو جگہوں پر عمل میں آیا ہے، دوپہر کو دیارِ مخدوم مہائمی میں حضرت مولانا سعد پٹھان ازہری مہائمی (خطیب وامام ماہم جامع مسجد) کے مبارک ہاتھوں سے اور شام میں حضرت سید گلزار میاں واسطی، حضرت مولانا سید اکرام الحق مصباحی، حضرت مفتی شاکر حسین سیفی، حضرت مولانا امجد علی مصباحی اور حضرت مفتی اختر رضا مجددی کے مبارک ہاتھوں سے دار العلوم محبوب سبحانی کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں ہوا۔

کتاب کی قیمت ۷۰ روپے ہے، جسے اِس نمبر 7860311024 پر رابطہ کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

شخصیات اسلام

۱۷-۱۸، رمضان المبارک عرس مبارک پر خراج عقیدت

خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی۔احوال وتعلیمات واثرات

منصور عالم برکاتی علیمی★

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرمالیتا ہے، اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (بقرہ: ۱۰۵)

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اے حبیب! تم فرمادو کہ فضل تو یقیناً اللہ ہی کے دست قدرت میں ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے۔ (آل عمران: ۷۳)

ایسے ہی خاص بندگان مولیٰ اور صاحبان فضل وکمال میں حضرت شیخ خواجہ محمود نصیر الدین چراغ دِلی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات والا صفات ہے۔ بادشاہی من مانی اور رعایا کی پریشانی کے بحرانی دور میں کل ہند روحانی نظام کو چلانے کے لئے جو بڑی فکری، عملی اور روحانی صلاحیتیں درکار تھیں وہ تمام صلاحیتیں حضرت کی شخصیت میں موجود تھیں۔ ان حالات میں حضرت ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے اور ہمت و استقلال کے ساتھ بندگان مولیٰ کی ارشاد وہدایت کا کام کرتے رہے۔

ابتدائی احوال: آپ کا اسم گرامی؛ محمود، لقب؛ نصیر الدین اور چراغ دہلی ہے۔ آپ کے آباو اجداد کا اصل وطن خراسان تھا۔ آپ کے جد بزرگوار حضرت شیخ سید عبد اللطیف یزدی حسنی قدس سرہٗ خراسان سے لاہور تشریف لائے اور وہیں اقامت پذیر ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ سید محمود یحییٰ کی ولادت لاہور میں ہوئی، بعد میں وہاں سے ہجرت کر کے اودھ تشریف لائے۔ آپ تاجر تھے، اون کی تجارت کرتے تھے۔ آپ صاحب ثروت اور اچھی حیثیت کے مالک تھے۔

ولادت و نسب: آپ کے والد مکرم سید یحییٰ حسنی جب شہر لاہور سے اودھ تشریف لائے تو وحدہ لاشریک نے آپ کو فرزند ارجمند کی صورت میں ۱۲۷۴ء میں ایک نعمت عطا فرمائی، جس کا نام محمود رکھا گیا جو بعد میں نصیر الدین چراغ دِہلی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب ''تذکرۂ سادات کرام برصغیر میں'' اور ''باغ سادات در نجف ظہورِ ایمان'' کے حوالے سے اس طرح تحریر ہے: حضرت امام علی نقی، سید جعفر ثانی، علی اصغر ادریس، سید اشرف، سید احمد، سید علی، سید محمد، سید احمد، سید عبد اللطیف، سید یحییٰ، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی۔

(تذکرۂ سادات کرام برصغیر ص: ۳۰۵، مرآۃ الاسرار، ص: ۸۵۹)

حضرت خواجہ کے مقام ولادت کے سلسلے میں اختلاف ہے، بعض نے ایودھیا اور بعض نے بارہ بنکی بھی ذکر کیا ہے لیکن زیادہ افراد نے ''ایودھیا'' ہی بیان کیا ہے اور اسی پر اکثریت کا اتفاق ہے، کہ آپ 'ایودھیا' میں ہی پیدا ہوئے۔ ابھی آپ کی عمر شریف ۹ رسال کی ہوئی تھی کہ والد گرامی سید محمود یحییٰ کا وصال ہوگیا، والد کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد آپ کی پرورش، آپ کی والدہ ماجدہ نے کی، انہوں نے اپنے لخت جگر، نورِ نظر کی اچھی تعلیم وتربیت کی۔ والدہ ماجدہ کی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ وقت طفولیت سے ہی آپ کی طبیعت نیک ہوگئی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت اور اس کے احکام کو بجالانے کا جذبہ آپ کی طبیعت کا حصہ بن گیا، آپ نماز کی پابندی، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام بچپن سے ہی فرماتے اور اس میں کسی طرح کوتاہی نہ کرتے۔

تعلیم و تربیت: والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ کی والدہ نے نہ صرف یہ کہ آپ کی اچھی پرورش کی بلکہ آپ کو تعلیم دِلانے کی بے حد کوشش کی۔ آپ پہلے دینی علوم کی تحصیل کے لئے مولانا عبد الکریم شروانی کی شاگردی میں رہے۔ مولانا کے دار الفناء سے دار البقاء کی جانب رحلت فرمانے کے بعد مولانا افتخار الدین گیلانی سے کتابیں پڑھیں۔ حتی کہ ہر علم میں آپ کو کمال حاصل ہوگیا۔ پچیس سال کی عمر میں ترک وتجرید اختیار فرمائی اور سب کچھ چھوڑ کر مجاہدہ اور محاسبہ نفس میں مشغول ہوگئے۔ (خزینۃ الاصفیاء، ص: ۲۱۹۔ مرآۃ الاسرار، ص: ۸۵۹)

شرف بیعت: علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد کمال باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور بے حد عبادت وریاضت اور مجاہدہ کیا۔ سات برس تک ایک دو ساتھیوں کے ہمراہ آپ صحرا نوردی کرتے رہے، جنگلوں میں عبادت کرتے اور پتوں سے اپنا روزہ افطار کرتے۔ ۴۳ رسال کی پختہ عمر میں دہلی کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت سلطان المشائخ حضرت خواجہ

نظام الدین اولیاء قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر شرف بیعت حاصل کیا۔اس کے بعد دلی آپ کی روحانی آرزوؤں اور عرفانی ولولوں کا مرکز ہوگیا۔ابتدا میں اپنی بہن یعنی شیخ کمال الدین پٹنی کی خالہ اور آپ کے دوسرے خلیفہ شیخ زین الدین علی کی والدہ سے ملاقات کے لئے وطن یعنی اودھ تشریف لے جاتے لیکن جب ان کا انتقال ہوگیا تو پھر بھانجوں کو اپنے ساتھ دہلی لے آئے اور وطن کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا۔اس کے بعد آپ کا وقت حضرت سلطان المشائخ کی خانقاہ میں عبادت و ریاضت اور درویشوں کی خدمت میں گزرتا۔آپ نے اپنے تقویٰ، پرہیزگاری اور خاموش ریاضت کی بدولت اپنے مرشد کے دل میں وہ جگہ بنالی جو اُن کے دوسرے مشہور مریدوں کو بھی میسر نہ تھی۔(آب کوثر، ص: ۴۱۳-۴۱۴)

اجازت و خلافت: سلطان المشائخ نے اپنے مرید صادق نصیرالدین کو دیکھا کہ یہ احکام خداوندی بجالانے میں کوئی کوتاہی نظر نہیں کرتا، ہر وقت شرعی احکام کی سختی کے ساتھ پابندی کرتا ہے تو آپ نے خرقہ خلافت سے نوازا۔مرشد برحق اپنے مرید صادق خواجہ محمود نصیر الدین سے بڑی محبت فرماتے۔ادھر خواجہ محمود نصیرالدین کا بھی یہی حال تھا، آپ کو مرشد کامل سے غیر معمولی شغف اور انس تھا۔اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ جس مکان میں سلطان المشائخ مشغول عبادت و ریاضت ہوتے اُس کمرے میں خواجہ محمود کے علاوہ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی، اسی کمرے میں شیخ کامل مرشد برحق نے اپنے مرید کامل کی خوب تربیت فرمائی اور جس طرح آپ چاہتے، اس اعتبار سے آپ کو سجایا سنوارا۔مرشد کامل کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے محبت الٰہی کی چنگاری جو دل میں دبی پڑی تھی، اسی خلوت کدہ میں شعلہ بن گئی۔

جب سلطان المشائخ حضرت نظام الدین قدس سرہ کا وقت رحلت قریب آیا تو آپ نے اپنے منتخب خلفا کو طلب کیا۔آپ نے مولانا برہان الدین غریب کو دستارِ خاص، مثال خلافت، پیراہن اور مصلیٰ عطا کیا۔ارشاد ہوا کہ آپ ملک دکن تشریف لے جائیں اور فرائض ارشاد و ہدایت بجالائیں۔یہی تمام چیزیں شیخ یعقوب پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا ہوئیں اور گجرات کی طرف روانگی کا حکم ہوا۔اسی طرح بہت سے پارچہ جات دوسرے خلفاء کو مرحمت ہوئے۔یہاں تک کہ حضرت سلطان المشائخ کا بقچہ خالی ہوگیا اور کوئی کپڑا باقی نہ رہا۔شیخ نصیرالدین چراغ دہلی بھی وہاں حاضر تھے لیکن انھیں کچھ نہ ملا اور نہ ہی کچھ ارشاد ہوا۔حاضرین مجلس حیران تھے کہ شیخ نصیرالدین محمود کس سبب سے محروم رہ گئے؟ لیکن چند روز گزر جانے کے بعد حضرت سلطان المشائخ نے اپنے خلیفہ خاص حضرت نصیرالدین چراغ دہلی کو طلب فرمایا۔آپ کو خواجگان طریقت سے جو خرقہ، مصلیٰ، تسبیح، عصا، نعلین اور کاسہ چوبیں (جو حضرت بابا فرید قدس سرہ سے آپ کو ملا تھا) وہ سب حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلی کو عطا فرمایا اور لوگوں کی جفا پر صبر و تحمل کرنے کی تلقین فرمائی۔

(سیر العارفین، تاریخ ہندوستان، آب کوثر، ص: ۴۱۱)

جانشینی کے بعد: حضرت سلطان المشائخ نے غیاث الدین تغلق کے زمانے میں سماع سے متعلق محضر کا واقعہ دیکھا تھا۔آپ کی چشم دور بیں نے اندازہ کرلیا تھا کہ دہلی میں تصوف کا عہد زریں ختم ہوا اور اب جو زمانہ آنے والا ہے، وہ آزمائش و ابتلا کا زمانہ ہے۔انھوں نے سجادہ نشینی کے لئے اس شخص کا انتخاب کیا جو کانٹوں کے اس تاج کے لئے سب سے زیادہ موزوں تھا جس کے زہد و تقویٰ کے دوست و دشمن سب گواہ تھے اور جو تحمل اور استقلال کا پہاڑ تھا۔(آب کوثر: ۴۱۵)

مرشد کامل کی جانشینی اور دلی کی ولایت کی سربراہی ملنے کے بعد خواجہ نصیرالدین کا جو ابتدائی دور ہے وہ نہایت عسرت و تنگی، تکلیف و مشقت کا زمانہ ہے۔یہ ایسا زمانہ تھا جس میں ایک وقت کا کھانا بھی آپ کو میسر نہ تھا، رات میں چراغ روشن کرنے کے لئے تیل موجود نہ ہوتا، کئی کئی روز تک مسلسل چولہا نہ جلتا۔ان تمام تر حالات کو دیکھ کر آپ کے اعزا و احبا کچھ سامان معاش کا اہتمام کرنے کا ارادہ کرتے، لیکن آپ ان کو منع فرمادیتے اور اسی مشقت بھری اور فقر و فاقہ والی زندگی میں خوش رہتے۔آپ اپنے ملفوظات ''خیر المجالس'' میں ان ایام فقر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

آج اللہ تعالیٰ نے یہ جمعیت اور نعمتیں عنایت فرمائی ہیں۔ایک بار میں نے روزہ رکھا، دو دن گزرے کچھ کھانا نہ ملا۔ایک آشنا تھو نام کا تھا وہ دو روٹی معہ ترکاری دسترخوان میں لپیٹ کر لایا اور میرے آگے رکھی۔اس حال میں اس (کھانے) نے وہ مزا دیا کہ بیان نہیں ہوسکتا۔آپ اس مزے کو یاد کر کے سر ہلاتے تھے۔

میں نے دل میں کہا: سبحان اللہ! یہ فقر کیا نعمت ہے کہ اس کا اول و آخر دونوں خوب ہیں پھر اور مشقتوں کا ذکر فرمایا کہ اکثر راتوں کو میرے گھر میں چراغ روشن نہ ہوتا، چند دن متواتر چولہا نہ سلگتا۔وہ کیا

عمدہ دن اور پر ذوق زمانہ تھا۔ اگر کوئی دنیادار ملنے آتا تو میں جبۂ شیخ پہن کر بیٹھ جاتا۔ جب وہ چلا جاتا تو لباس کھاروئے (موٹا کھدرا) پہن لیتا کہ جامۂ شیخ پہن کر وضو نہ کرنا پڑے۔ غرض لوگوں سے اپنا فقر اس قدر پوشیدہ رکھتا تھا۔ آپ ان باتوں کو بیان کرنے میں روتے جاتے گویا وہ ذوق اس وقت حاصل ہے۔ (خیر المجالس اردو، ۶۳ ویں مجلس)

جن کا لقب روشن چراغ، انہی کے گھر میں اسے روشن کرنے کے لئے مسلسل کئی روز تک تیل میسر نہیں، جب کہ دہلی آپ کی ذات بابرکت اور آپ کے فیوض و برکات سے منور و معمور تھی۔ آپ کے اس فقر و صبر پر صد بار آفریں کہنے کو جی چاہتا ہے لیکن یہ تکلیف و مشقت اور عسرت و تنگی کا یہ زمانہ آہستہ آہستہ ختم ہوگیا اور اس کی جگہ خوش حالی اور فارغ البالی کا زمانہ آتا گیا۔ آپ اپنی آسوگی اور کشادگی کے زمانہ میں مسلسل ان پر تکلیف ایام کو یاد فرماتے اور کہتے تھے سبحان اللہ! یہ فقر بھی کیا نعمت ہے؟ اس کے اول و آخر دونوں ہی خوب ہیں۔ وہ کیا عمدہ دن اور پر ذوق زمانہ تھا، یہ کہتے اور آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ (ایضاً)

آسودگی اور خوش حالی کے زمانے میں بھی مہمان اور مریدوں کے لئے دسترخوان پر عمدہ غذائیں اور لذیذ قسم کے کھانے ہوتے لیکن خود صائم الدہر ہوتے۔ دسترخوان لگا ہوا تھا، حاضرین میں ایک شخص کا نفلی روزہ تھا، اس کی خاطر جناب خواجہ نے خود بھی افطار فرمایا۔ آپ سبھوں کو کھانے کی خوب تاکید فرماتے تھے۔ (ایضاً، ۷۱ ویں مجلس)

مرشد سے محبت: خواجہ محمود نصیر الدین اپنے شیخ کامل سے حد درجہ محبت والفت رکھتے، آپ کے مرشد بھی آپ سے غایت درجہ محبت فرماتے، خواجہ محمد گاذرونی شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ العزیز کے ایک مرید خاص تھے جو بارگاہ محبوب الٰہی میں اکثر آیا کرتے اور سلطان المشائخ کی مجلس سے فیض یاب ہوتے تھے۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ وہ سلطان المشائخ کے جماعت خانہ میں موجود تھے، تہجد کی نماز کے لئے وضو کرنے وضو خانہ میں گئے، تو اپنا لباس اتار کر رکھ دیا، جب واپس تشریف لائے تو اُسے نہ پایا، خواجہ محمود بیاشائی جو جماعت خانہ کے خادم تھے اور درویش کامل تھے، ان سے دریافت کیا، اسی دوران، اُن سے کہا سنی ہوئی اور اس وقت آواز تھوڑی بلند ہوگئی، اس وقت خواجہ نصیر الدین خانقاہ کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے ذکر و اذکار میں مشغول تھے، جب آپ نے بلند آواز سنی تو اس طرف گئے اور احوال دریافت کیا۔ اس کے بعد اپنا لباس اتار کر کے خواجہ محمد گاذرونی کو عطا فرما دیا، آہستہ آہستہ اس کی خبر سلطان المشائخ تک پہنچی، تو آپ نے حضرت محمود نصیر الدین کو اپنے بالا خانے پر طلب فرمایا، جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو اپنا پیرہن عنایت فرمایا، آپ کے اخلاق حسنہ سے بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔ شیخ کامل محبوب الٰہی اُس وقت اپنے حجرہ میں عبادت و ریاضت میں مشغول تھے، آپ نے اس ارادے سے اپنا کپڑا اتار کر دے دیا کہ بات اور آگے نہ بڑھے اور شیخ کی عبادت میں خلل واقع نہ ہو۔ (سیر الاولیاء، ص:۲۳۶)

اتباع مرشد: ''سیر الاولیاء'' کے مصنف لکھتے ہیں، کہ انہوں نے سید السادات اپنے عم بزرگوار سید حسین رحمۃ اللہ علیہ، سے سنا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آج سلطان المشائخ کی باعظمت بارگاہ حضرت خواجہ محمود نصیر الدین چراغ دہلی کے وجود سے بارونق ہے اور دہلی شہر میں بجز شیخ محمود نصیر الدین کے کوئی شخص سلطان المشائخ کا مقام و مرتبہ نہیں رکھتا ہے، کیونکہ آپ ظاہر و باطن میں تا بامکان سلطان المشائخ کی طرز و روش سے ذرہ برابر تجاوز نہیں کرتے اور اس کام میں سلطان المشائخ کے تمام خلفا میں مکمل خوش نصیبی آپ کو ہی حاصل ہے اور آپ مرتبہ کمال پر پہنچ گئے ہیں۔ (سیر الاولیاء، ص:۲۳۷)

خانقاہ نصیریہ کا نظام ارشاد: آپ کی بافیض بارگاہ میں ہند و بیرون ہند دور دراز علاقوں سے ہر طبقہ کے لوگ استفادہ کے لئے حاضر ہوتے۔ جو شخص جس حیثیت کا حامل ہوتا اُسی کے مطابق آپ اس کی مذہبی و روحانی تربیت فرماتے۔ آپ اپنے تبلیغی و روحانی اندازِ تربیت میں مراتب کا خاص خیال فرماتے۔ مخاطب کے مقام و مرتبے کا خیال کرنا آپ کی گفتگو کا ایک اہم حصہ تھا۔ آپ كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ کا مظہر تھے۔ اگر کوئی دینی علوم سے آراستہ و پیراستہ ہو کر آپ کی بارگاہ میں اکتساب فیض کے لئے حاضر ہوتا تو اس کے علمی اور دینی مقام و مرتبہ کا پاس لحاظ رکھتے ہوئے وعظ و نصیحت فرماتے اور اگر کوئی علم سے ناآشنا شخص استفادہ کے لئے آپ کی بارگاہ میں دستک دیتا تو اسی کی ذہنی سطح کے مطابق آپ کی پند و نصیحت کا سلسلہ دراز ہوتا۔

(۱) ایک مرتبہ ایک صاحب علم شرف بیعت سے مشرف ہونے کے لئے آپ کے پاس تشریف لائے۔ یہ ہدایہ، بزدوی اور کشاف پڑھ چکے تھے۔ اس سعادت سے مشرف ہونے کے بعد محلوق ہوئے۔ اس

کے بعد شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

جب کوئی طریقت میں داخل ہو تو اس کو چاہیے کہ آستین چھوٹی کرے، دامن اونچا رکھے اور سر منڈائے۔ آستین چھوٹی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اس کٹی ہوئی آستین کو دیکھے تو اس کو یاد آ جائے گویا کہ اس نے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے، تا کہ اس ہاتھ کو مخلوق کے آگے نہ پھیلا سکے۔ دامن اونچا کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے گویا اُس نے اپنا پیر کاٹ لیا ہے، جب اس کٹے ہوئے دامن کو دیکھے تو اس کو یاد آ جائے کہ اس نے اپنا پاؤں کاٹ لیا ہے تا کہ کسی ایسی جگہ نہ جائے جہاں معصیت اور برائی ہو۔ سر منڈانے کا مطلب یہ ہے کہ جب اپنا محلوق سر دیکھے تو اسے یاد آ جائے کہ اس نے راہِ حق میں اپنے سر قلم کر دیا ہے تا کہ اس سے کوئی خلافِ شرع امر کا ظہور نہ ہو۔ (ایضاً پندرہویں مجلس)

(۲) ایک مرتبہ ایک کاشت کار آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا: کیا کرتے ہو؟ اس نے عرض کی: زراعت کرتا ہوں۔ فرمایا: زراعت اچھا لقمہ ہے اور بہت سے کاشتکار صاحب حال گزرے ہیں۔ (اڑتالیسویں مجلس)

حضرت دہلی کی خانقاہ میں اکتساب فیض کے لئے جو عام و خاص حاضر ہوتے سب کی اصلاح و تربیت میں وقت صرف فرماتے، اسی طرح شاہی دربار کے ملازمین و خادمین میں سے جس کی بھی راہِ الٰہی میں طلب صادق ہوتی اور اسی سچی طلب کے ساتھ آپ کی متبرک بارگاہ میں حاضر ہوتا تو اس کی اخلاقی، روحانی، مذہبی اصلاح و تربیت کرنے میں بالکل بھی تامل نہ فرماتے۔ البتہ شاہی ملازمت کے حوالے سے آپ کا نکتہ نظر، یہ تھا کہ یہ روحانیت کے منافی ہے۔

ایک مرتبہ ایک سید صاحب جن کا نام شرف تھا آپ کی خدمت میں بارادۂ بیعت حاضر ہوئے۔ وہ جوہری بازار کے داروغہ اور نیک و صالح انسان تھے۔ حضرت چراغ دہلی قدس سرہ نے کلاہ منگوائی اور بیعت کے لئے دستِ مبارک آگے بڑھایا اور اقرار لیا پھر دوگانہ نماز پڑھوائی، نماز کے بعد مخاطب کر کے فرمایا: ہر امر میں پیغمبر ﷺ کی متابعت کرنی چاہیے اور تمہارے لئے یہ امر اور بھی ضروری ہے کہ تم آل رسول ﷺ سے ہو۔ رسول ﷺ کی متابعت دو چیزوں میں ہے: جو کچھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کہا وہ کرنا اور جس سے منع کیا ہے اس سے اجتناب کرنا۔ چونکہ آپ جوہری بازار کے داروغہ تھے اس لئے حضرت نے آپ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: خرید وفروخت میں ہر گز جھوٹی بات زبان پر نہیں آنی چاہیے۔ مثال کے طور پر ایک چیز پانچ درہم میں خریدی ہوئی ہے، جب کسی خریدار کو اُس کے لینے پر آمادہ دیکھے تو یہ نہ کہے کہ میں نے چھ درہم میں لی ہے، سات درہم میں دوں گا، اس سے ہرگز کچھ بھی برکت نہیں ہوتی بلکہ نقصان ہوتا ہے۔ ہاں! اگر کوئی یہ کہے کہ یہ ایک دام پانچ درہم میں دوں گا تو اس کے اس ایک دام میں برکت ہوگی اور اس کا مال اس طرح بڑھے گا کہ خود اس کو خبر نہیں ہوگی۔

(ایضاً، اٹھائیسویں مجلس)

خواجہ نصیر الدین چشتی اپنی مجلسوں میں اکثر کلام پاک اور احادیث نبوی کی تعلیمات پر گفتگو فرماتے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا: لوگوں نے قرآن و حدیث کو چھوڑ دیا ہے، اس پر عمل پیرا نہیں، اس لئے لوگ خراب و پریشان ہیں۔ (ایضاً انتالیسویں مجلس)

خلق کی اصلاح و تربیت، رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ اتنا بڑھ گیا کہ آپ کو اضافی عبادت و ریاضت کے لئے بھی وقت نہ ملتا تھا۔ آپ نے اپنے ملفوظات کے مرتب حمید شاعر کو ایک روز مخاطب کر کے فرمایا: اب مجھ کو خلوت میں عبادت کرنے کی فرصت نہیں، دن بھر اللہ کی مخلوق کے ساتھ رہتا ہوں، اکثر قیلولہ بھی میسر نہیں آتا، قیلولہ کرنا چاہتا ہوں تو لوگ آ کر جگا دیتے ہیں کہ فلاں آیا ہے، تم لوگوں کو فرصت ہے عبادت میں مشغول رہو، حمید شاعر نے یہ سن کر عرض کیا کہ ہر چند جناب کا ظاہر خلق سے مشغول معلوم ہوتا ہے مگر باطن شریف ہمیشہ حق سے مشغول رہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا: رات کو البتہ کچھ ذکر یا وظیفہ ہو جاتا ہے لیکن دن میں کچھ نہیں ہوتا، پھر فرمایا: پھر بھی عنایت ربانی سے ناامید نہیں ہوں۔

(ایضاً، بارھویں مجلس)

ترویج علم: حضرت چراغ دہلی قدس سرہ کے عقیدت مندوں میں تین حضرات ایسے ہیں جن کا شمار وقت کے کبار اور چوٹی کے علما میں ہوتا ہے۔ یہ حضرات عہد فیروز شاہی کے مشہور ترین مشائخ و علما تھے۔ حضرت مولانا احمد تھانیسری، مولانا خواجگی اور قاضی عبد المقتدر دہلوی رحمہم اللہ۔ یہ تینوں حضرت چراغ دہلی رحمہ اللہ کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ اشاعت علم اور ارشاد و ہدایت کے حوالے سے خاندان تغلق اور خاندان سادات کے عہد حکومت میں حضرت چراغ دہلی اور اُن کے معتقدین سب سے زیادہ ممتاز ہیں۔ اگر اس زمانے کو روحانی اور علمی نقطہ نظر سے حضرت چراغ دہلی اور ان کے خلفاء کا زمانہ کہیں تو بجا ہے۔ شیخ عبد الحق

محدث دہلوی رحمہ اللہ قاضی عبدالمقتدر کے ضمن میں لکھتے ہیں:
''وہ ہمیشہ درس دیتے اور اشاعت علم میں مشغول رہتے اور شیخ نصیرالدین محمود قدس سرہ اور اُن کے خلفا کا یہی طریقہ تھا۔شیخ کے پاس جو مرید آتے انھیں علمی اشتغال اور حفظ شریعت کی تلقین کرتے اور فرماتے کہ ایک مسئلہ شرعی میں دیانت داری سے غور وخوض کرنا، ریا اور غرور کی عبادتوں سے بہتر ہے۔(اخبارالاخیار ص ۱۵۰)

محمد تغلق کے ساتھ تعلقات کی نوعیت:

سلطان غیاث الدین تغلق ہندوستان کا مایہ ناز بادشاہ تھا۔اس کا جانشین محمد بن تغلق ہوا۔یہ حافظ قرآن، پابند نماز اور عربی فارسی میں اعلیٰ خطوط لکھنے میں ماہر تھا۔اس کی قابلیت و جودت طبع سب کے نزدیک مسلم ہے لیکن ان خوبیوں کے باوجود اس سے ہندوستان کا نقصان زیادہ اور نفع کم ہوا۔اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جو بات اس کے دل میں بیٹھ جاتی یا جس کام کو کرنے کا ارادہ کرلیتا اُسے پورا کرنے کے لئے شدت سے کام لیتا،حتیٰ کہ کبھی ظلم اور کبھی احمقانہ افعال پر اتر آتا۔(آب کوثر،ص: ۴۰۲) سلطان محمد تغلق کے نیم پختہ منصوبوں سے نہ صرف عام خلائق کو تکلیف ہوئی بلکہ ملک میں عام بد نظمی پھیل گئی۔اس کے تخت نشیں ہونے کے بعد مذہبی نظام بالخصوص صوفیہ کرام کا جو پہلے اثر ورسوخ تھا، ان کی ذات کی جو مرجعیت تھی اس نے اسے کم کرنے کے لئے اور انھیں اعلانیہ طور پر حکومت کے تابع لانے کے لئے ایک قدم یہ اٹھایا کہ انھیں اپنی نجی خدمتیں سپرد کیں۔جو کوئی ان سے گریز کرتا اُس پر ہر طرح کی سختی کی جاتی۔(آب کوثر،ص: ۴۰۴)

آب کوثر کے مولف نے ابن بطوطہ کے حوالے سے لکھا ہے:
ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ سلطان محمد تغلق بادشاہ ہوا تو اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ مشائخ اور علما کو اپنی نجی خدمتیں سپرد کرتا۔اس (خدمت) پر یہ دلیل لاتا تھا کہ خلفائے راشدین سوائے اہل علم اور اہل صلاح کے کسی کو کوئی خدمت سپرد نہ کرتے تھے۔ایک بڑی زیادتی اس نے سلطان المشائخ کے جانشین حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلی قدس سرہ پر کی کہ انھیں اپنی جامہ داری اور کپڑے پہنانے پر مقرر کیا۔آپ نے منع کیا تو قید خانہ میں ڈال دیا۔(آب کوثر،ص: ۴۰۴)

اسی طرح بعض مورخین وغیرہ مثلاً تاریخ فرشتہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ محمد بن تغلق مشائخ سے اپنا ذاتی کام لیا کرتا تھا لیکن محمد بولاق چشتی مصنف ''مطلوب الطالبین'' نے اس کی تردید کی ہے اور لکھا ہے:

''بعض می گویند کہ سلطان محمد تغلق شیخ نصیرالدین را جامہ دار خود کردہ بود،محض کذب گفتار عوام الناس است و بہ کتابے در نظر نیامدہ۔''
(محمد بن تغلق کے مذہبی رجحانات ص ۱۷۲)

خلیق احمد نظامی کا کہنا ہے کہ میرے نزدیک اس نجی خدمت سے مراد وہی تبلیغی کام ہے جو وہ علما و مشائخ کو تبلیغ کے لئے ادھر ادھر بھیج کر سپرد کیا کرتا تھا۔اس خیال کی تائید ابن بطوطہ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو وہ اسی متذکرہ بالا جملے کے آگے تحریر کرتا ہے کہ اس (خدمت) پر یہ دلیل لاتا تھا کہ خلفائے راشدین سوائے اہل علم اور اہل صلاح کے کسی کو کوئی خدمت سپرد نہ کرتے تھے'' ظاہر ہے کہ خلفائے راشدین نے اہل علم اور صلاح کو کس قسم کی خدمت سپرد کی ہوگی؟ وہ کسی کو بھی اپنی جامہ داری یا اپنی ذاتی خدمات پر مقرر نہیں کرتے تھے۔
(محمد بن تغلق کے مذہبی رجحانات،ص: ۱۷۳)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: سلطان محمد بن تغلق بادشاہ دہلی نے شیخ نصیرالدین محمود کو آپ کے کمالات عالیہ کے باوجود تکلیف دینا اپنا بہترین مشغلہ بنا رکھا تھا۔اپنے ہمراہ سفر میں آپ کو پیدل چلاتا، اس نے آپ کو اپنا خانساماں مقرر کیا۔شیخ نصیرالدین ان تمام تکالیف کے کاموں کو صرف اپنے شیخ کی وصیت کی بنا پر برداشت کرتے اور اُف تک نہ کرتے۔ایک دفعہ سلطان محمد تغلق نے شیخ نصیرالدین محمود کے لئے سونے اور چاندی کے برتنوں میں اس غرض سے کھانا بھیجا کہ اگر نہ کھائیں گے تو اسی کو سبب بنا کر جرم عائد کردوں گا اور کھالیں گے تو پوچھوں گا کہ آپ نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھا کر غیر شرعی اور ناجائز کام کا ارتکاب کیوں کیا؟ جب شیخ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو آپ نے زبان سے کچھ نہ فرمایا،البتہ سونے کے ایک برتن سے تھوڑی سی یخنی اٹھائی اور اُسے ہتھیلی پر رکھ کر چکھ لیا،اس سے بداندیش اور بدخواہوں کے ارادے معرض وجود میں نہ آسکے۔(اخبارالاخیار ص ۱۷۸)

یہ واقعہ خزینۃ الاصفیاء میں بھی کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ مذکور ہے۔(خزینۃ الاصفیاء ص ۲۲۲) شیخ بندہ نواز گیسو دراز کے ملفوظات بنام ''جوامع الکلم'' میں مذکور ہے:
جب سلطان محمد تغلق حضرت خواجہ نصیرالدین کے سامنے بے ادبی سے پیش آیا تو مولانا برہان الدین یہ واقعہ سن کر بہت رونے لگے اور فرمایا کیا کروں مولانا محمود بہت حلیم وکریم ہیں،اگر چاہتے تو ایک دم میں بادشاہ کو

اس کے تمام لاؤلشکر سمیت تباہ کرسکتے تھے۔(جوامع الکلم،ص:۴۱۵)

امیر خورد نے لکھا ہے کہ محمد بن تغلق جس نے مملکت ہندوستان کے طول وعرض کو اپنے قبضہ میں لے لیا تھا، شیخ نصیر الدین محمود رحمہ اللہ کو جن کو تمام عالم بالاتفاق شیخ عصر تسلیم کرتا تھا اور جن کے بہت سے لوگ مرید تھے، ایذائیں پہنچائیں لیکن شیخ نصیر الدین محمود نے اپنے پیروں کی اتباع میں تمام باتوں کو برداشت کیا اور بدلہ لینے کی کوشش نہیں کی، بادشاہ اپنی عمر کے آخری زمانہ میں ٹھٹھہ کی مہم پر گیا جو شہر دہلی سے ہزار کوس پر واقع تھا، وہاں پہنچ کر شیخ نصیر الدین محمود کو علما اور بزرگان دین کو طلب کیا، ان کا شایان شان احترام نہیں کیا، ان لوگوں نے تحمل سے کام لیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو تخت سلطنت سے اتار کر تختۂ تابوت پر شہر لائے۔ شیخ نصیر الدین محمود سے سوال کیا گیا کہ آپ کو اس بادشاہ نے ایذا کیوں پہنچائی تو انہوں نے فرمایا کہ میرے اور حق تعالیٰ کے درمیان ایک معاملہ تھا، اس کی اس ایذا رسانی کی وجہ سے اس معاملے کو اٹھا لیا گیا۔(سیر الاولیاء،ص:۲۵۵)

بطور خلاصہ سلطان محمد تغلق کے حوالے سے اتنا کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے کاموں میں ضدی ہونے کی بناء پر کسی کو بھی نہیں بخشتا تھا۔ یہ بات حضرت نصیر الدین چراغ دہلی اور دیگر متذکرہ بالا مشائخ کے ساتھ اس کے سلوک اور رویے سے عیاں ہے۔ دوسری بات یہ کہ سلطان محمد تغلق نے صوفیہ کی جو اس حد تک مخالفت کی ہے اس کی وجہ سیاسی بھی ہوسکتی ہے کہ یہ ساری بدسلوکی اپنا شاہی اقتدار بڑھانے کے لئے اور صوفیہ کے اقتدار کو گھٹانے کے لئے کی ہو لیکن سب سے بڑی وجہ جو نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ سلطان محمد بن تغلق نے حضرت چراغ دہلی وغیرہ کو دکن جاکر تبلیغ اسلام کی تلقین کی، اس میں سلطان کی نیت اگرچہ درست رہی ہو لیکن مطالبہ غلط تھا۔ سلطان یہ چاہتا تھا کہ یہ صوفیہ اس کے تابع ہوکر احکام کا احترام کرتے ہوئے ملک کے مختلف گوشوں میں چلے جائیں لیکن یہ چیز مشائخ کے بنیادی مسلک سے ٹکراتی تھی اور درج ذیل چند وجوہات کی بنا پر یہ سلطان کے اس مطالبہ کو پورا کرنے سے قاصر تھے۔

(۱) صوفیہ کے نزدیک حکومت وقت سے تعلق رکھنا روحانی موت کے مترادف تھا۔ (۲) صوفیہ کا دائرۂ عمل اور جائے قیام شیخ کی طے کی ہوئی ہوتی تھی۔ وہ قطعاً اس مقام کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے جہاں ان کے شیخ نے انھیں بٹھادیا تھا۔ (۳) مشائخ چشت نے اپنے طور پر یہ طے کرلیا تھا کہ وہ خود سیاسی معاملات میں قطعاً دخل نہیں دیں گے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی عہد کرلیا تھا کہ وہ اپنی خانقاہوں کا پرسکون ماحول شاہان وقت کو خراب نہیں کرنے دیں گے۔

(۴) اِن بنیادی اصولوں کے پیش نظر کام کی نوعیت کا خیال ان کے لئے بالکل بے معنی تھا۔ اچھا یا برا کوئی کام ہو سلطان وقت سے تعلق ان کے نزدیک کسی طرح جائز نہ تھا۔(تاریخ مشائخ چشت،ص:۱۹۳)

وفات حسرت آیات: جب وقت رحلت آیا تو حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے دفن کرتے وقت حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین کا خرقہ میرے سینے پر رکھ دینا اور میرے پیرومرشد کا عصا میرے پہلو میں رکھنا۔ حضرت شیخ کی تسبیح میری انگشت شہادت پر ہونی چاہیے اور چوبیں نعلیں بغل میں رکھی جائیں۔(خزینۃ الاصفیاء، ص:۲۲۵) حضرت کا وصال شب جمعہ ۱۸ ماہ رمضان المبارک کو ۷۵۷ھ میں سلطان فیروز شاہ کے عہد حکومت میں ہوا۔ آپ کے خادم نے وصیت کے مطابق تدفین کی۔ جب زمین نے علم وارشاد کے اِس درِّ یتیم کو اپنی آغوش میں لیا تو چشتیہ سلسلہ کا ایک تابناک دور ختم ہوگیا۔ آپ کا مزار پرانوار دہلی میں قبلہ حاجات خلق ہے۔(مرآۃ الاسرار،ص:۸۶۶)

اس دور کی دو خصوصیات نہایت اہم درجہ کی حامل تھی:

(۱) چشتیہ سلسلہ کا ایک مرکزی نظام تھا۔ اسی مرکز سے تمام متعلقین سلسلہ کی روحانی اور اخلاقی اصلاح وتربیت ہوتی تھی۔ حضرت خواجہ اجمیری، شیخ قطب الدین، حضرت بابا فرید گنج شکر اور حضرت محبوب الٰہی قدس سرہم کے خلفاء اور مریدین ملک کے دور دراز علاقوں میں کام کرتے لیکن ان کی نگاہیں ہمیشہ اجمیر، دہلی یا اجودھن کی طرف لگی رہتی تھیں۔ وہ اپنے آپ کو ایک مرکزی نظام کے ماتحت تصور کرتے تھے۔

(۲) امراء وسلاطین سے کسی قسم کا تعلق رکھنا روحانی سعادت کے منافی سمجھا جاتا۔ حکومت کی ملازمت کی طرف اگر کسی خلیفہ کا ذرہ برابر بھی رجحان پاتے تو فوراً خلافت نامہ واپس لے لیتے۔ حضرت چراغ دہلی کے بعد سلسلہ کے یہ دو بنیادی اصول ماضی کی داستان بن کررہ گئے۔ مرکزی نظام تباہ وبرباد ہوگیا۔ مرکز سے علیحدہ صوبوں میں مستقل خانقاہیں قائم ہوگئیں۔(تاریخ مشائخ چشت،ص:۱۸۶۔۸۷)

آپ کی وصیت: حضرت خواجہ نے اپنے بعد کسی خلیفہ کو اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا، آپ کے خادم خاص، شیخ زین الدین نے فرمایا کہ

آپ اپنا جانشین کسی کو مقرر فرمادیں ،آپ نے دریافت فرمایا کہ کس کو بنادوں،توآپ کے خلفاء کوتین جماعتوں میں تقسیم کیا گیا،اولیٰ،اوسط،ادنیٰ اور فہرست بارگاہ میں پیش کی گئی۔آپ نے مراقبہ فرمایا۔سرمبارک کومراقبے سے اٹھا کرفرمایا: جاؤاِن سب سے کہہ دینا کہ اپنے ایمان کی حفاظت کریں اوراس کومحفوظ کر کے قبر میں لے جانے کی فکر کریں،سجادگی کی فکر نہ کریں۔

خلفائے کرام: دعوت وتبلیغ اوراصلاح وارشاد کا جو نظام حضرت محبوب الٰہی اور پھر حضرت خواجہ نصیرالدین نے قائم کیا تھا، ملک کے کونے کونے میں اس نظام کو برپا کرنے میں خواجہ نصیرالدین کے خلفا کا بنیادی کردار ہے۔ذیل میں چند شخصیات کا ذکر کیا جارہا ہے:

(۱) میر سید محمد گیسودراز بن یوسف چشتی (۸۲۵ھ)

آپ یوسف الحسنی دہلوی کے بیٹے اورخواجہ نصیرالدین چراغ دہلی رحمہ اللہ کے خلیفہ خاص تھے۔وقت کے اولیائے حق اور مشائخ عظام میں شمار کیے جاتے ۔سیادت ،نجابت ،کرامت اورعلم وولایت کے جامع اور بڑے رفیع الدرجہ،عظیم البرکت اور قادرالکلام بزرگ تھے۔آپ مشائخ چشت اہل بہشت میں ایک خاص مشرب کے مالک تھے۔ اسرارِ حقیقت اورطریقت میں خاص مہارت رکھنے والے اور بے مثال تھے۔ ابتدائی زندگی دہلی میں بسر کی لیکن شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کی وفات کے بعد دکن (گلبرگہ) تشریف لے گئے۔وہاں آپ کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔ وہاں کے تقریباً تمام خوردوکلاں آپ کے مرید اورفرماں بردار ہوگئے۔آپ کے مریدوں میں سے ایک شخص شیخ محمد نے آپ کی مجالس کی گفتگو پر مشتمل ایک کتاب بصورت ملفوظات ’’جوامع الکلم‘‘ ترتیب دی۔ملفوظات پر مشتمل یہ مجموعہ نہایت مستند اور مقبول ہوا۔آپ کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں عوارف المعارف کی شرح معارف العوارف بھی ہے۔آپ کی ایک اورشہرۂ آفاق کتاب بنام’’کتاب الاسماء‘‘ ہے،جس میں آپ نے اشارتاً اور کنایتاً حقائق و معارف تحریر کیے ہیں۔آپ ۷۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۲۵ھ میں وفات پائی۔آپ کا مزار پرانوار دکن میں مرجع خلائق ہے۔

(۲) شیخ کمال الدین علامہ قدس سرہ (۷۵۶ھ)

آپ حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلی رحمہ اللہ کے خواہرزادہ اورخلیفہ اعظم تھے۔آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔آپ علوم حدیث ،فقہ واُصول فقہ میں یگانہ روزگار تھے،اس لئے آپ کو’’علامہ‘‘ کے خطاب سے یاد کیا جاتا۔خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ احمد آباد گجرات تشریف لے گئے۔وہاں آپ کو غیر معمولی پذیرائی اورشہرت حاصل ہوئی۔آپ کی اولاد اورخلفاء آج تک احمد آباد میں موجود ہیں۔آپ کی وفات ۷۵۶ھ میں ہوئی۔یہ سانحہ حضرت نصیرالدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت سے ایک سال قبل رونما ہوا۔

(۳) شیخ عبدالمقتدر قدس سرہ (م۷۹۱ھ)

آپ چراغ دہلی قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے۔اپنے عصر کے ممتاز ومنفرد عالم دین تھے۔آپ کے والد ماجد قاضی رکن الدین شریحی الکندی بھی وقت کے جید عالم وفاضل تھے۔اخبارالاخیار کے اعتبار سے آپ کی سن ولادت ۷۰۴ھ ہے اورسن وفات ۲۸ رمحرم الحرام ۷۹۲ھ اورایک دوسری روایت کے مطابق سن وفات ۲۶ محرم الحرام ۷۹۱ھ ہے۔آپ کا مزار پرانوار والد کی قبر کے پاس ہے، جوخواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے احاطے میں ہے۔اس کے پاس ہی شیخ عبدالصمد جونپوری کی خانقاہ ہے۔

(۴) مولانا خواجگی قدس سرہ (۸۱۹ھ)

آپ حضرت شیخ چراغ دہلی رحمہ اللہ کے خلیفۂ خاص ،مولانا معین الدین عمرانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے اورقاضی شہاب الدین کے استادمکرم تھے۔جب بادشاہ تیمور دہلی پر حملہ آور ہوا تومولانا خواجگی نے اپنے نور باطن سے اس حملہ کی خبر کومعلوم کرلیا،اس کے بعد آپ کالپی تشریف لے گئے۔کچھ عرصہ وہیں قیام فرمایا۔آخرکار ۸۱۹ھ میں دارفانی سے دارالبقاء کی رحلت فرمائی۔آپ کا مزار کالپی میں زیارت گاہ خلق ہے۔

(۵) شیخ احمد تھانیسری قدس سرہ (۸۲۰ھ)

آپ چراغ دہلی کے مرید وخلیفہ برحق تھے۔امیر تیمور کے حملہ کے بعد کچھ تنازع کی بنیاد پر آپ دہلی سے نکل کر کالپی روانہ ہوگئے اور وہیں مقیم رہے پھراسی مقام پر ۸۲۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔آپ کا مزار بھی کالپی میں ہی ہے۔یہ محلِ اجابت بھی ہے اورمقام برکات وحسنات بھی۔

(۶) سید محمد جعفر مکی حسنی،چشتی قدس سرہ (۸۹۱ھ)

آپ شیخ چراغ دہلی کے خلیفہ اعظم ،تجرید وتفرید میں یگانہ روزگار اور یکتائے زمانہ تھے۔اپنے وقت کے کاملین میں سے تھے۔آپ کی متعدد تصانیف منصۂ شہود پر آئیں ۔ ایک تصنیف’’بحر المعانی‘‘ ہے جوتوحید کے حقائق اورمعرفت کے اسرار ورموز کے گوہر سے لبالب اور

مستانہ انکشافات سے پر ہے۔اس کے علاوہ اور کتابیں (۱)دقائق المعانی (۲)حقائق المعانی (۳)صحائف السلوک بھی ہیں جو اصحاب معرفت کے یہاں شرف قبولیت سے فیض یاب ہوئیں۔آپ کی نوک قلم سے کئی رسائل بھی معرض وجو میں آئے۔ایک رسالہ اسرار روح پر محرر ہے۔پنج نکات اور بحر الانساب یہ دو ایسے رسائل ہیں جن میں اہل بیت رسول کے فضائل وکمالات کا ذکر ہے اور اپنے آباواجداد کی نسبت کو بھی اس میں بیان کیا ہے۔آپ کی پیدائش ۷۰۲ھ میں ہوئی۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طویل عمر عطا فرمائی تھی۔خاندان تغلق سے لے کر سلطان بہلول لودھی کے زمانے تک باحیات رہے۔آپ کے آباءواجداد کرام شرفائے مکہ مکرمہ سے تھے۔جب ہندوستان آئے تو پہلے دہلی تشریف آوری ہوئی، پھر سر ہند کو اپنی قیام گاہ بنایا تادم حیات وہیں مقیم رہے اور ۸۴۱ھ میں وفات پائی۔آپ کا مزار مبارک سرہند شریف میں مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

(۷)سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ(۷۸۵ھ)

آپ کا نام جلال الدین اور لقب مخدوم جہانیاں جہاں گشت تھا۔ آپ آٹھویں صدی ہجری کے ایک متبحر مشہور ومعروف عالم دین، شیخ طریقت اور سیاح معرفت تھے۔آپ کی علمی، روحانی اور اصلاحی سرگرمیوں سے نہ صرف برصغیر ہند وپاک متاثر ہوئے بلکہ آپ کے علوم وافکار کے اثرات بیرون ہند بھی پہنچے۔آپ کی ولادت اُچ میں ہوئی، وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔شیخ الاسلام رکن الدین ابو الفتح قریشی کے مرید اور سلسلۂ چشتیہ میں شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے خلیفہ تھے۔آپ نے بہت سیر وسیاحت فرمائی۔بہت سے اولیائے کرام سے نعمتیں اور برکتیں حاصل کیں اور متعدد شیوخ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔آپ کی پیدائش شب برأت ۷۰۷ھ میں ہوئی اور اُچ شریف میں ہی بتاریخ ۱۰ ذی الحجہ ۷۸۵ھ ۳ فروری ۱۳۸۴ء اس دارفانی کو خیر آباد کہا اور حق سے جاملے۔

آپ نے کئی یادگار تصانیف چھوڑی ہیں: شیخ قطب الدین کے ''رسالہ مکیہ'' کا فارسی ترجمہ، اربعین صوفیہ، فوائد اعمال واشغال۔آپ کے ملفوظات کے مجموعے بھی ہیں: خزانہ جلالی، جواہر جلالی، مظہر جلالی، جامع العلوم، سراج الہدایہ۔

(۸)شیخ زین الدین قدس سرہ(۸۲۸ھ)

آپ خواجہ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے، خلیفہ اور خادم تھے۔خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے ملفوظات ''خیر المجالس'' وغیرہ میں آپ کا تذکرہ موجود ہے۔آپ کے ایک مرید نے اپنی کتاب ''جندائن'' کے آغاز میں آپ کا تذکرہ تعریف وتوصیف کے ساتھ کیا ہے۔آپ کی قبر شیخ نصیر الدین قدس سرہ کے گنبد کے بائیں والے اس گنبد میں ہے جو قبرستان کے صحن والے حصہ میں ہے۔آپ کی پیدائش ۷۲۲ھ میں ہوئی اور وفات ۸۲۸ھ میں ہوئی۔آپ کی اولاد قصبہ چراس میں آباد ہے۔

(۹)خواجہ معین الدین خورد قدس سرہ(۷۶۱ھ)

آپ شیخ حسام الدین سوختہ کے بڑے بیٹے تھے۔شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بھی تھے اور خلیفہ بھی۔آپ مخزن کرامت بزرگ تھے۔آپ کے چھوٹے بھائی کا اسم گرامی قیام الدین تھا۔۷۶۱ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔

(۱۰)شیخ دانیال قدس سرہ(۷۴۸ھ): یہ حضرت کے خلیفہ خاص تھے۔آپ کا لقب مولانا عود تھا۔چند واسطوں سے حضرت عباس بن علی کرم اللہ وجہہ سے سلسلہ نسب ملتا ہے۔شیخ دانیال بن میر بدر الدین بن فضیل حسن بن عبد اللہ بن عباس بن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔آپ کے آباءواجداد کو اللہ تعالیٰ نے طویل عمریں بخشی تھیں۔آپ کے والد میر بدر الدین کی عمر ۱۴۲ سال ہوئی۔آپ کے آباواجداد سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد اقتدار میں ہندوستان تشریف لائے اور بمقام ستر کہ قیام فرمایا۔شیخ دانیال کی ولادت یہیں ہوئی۔جب آپ کا شعور بیدار ہوا تو قاضی عبد الکریم کے زیر تربیت ظاہری علوم حاصل کرنے کے لئے قصبہ سامانہ تشریف لے گئے۔علمی واخلاقی اعتبار سے عہد طفولیت سے ہی بڑے ہونہار اور ذہین وفطین تھے۔قاضی عبد الکریم نے آپ کو اپنی فرزندی ودامادی میں قبول فرمایا۔جستجوئے حق میں نکلے اور دہلی پہنچے اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے شرف بیعت حاصل کیا اور ظاہری وباطنی کمال تک پہنچے۔تکمیل سلوک کے بعد آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا گیا اور حکم ہوا کہ اپنے وطن جا کر خلق خدا کی ہدایت میں مشغول ومصروف ہوجائیں۔آپ سامانہ آگئے اور جہیز میں حاصل کردہ سارا سامان لے کر اپنے وطن مالوف ستر کہ روانہ ہوئے۔لکھنؤ سے آگے بڑھے ہی تھے کہ ڈاکوؤں نے حملہ کیا اور سارا سامان لوٹ کر آپ کو شہید کر دیا۔اسی لوٹ کھسوٹ میں آپ کے اہل وعیال بھی شہید ہوگئے۔آپ کی نعش مبارک کو ستر کہ لاکر دفن کیا گیا۔آپ کا وصال ۷۴۸ھ میں ہوا۔

(۱۱)شیخ متوکل کنتوری قدس سرہ(۷۲۰ھ)

یہ حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے خلیفہ خاص تھے۔ وقت کے اولیائے حق اور مشائخ عظام میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ سیادت، نجابت، کرامت میں جامع تھے۔ آپ اولیائے چشت اہل بہشت میں ایک خاص مشرب کے مالک تھے۔ اسرار حقیقت وطریقت میں بے مثال تھے۔ ابتدائی زندگی دہلی میں گزاری۔ شیخ نصیر الدین رحمہ اللہ کے وصال کے بعد دکن چلے گئے۔ وہاں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور اس ملک کے خورد وکلاں آپ کے دست مبارک پر بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کی مجالس کے اثر سے خدا رسیدہ بن گئے۔ آپ کا سلسلہ آج تک دکن میں رائج ہے۔ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ جوامع الکلم ہے۔ یہ اتنا مقبول ہوا کہ مشائخ چشت اسے اپنے مطالعے میں رکھتے تھے۔ آپ کی پیدائش ۷۲۰ ھ میں ہوئی اور وصال ۸۲۵ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار دکن میں کلبر کے مقام پر ہے۔

(۱۲) شیخ صدر الدین حکیم قدس سرہ (۸۵۹ھ)

آپ حضرت چراغ دہلی کے خلیفہ اعظم اور سلطان المشائخ کے منظور نظر تھے۔ آپ کے والد بہت بڑے تاجر تھے۔ آپ کے والدین بوڑھے ہو چکے تھے اور کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ اس کی محرومی کو اکثر محسوس بھی کیا کرتے۔ ایک دن محبوب الٰہی وجد میں تھے اسی حالت میں آپ کے والد نے اولاد کا سوال کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا۔ اس نو مولود کا اسم گرامی صدر الدین رکھا گیا۔ اس بچے کی پرورش اور ظاہری وباطنی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری محبوب الٰہی نے حضرت چراغ دہلی کو عطا فرمائی۔ آپ نے اس کی تربیت فرمائی اور کاملین وقت سے بنا دیا۔ آپ بڑے فصیح وبلیغ زبان کے مالک تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں بھی تالیف فرمائی ہیں جو معارف وحقائق پر مشتمل ہیں۔ آپ علم طب میں بھی حاذق وماہر تھے۔ آپ کا وصال ۸۵۹ھ میں ہوا۔

(۱۳) شیخ سعد اللہ کیسہ دار بن شیخ متوکل قدس سرہ (۸۰۶ھ)

آپ کو حضرت چراغ دہلوی رحمہ اللہ کے علاوہ اپنے والد مکرم شیخ متوکل سے بھی خلافت حاصل تھی۔ آپ نہایت پاک سیرت اور متقی بزرگ تھے۔ آپ کو حضرت خضر علیہ السلام نے ایک کیسہ (تھیلی) عطا فرمایا تھا، جو ہر وقت درہم ودینار سے بھرا ہوتا تھا، کسی بھی وقت وہ خالی نہیں ہوتا تھا، اسی لئے آپ ''کیسہ دار'' سے مشہور ومعروف ہوئے۔ آپ کو سید اشرف جہاں گیر سمنانی قدس سرہ السامی سے بھی خرقہ خلافت ملا تھا۔ آپ کی وفات ۸۰۶ھ میں ہوئی۔

(۱۴) سید محمد بن سید مبارک کرمانی قدس سرہ السامی

آپ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے خلفائے کبار میں سے تھے اور سلطان المشائخ کے مرید تھے۔ اگرچہ آپ نے زمانہ طفولیت میں سلطان المشائخ سے بیعت کر لی تھی، لیکن تکمیل کے مراحل حضرت نصیر الدین قدس سرہ کی نگرانی میں گزرے۔ سیر الاولیاء آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے۔ یہ کتاب مشائخ چشت کے حوالے سے بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی وفات ۷۷۴ھ میں ہوئی۔

(۱۵) شیخ یوسف چشتی قدس سرہ: (۷۷۴ھ)

آپ حضرت نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ ظاہری علوم فقہ، حدیث، تفسیر میں بڑے ماہر تھے۔ آپ کی ایک کتاب ''تحفۃ النصائح'' بہت مشہور ہے۔ اس کتاب میں احکام شرع عنی فرائض، واجبات اور سنتوں کا ذکر ہے۔ اس کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ نظم کی شکل میں تحریر کی گئی ہے۔ آپ کی وفات ۷۷۴ھ میں ہوئی۔

کتابیات:

(۱) عوارف المعارف، مصنف شیخ شہاب الدین سہروردی، مترجم شمس بریلوی، ناشر فرید بک ڈپو دہلی، اشاعت بار اول جنوری ۲۰۰۱۔

(۲) سیر الاولیاء، مصنف سید محمد کرمانی، مترجم ڈاکٹر عبد اللطیف، ناشر ادبی دنیا مٹیا محل دہلی طبع اول ۱۴۴۱ھ ۱۹۹۰ء۔

(۳) خزینۃ الاصفیاء، مولف مفتی غلام سرور لاہوری، مترجم پیر زادہ اقبال احمد فاروقی، سال طباعت اردو ترجمہ ۱۹۹۰ء، ناشر مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور پاکستان۔ (۴) اخبار الاخیار، مصنف شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مترجم مولانا سبحان محمود، مولانا محمد فاضل طبع اول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۹۹۴ء، ناشر ادبی دنیا، مٹیا محل دہلی۔

(۵) تذکرہ سادات کرام برصغیر، مولفہ ڈاکٹر شاکرہ کاظم، سن طباعت ۱۹۹۷ء، ناشر: کاظمی پبلیکیشن کانپور روڈ۔ الہ بادیوپی۔

(۶) آب کوثر، مصنف شیخ محمد اکرام، اشاعت اول ۱۹۵۶ء، طباعت نرماں آفیسٹ پریس دہلی، ادبی دنیا مٹیا محل دہلی۔

(۷) مناقب العارفین حصہ دوم، مصنف شیخ یٰسین جھونسوی، مترجم محقق ارشاد عالم نعمانی، پہلی اشاعت ۱۴۳۷ھ ۲۰۱۶ء مطبع شاہ عبد العلیم آسی فاؤنڈیشن، دہلی۔

(۸) تاریخ مشائخ چشت، مولف خلیق احمد نظامی طبع دوم عکسی ربیع الآخر

۱۴۰۵ھ/جنوری ۱۹۸۵ء مطبوعہ نیو پبلک آفسٹ پریس دہلی۔
(۹) سراج المجالس ملفوظات حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمہ اللہ، اردو ترجمہ خیر المجالس، مرتبہ حمید شاعر قلندر، ناشر واحد بکڈپو جونا مارکیٹ کراچی۔ (۱۰) دلی کے بائیس خواجہ، مولف ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، اشاعت ۲۰۱۰ء، ناشر زاویہ پبلشرز دربار مارکیٹ لاہور۔
(۱۱) اسلام اور خانقاہی نظام ایک تحقیقی و تاریخی جائزہ، مولف پروفیسر ڈاکٹر امان اللہ بھٹی، ناشر دار السلام۔
(۱۲) بزم صوفیہ، مولف سید صباح الدین عبد الرحمٰن، سن اشاعت ۲۰۱۱ء، مطبع معارف پریس، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ناشر دار المصنفین، شبلی اکیڈمی۔ (۱۳) تصوف اور صوفیاء کی تاریخ، مولف ڈاکٹر محمد حفیظ الرحمٰن، سن اشاعت نومبر ۲۰۱۴ء، مطبوعہ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور، ناشر شاکر پبلیکیشنز اور دو بازار لاہور۔
(۱۴) مضمون، سلطان محمد بن تغلق کے مذہبی رجحانات، مضمون نگار خلیق احمد نظامی، مارچ ۱۹۴۶ء)

☆☆☆

☆ ناظم نشر واشاعت خانقاہ قادریہ برکاتیہ (نظمی میاں) مارہرہ شریف

صوفیہ کا کام جیب بھرنا نہیں بلکہ فلاحی کام کرنا ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت غریب نواز، قطب الدین بختیار کاکی، محبوب الٰہی، صابر پاک و دیگر اللہ والوں کو اونچا مقام عطا فرمایا ہے لیکن کبھی بھی ان بزرگوں نے اپنے عہدے پر فخر محسوس نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اللہ کے بندوں کی خدمت کرتے رہے کیونکہ مخلوق کی خدمت ہی سے خالق کی قربت حاصل ہوا کرتی ہے حالانکہ ہم درگاہوں میں دیکھتے ہیں کہ صبح سے شام تک یہی ہوتا ہے کہ ''آ بابا، لا بابا، دے بابا'' بس! کیا یہی ہے رسم خانقاہی؟ کیا یہی ہے صوفیہ کی روایت اور کیا صرف یہی درگاہوں کا مشن ہے؟ جب کہ یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ صوفیہ کا کام جیب بھرنا نہیں بلکہ فلاحی کام بھی کرنا ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز کی درگاہ کے سجادہ نشیں دیوان سید زین العابدین علی ''خان صاحب'' نے آل انڈیا صوفی سجادہ نشین کونسل کے زیر اہتمام ۱۳ مارچ ۲۰۲۲ء کو منعقد ''دہلی صوفی میٹ'' میں یہ کلمات ادا کیے۔ آل انڈیا صوفی سجادہ نشین کونسل کے چیئرمین و جانشین دیوان صاحب پیر سید نصیر الدین چشتی اجمیری نے کونسل کے تمام اغراض و مقاصد کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ کونسل پورے بھارت کے سجادہ نشین صاحبان، علماء و مشائخ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے بھارت سرکار کو بھارت کے درگاہی مسائل سے آگاہ کرنے اور انسانیت کی بغیر کسی تفریق کے فلاحی خدمت کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ سید نصیر الدین چشتی نے کہا کہ چادر گاگر، چادر پوشی، صندل کا جلوس، جلوس چادر، نذر و نیاز، فاتحہ و قل خوانی اور پرچم کشائی وغیرہ درگاہوں کے روایتی مراسم ہیں، ان کو ہی دین سمجھ لینا ہماری بھول ہے جب کہ اللہ کے بندوں کے کام آنا صوفیہ کا کردار اور خواجہ غریب نواز کا مشن ہے لیکن ہم نے جب سے ''جشن خواجہ غریب نواز'' منانے کی روایت شروع کی ہے تب سے ''خواجہ کا مشن'' بھول گئے ہیں، اسی لئے عوام سے ہم دور ہوتے جا رہے ہیں اور بھارت کا انسانی معاشرہ ہماری پہنچ سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ دونوں درگاہی حضرات نے بھارت کی درگاہوں کے سجادہ نشینوں سے اصلاح امت و فلاح ملت کی طرف بھی توجہ دینے کی درخواست کی۔

محفل کا آغاز حافظ و قاری محمد ناصر حسین جنیدی کی تلاوت سے ہوا۔ درگاہ پتے شاہ کی مسجد کے امام و خطیب مولانا محمد حسین مصباحی نے نعت خوانی کی۔ درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء کے نائب سجّادہ نشین و آل انڈیا صوفی سجّادہ نشین کونسل دہلی کے صدر سید فرید احمد نظامی نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ نظامت کے فرائض نامور مولوی حافظ محمد جنید عالم قادری چشتی نظامی نے انجام دیے۔ مولانا محمد ظفر الدین برکاتی مدیر ماہ نامہ کنز الایمان دہلی نے ''تصوف۔ امن کا ایک پیغام اور خانقاہوں کا کردار'' کے موضوع پر اپنا شاندار علمی تجزیاتی مقالہ پڑھ کر سنایا جسے بغور سنا گیا، سراہا گیا۔ اجلاس کی قیادت درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء کے سجادہ نشین خواجہ پیر احمد نظامی سید بخاری نے فرمائی۔ اجلاس میں سید عبد القادر قادری عرف وحید پاشا حیدر آباد، پیرزادہ سید سراج مدنی نظامی صاحب، مولانا اشتیاق احمد برکاتی امام قطبی مسجد مہرولی شریف، مولانا فیضان احمد نعیمی امام قادری مسجد دار القلم، سید علی منظر اعجاز صابری سجادہ نشین درگاہ حضرت صابر پاک کلیر شریف، سید محبوب علی نظامی نائب سجادہ نشین درگاہ حضرت نظام الدین اورنگ آبادی مہاراشٹر، سید افضال محمد فاروقی درگاہ صفی پور شریف، راشد علی مینائی سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ مینا لکھنؤ، ارشد فریدی نائب سجادہ نشین درگاہ حضرت شیخ سلیم چشتی فتح پور سیکری، سید محتشم علی ابو العلائی درگاہ حضرت امیر ابو العلی آگرہ، سید منظور حسین شاہ چشتی کشمیر، اولادِ بابا فرید الدین گنج شکر شاہد فریدی حیدر آباد، سید جاوید قطبی سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی مہرولی شریف، سید ضمیر احمد نصیری سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی، سید جاوید علی نقشبندی دربارِ اہلِ سنت دہلی، حاجی سلیم سلطانی سجادہ نشین درگاہ حضرت ابوبکر طوسی حیدری قلندری عرف مٹکے شاہ، حکیم گوہر الرحمن قادری سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ شمس الدین اوتاد عرف درگاہ پتے شاہ وغیرہ نے خصوصی طور پر شرکت کی اور جامعہ حضرت محبوب الٰہی کے طلباء نے ظہرانہ پیش کر کے مہمانوں کی ضیافت کی۔

منجانب: حافظ محمد عرفان رضا نظامی، شعبہ حفظ مدرسہ محبوب الٰہی، باؤلی گیٹ بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی۔ 9582786061

نقوش رفتگاں

دوسری اور آخری قسط

بندیل کھنڈ کے ہم نام پنج گنج قادری

محمد یاسر رضا قادری باندوی★

(۱) مولانا عبدالسلام قادری جبل پوری (المعروف عیدالاسلام)

آپ کی ولادت ۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۳ھ/ ۱۹ ستمبر ۱۸۶۶ء میں حیدر آباد میں ہوئی اور تین سال کی عمر میں والد کے ساتھ نقل مکانی کر کے ایم پی کے شہر جبل پور تشریف لائے اور یہاں رہ کر تقریباً ۱۴ برس کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے (۱۶) ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کرنے کے بعد ندوہ لکھنؤ کا رخ کیا۔ وہاں کے فتنے کا انکشاف کر کے ندوہ سے اختلاف کیا اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان کے تحریری موقف پر دستخط کر کے اُسے مولانا شبلی کے ہاتھ پر رکھ کر واپس ہوئے اور اپنے والد کے حکم پر بریلی شریف پہنچے (۱۷) آپ کے والد ماجد علامہ محمد عبدالکریم صاحب سے امام اہل سنت کے علمی و قلمی روابط پہلے سے تھے، جس کی وجہ سے والد بزرگوار نے امام اہل سنت کو خط لکھ کر آپ کو تعلیم و تربیت کے لئے امام اہل سنت کے ہی سپرد کر دیا (۱۸) اور آپ نے بھی خوب دل لگا کر خلف اکبر مولانا حامد رضا خان صاحب کے ساتھ تعلیم حاصل کی اور یہاں رہ کر بے شمار قائدانہ خدمات سرانجام دیں۔ اسی وجہ سے آپ کا شمار امام اہل سنت کے عظیم جانشینوں میں ہوتا ہے۔ آپ کے شہزادے عبدالباقی المعروف برہان الحق جبل پوری کو بھی امام اہل سنت سے خلافت و اجازت حاصل ہے اور امام اہل سنت کے وصال کے بعد آپ کی اولاد امجاد کو بھی شہزادگان اعلیٰ حضرت سے وہی نسبت تسلسل کے ساتھ چلی آ رہی ہے۔ آپ کے والد بزرگوار کے وصال پر تعزیتی خط ہو یا آپ کی اہلیہ کے وصال پر ملال پر لکھا تعزیتی خط ہو یا پھر عام خطوط، یہ سب ان روابط کی ایک کہانی بیان کر کے ہم غلامانِ اہل سنت کو آبدیدہ کرتے ہیں، کسی شہر جبل پور میں ہی میری خالا کا گھر ہے اسی لئے خالو اور اُن کے بیٹے کے ساتھ عہد طفلی میں کئی بار اس بارگاہ میں حاضری نصیب ہوئی اور ایک بار مذکورہ خطوط کو دیکھنے کا موقعہ بھی ملا ہے۔ (۱۹)

آپ عہد طفلی سے ہی اپنے والد کے ساتھ ہمارے شہر باندہ آتے، آپ نے بھی اسی شہر کو سلسلہ قادریہ کی ترویج و اشاعت کا مرکز بنایا، شہر باندہ کے محلہ علی گنج میں آج بھی بہت سے عوام و خواص آپ کے پسر زادوں سے ہی مرید ہیں، آپ کی بیش بہا خدمات کی وجہ سے امام اہل سنت آپ کی ذہنیت و قابلیت کے معترف تھے اور آپ کے قلب باطنی کو دیکھ کر اُن کو دیا ''سی پی'' کا قطب فرماتے یہ محبتیں لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتیں۔ امام اہل سنت نے نہ صرف ۳ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ کو خود جبل پور آ کر آپ کی دستار بندی کی بلکہ مجمع کثیر میں آپ کو ''عیدالاسلام'' کے لقب سے بھی سرفراز فرمایا، امام اہل سنت سے رابطہ اتنا مضبوط تھا کہ آپ کو اسی مجمع میں روحانی پسر کہہ کر طویل معانقہ کیا اور بعدہ اپنے ہاتھوں سے عربی میں خلافت و اجازت لکھ کر عطا کی اور ایسا ہی معاملہ آپ کے شہزادے کے ساتھ کیا، اسی خلوص کے ساتھ آپ بھی امام اہل سنت سے ایسی ہی محبت کرتے۔ فروغ اہل سنت کے لئے آپ نے کئی بار راقم کے آبائی شہر باندہ کا دورہ بھی کیا ہے، آپ کا وصال ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ مطابق فروری ۱۹۲۲ء کو جبل پور میں ہوا، یہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ (۲۰)

(۲) شیخ المشائخ سید عبدالرب قادری (سرکار ربانی): عہد طفلی میں راقم سرکار ربانی سے ٹھیک سے واقف نہیں تھا مگر علی الصبح شہر قاضی سید معراج مسعودی المعروف عقیل میاں کی زبان سے ایک مناجات سنتا تھا:

زندگی کا بھروسہ نہیں مومنو ! — جتنا ممکن ہو ذکر خدا کیجئے
ساتھ اپنے نہ جائے گا دنیا سے کچھ — اس کی اُلفت سے دل کو جدا کیجئے

اِس دل کش انداز میں اتنا جامع کلام سن کر دل میں تشویش ہوئی اور تلاش کرنے پر یہ کلام ''فردوس تخیل''، ص ۵۳ میں پایا۔ تب معلوم ہوا کہ یہ کلام تو سید محمد مقصود المعروف سید غازی ربانی چھوٹے حضرت کا ہے جن کے بارے میں مزید جاننے کا تجسس ہوا تو سرکار ربانی تک پہنچا، یہاں وہی معلومات نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

سرکارِ ربانی کو اہل سلسلہ ''اعلیٰ حضرت'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت سید عبد الرب المعروف سرکار ربانی کی ولادت با

سعادت ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء کو ٹیکم گڑھ میں اُس وقت ہوئی جب آپ کے والد ماجد قطب عالم جناب امانت علی قادری رحمانی بسلسلہ سیاحت وتبلیغ شہر باندہ سے قریب ٹیکم گڑھ میں مقیم تھے۔(۲۱) آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ وزیر النساء ایک عابدہ زاہدہ خاتون تھیں، آپ حسینی سادات میں سے ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب ۳۲ واسطوں سے سید الشہدا سیدنا امام حسین کے ذریعہ آقا کریم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، آپ کے اجداد سب سے پہلے باندہ کے قریب ہسوہ گاؤں (جو ضلع فتحپور میں آتا ہے) میں آکر مقیم ہوئے اور بعد میں ضلع باندہ کو اپنا مستقل آبائی وطن بنالیا، آپ کی تعلیم وتربیت اپنے والد کے سایہ عاطفت میں ہوئی، ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ کے والد بزرگوار نے اعلیٰ تعلیم وروحانی فیض کے لئے آپ کو اپنے ہی پیر ومرشد و استاد حضرت علامہ شاہ عبد الرحمن محدث پانی پتی (ولادت ۱۲۲۴ھ وصال ۱۳۱۵ھ) کے سپرد کردیا(۲۲) جن سے آپ کو تمام علوم متداولہ حاصل ہوئے۔ آپ کو ناگپور میں حضرت بابا تاج الدین اور آگرہ میں حضرت ابوالعلی قدس سرہ کی خدمت میں رہنے کا اور جام معرفت وسلوک کونوش کرنے کا خصوصی شرف بارہا حاصل ہوتا رہا۔

اِن ظاہری وباطنی علوم کی تکمیل کے بعد آپ کو آپ کے شیخ نے سلسلہ قادریہ کی خلافت واجازت عطا کر کے صوبہ بندیل کھنڈ میں سلسلہ کی ترویج و اشاعت کی ذمے داری سونپ دی، ساتھ ہی والد ماجد نے تقریباً ۲۰ برس کی عمر میں آپ کا عقد مسنون جناب سید وزیر علی صاحب ساکن محلہ دریا ہی جبل پور کی دختر نیک اختر سے کردیا جو نجیب الطرفین سادات میں سے تھیں، آپ کے عقد کی تاریخ ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۳ھ لکھی ہے، اس کے بعد آپ نے جبل پور کو اپنا وطن ثانی بنایا اور اس شہر کے علاقے ''چھوٹے میاں کی تلیا'' میں رہائش پذیر ہوئے، گھریلو ذمے داریوں کے علاوہ والد ماجد کے ساتھ متعدد تبلیغی وتعلیمی دورے بھی ہونے لگے۔(۲۳)

آپ کو نہ صرف نعتیہ شعر وسخن میں بلکہ خطابت میں بھی اچھا ملکہ حاصل تھا جو بھی آپ کا خطاب سنتا، بس گرویدہ ہوجاتا، والد ماجد کے حکم سے بیعت وارشاد کا سلسلہ بھی شروع کردیا، تبلیغی سفر کی ابتدا میں تو آپ نے بہت مشقتیں برداشت کیں مگر وقت کے ساتھ آپ کی مقبولیت بڑھتی گئی، اب تبلیغی اسفار کے دوران نہ صرف عوام کو بلکہ حیدرآباد اور بھوپال کے نوابوں جیسی خاص شخصیتوں کو بھی آپ کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوتا، لوگ جوق در جوق آپ کے حلقہ میں داخل ہوتے چلے گئے اور آپ کا یہ حلقہ سلسلہ قادریہ کی ذیلی شاخ کے طور پر نہ صرف اس علاقے میں بلکہ کل عالم میں نمایاں ہوگیا۔ آپ اپنے والد سے تمام عملیات، اوراد ووظائف کی اجازت لے کر اُنہی کے نقش قدم پر خدمت خلق میں مشغول ہو گئے اور والد بزرگوار نے جب تلقین فرمائی کہ ''جلدی عملیات کی چلہ کشی میں زیادہ انہماک نہ بڑھاؤ، جتنا تم نے سیکھ لیا ہے وہ عمر بھر کے لئے کافی ہے'' تو اِس ارشاد بابرکت کو سن کر آپ نے عملیات کی چلہ کشی سے بے نیاز ہوکر غریبوں مسکینوں کی امداد و دین متین کی اشاعت وتبلیغ میں خود کو وقف کردیا۔(۲۴) کالپی شریف کے شفاء الہند حکیم ڈاکٹر سید امراؤ علی ہاشمی اور اُن کا پورا خاندان آپ ہی سے مرید تھا۔

ایک ۱۹۴۷ء میں بھائی سے جدائی کا غم اور دوسرے ۱۹۵۶ء کے فسادات جس میں آپ کا مکان بھی جلا تھا، ان دونوں سانحہ سے آپ کا دل کافی متاثر ہوا جس کی وجہ سے آپ جبل پور کو خیرآباد کہہ کر مع اہل عیال اپنے آبائی وطن باندہ تشریف لے آئے اور اپنے آبائی محلہ بنگالی پورہ میں ہی ایک مکان خرید کر متوطن ہوئے، پھر دو سال بعد حسب ضرورت محلہ علی گنج میں ایک وسیع وعریض مکان خرید کر اس میں منتقل ہوئے جو آج ''آستانہ ربانی'' کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۸۵ء کو ٹھیک ڈیڑھ بجے دن میں، راقم کے دادا جان کے بھائی جناب حافظ الٰہی بخش صاحب مرحوم سے سورہ یٰسین کی تلاوت سنتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، آپ نے کل ۸۵ برس کی عمر پائی (۲۵)، شہر باندہ کی مرکزی وقدیم عیدگاہ کے احاطے میں آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے، راقم عہد طفلی میں جب تک اس شہر میں رہا تب تک مستقل عید الفطر کے موقع پر یہاں مستقل حاضر ہوتا رہا۔

(۳) سید عبد السلام قادری باندوی (المعروف ناصر الاسلام)

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں ہمارے شہر باندہ میں ہوئی راقم کی خوش نصیبی ہے کہ آپ کا وہ کمرہ دیکھ چکا ہے جہاں آپ پیدا ہوئے، آپ حسینی سادات میں سے ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب ۳۲ واسطوں سے حضرت سیدنا امام حسین کے ذریعہ آقا کریم حضور اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے(۲۶) آپ کے والد بزرگوار قطب عالم سید امانت علی شاہ قادری رحمانی ہیں اور آپ کے برادر اکبر سلسلہ قادریہ ربانیہ کے بانی وشیخ سید عبد الرب محدث باندوی المعروف سرکار ربانی

ہیں جن سے آپ کو سلسلہ قادریہ ربانیہ کی خلافت واجازت حاصل ہے،
اِس علمی روحانی گھرانے میں تعلیم وتربیت کے بعد آپ نے اعلیٰ تعلیم کے لئے اہل سنت کے مرکزی ادارہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کا رخ کیا پھر غیر متوقع ماحول میں راقم السطور کے خاندان کے چند افراد کے ساتھ تقسیم ہند کے وقت اگست ۱۹۴۷ء پاکستان کا رخ کیا، وہاں پہنچ کر جمعیۃ العلماء کے نائب صدر منتخب ہوئے اور مولانا عبدالحامد بدایونی کی صدارت میں وقت کی ضرورت کے مطابق اُمت مسلمہ کے ملی و دینی معاملات میں قیادت کے فرائض انجام دینے لگے، ساتھ ہی اپنے والد بزرگوار کے نام سے منسوب تنظیم ''امانت الاسلام'' کی بنیاد ڈالی اور بہت کام کیا۔(۲۷)

آپ کی باصلاحیت علمی وروحانی قیادت کی بنا پر ناصرالاسلام کے لقب سے مشہور ہوئے، معتدد کتب تصنیف فرمائیں، سیکڑوں رسائل و جرائد شائع کیے اور کئی کتب میں آپ کی تقریظات بھی موجود ہیں، خاص طور پر علامہ شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب ''ذکر جمیل'' پر لکھے ہوئے آپ کے تین تاریخی قطعات وقت کے اہل علم میں بہت مقبول ہوئے، پاکستان بننے کے بعد سے کافی عرصہ تک آپ یہاں کی مرکزی جامع مسجد نیومیمن (بولٹن مارکیٹ) کے پہلے خطیب مقرر ہوئے اور اپنے خطاب سے ہر دل عزیز رہے خاص طور پر مسجد کے سامنے سینما کی بنیاد رکھے جانے پر جمعہ کا جو احتجاجی خطاب تھا اس کو اہل علم میں ایک اہم تاریخی خطاب ہونے کا شرف حاصل ہے(۲۸) یہی وجہ ہے کہ علامہ شفیع اوکاڑوی جو خود ماہر خطابت تھے، آپ کا خطاب نہ صرف پسند فرماتے بلکہ اُسے سننے کا خصوصی اہتمام فرماتے، صرف خطابت ہی نہیں آپ کا قلم بھی احقاق حق و ابطال باطل کی شمشیر بے نیام تھی آپ نے تحریک ختم نبوت میں علمائے اہل سنت کے ساتھ کلیدی کردار ادا کیا، آپ کا بارہ صفحات پر مشتمل مقالہ جو احتساب قادیانیت میں تحریک ختم نبوت کی جانب سے شائع ہونے والا ایک تاریخی مقالہ ہے جس کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے قادیانیوں کو نہ صرف کافر قرار دیا بلکہ ان کے باطل عقائد وگمراہ کن نظریات کی ایسی بیخ کنی کی ہے کہ عوام و خواص سب قادیانیت کے خلاف متحد ومنظم ہوگئے ہیں۔(۲۹)

آپ کے خاندان کو تسلسل کے ساتھ صدرالافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے خاص نسبت تھی اور صدرالافاضل بھی آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اسی اعتماد کی بنیاد پر امام اہل سنت سے خلافت واجازت حاصل ہوئی اور ماہر رضویات ڈاکٹر مسعود احمد نقشبندی کی تحقیق کے مطابق آپ کا شمار امام اہل سنت کے عظیم خلفاء میں ہوتا ہے۔(۳۰) آپ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس ۱۹۴۶ء میں شعبہ نشر و اشاعت کے سکریٹری بھی رہے، اپنی حیات مبارکہ میں آپ نے سات حج کیے اور آپ کا وصال بروز ہفتہ ۶ شوال ۱۳۸۷ھ مطابق ۶ رجنوری ۱۹۶۸ء کو بوقت شام ۴ بجے کراچی میں ہوا، آپ نے کل ۶۳ سال کی عمر پائی اور آپ کا مزار مبارک شہر کراچی پاکستان کے پاپوش نگر قبرستان ناظم آباد میں مرجع خلائق ہے۔(۳۱)

(۴) مفتی قاری عبد الرب قادری حبیبی مرادآبادی (المعروف نائب مجاہد ملت) آپ کی ولادت باسعادت ترک خاندان میں مرادآباد کے مشہور قصبہ دین نگر پور (المعروف ڈینگر پور) میں سن ۱۹۲۵ء میں صبح صادق کے وقت ہوئی(۳۲) عہد طفلی میں ہی آپ کے والد بزرگوار حضرت عبدالرزاق کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا جس کی وجہ سے نہ صرف غیروں نے بلکہ اپنوں نے بھی ظلم وجبر کی انتہا کردی لہٰذہ آپ نے بہت مفلسی میں اپنی زندگی گزاری، آپ کی والدہ نے نہ صرف آپ کو دین کا عالم ربانی بنانے کا عہد کیا بلکہ اس کے اخراجات کے لئے گھروں کا برتن چولہا تک فروخت کردیا۔ حد درجہ مشقتیں اٹھائیں جن کا بیان نہیں کیا جا سکتا، ان مشقتوں اور مصیبتوں سے والدہ نے اپنے یتیم لخت جگر عبدالرب کو دور رکھنے کے لئے بہت کم عمری میں ہی اہل سنت کے مرکزی ادارہ جامعہ نعیمیہ (جو مرادآباد شہر کے بڑے بازار میں واقع ہے) بھیج دیا جہاں پہنچ کر آپ نے وقت کے اکابر علماء ومشائخ سے دل لگا کر تعلیم حاصل کی، اس وقت مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمان قادری عباسی جو یہاں درس وتدریس کی خدمات انجام دے رہے تھے، محبت سے آپ کو ترک بلاتے، چند روز میں ہی اپنی نظر فراست سے مجاہد ملت اپنے اس ترک کی ذہانت کے قائل بھی ہوگئے اور بعد میں جب مجاہد ملت کے شیخ سید منور علی الہ آبادی کا جامعہ نعیمیہ میں دورہ ہوا تو آپ نے اس بچے عبدالرب کی نہ صرف ذہانت کی تعریف کی بلکہ شفاف روحانی قلب پا کر، اپنے ہاتھوں سے چند لقمے کھلا کر اُسے اور زیادہ روشن کردیا، جس کا ذکر منور علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور سوانح ''آفتاب الہ باد'' میں بھی ملتا ہے، اس دن سے اپنے مرشد سے حد درجہ محبت کرنے والے مجاہد ملت بھی اپنے اس شاگرد کی تعظیم وقدر کرنے لگے، پھر بہت ہی کم وقت میں ہی مجاہد ملت کی بارگاہ

میں آپ کے گھریلو معاملات بھی پیش ہوئے، جس سے آب دیدہ ہوکر آپ نے نہ صرف آپ کی والدہ کو ان کا حق دلوایا بلکہ اس کمسنی میں ہی عبدالرب کو تعلیم اور نان نفقہ وغیرہ کے لئے گود لے لیا ساتھ ہی تعلیم کے لئے عرب و مصر کے نامور شیوخ وعلماء کے پاس بھیجا اور پوری طرح سے عروج پر پہنچا کر اپنا نائب خاص مقرر کیا پھر اپنی کل ہند تحریک خاکساران حق کی صدارت کی ذمے داری بھی آپ کے ہی سپرد کر دی (۳۳) آج بھی اس تحریک کے تمام فرائض آپ ہی کی اولاد حضرت علامہ ڈاکٹر غلام جیلانی مرادآبادی کے ہاتھ میں ہیں، اس علمی روحانی سفر میں آپ کے برادر عزیز حضرت عبدالمنان صاحب تا حیات آپ کے ہم رکاب رہے اور ان کے بعد آپ کے ساتھ آپ کے عزیز بیٹے حکیم حاجی غلام اشرف حبیبی صاحب نے یہ ذمہ داری نبھائی۔

آپ کی تحریر وتقریر اہل علم میں بہت پسند کی جاتی اور قرأت کا تو جواب نہیں جس کی وجہ سے حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا قادری آپ کو بے حد پسند کرتے، اسی لئے ہمارے یہاں شہر باندہ میں آپ قاری صاحب کے نام سے مشہور ہیں، آپ کے صاحبزادے جناب غلام محی الدین صاحب (رٹائرڈ سینئر سیکشن انجینئر ریلوے بریلی) کا بیان ہے کہ ایک بار جب عہد طفلی میں بریلی آنکھ کے علاج کے لئے والد بزرگوار کے ہمراہ گیا تھا تو میں نے مفتی اعظم ہند کے ساتھ پہلی صف میں اپنے والد کے پیچھے نماز ادا کی ہے اور ایسا متعدد بار ہوا جو اس بات کی سند ہے کہ نہ صرف آپ کی قرأت بلکہ آپ کی پرہیزگاری بھی بارگاہ مفتی اعظم ہند میں بہت مقبول تھی (۳۴) عہد طفلی میں جب مجاہد ملت جیل میں قید وبند کے مراحل سے گزر رہے تھے تب ایسے مشکل دور میں اپنی کمسنی کی پرواہ کیے بغیر قید خانے میں جا کر تحریک خاکسار کی اہم کارگزاریوں کی خبر پہنچانا اور آپ کی ہدایات کے مطابق مجاہدین کو خبردار کرنا عبدالرب کی ذمہ داریوں کا اہم حصّہ تھا۔

مفتی عبدالرب مرادآبادی کا عقد مسنون مجاہد ملت نے ایسے خاندان میں کیا جس کی تین خواتین اپنی پرہیزگاری وکثرت عبادت کے لئے مشہور تھیں، ان میں سے ایک تو راقم الحروف کی دادی نور جہاں بیگم بنت قطب المشایخ فیض بخش، دوسری عابدہ زاہدہ ستارہ بیگم اور تیسری آپ کی اہلیہ اصغری، یہ خاندان آج بھی شہر باندہ کے محلہ کٹرہ نزد کرن کالج چوراہا میں مقیم ہے، نکاح پڑھانے الہ آباد سے خود مجاہد ملت تشریف لائے اور یہ روابط جڑنے کے بعد صوبہ بندیل کھنڈ کے اس مرکزی شہر باندہ میں نہ صرف عبد الرب مرادآبادی کا کثرت کے ساتھ آنا جانا ہوگیا بلکہ تحریک خاکساران حق کی کارفرمائیاں اس علاقے میں تیز ہوگئیں اور فقیر کے دادا ڈاکٹر پیر بخش باندوی المعروف شیخ جی جیسے کئی سپاہی اس تحریک میں شامل ہوئے اور سب آپس میں مل کر دائرہ بڑا کرتے چلے گئے جو اُس وقت کی اہم ضرورت تھی (۳۵) اس دائرہ کی وسعت کا اندازہ تب ہوا جب آپ کی ایک شہزادی نے اپنی زبان سے راقم کے سامنے اس کی پھوپی ریحانہ کا نام لیا ساتھ ہی یہ اندازہ بھی ہوگیا کہ آپ کی اولاد میں اس شہر کے نقوش کتنے گہرے ہیں (۳۶) مخدومان کچھوچھ و دیگر اکابرین سے عبد الرب مرادآبادی کے علمی روابط کتنے مضبوط تھے اِس بات کا اندازہ اُس تعظیمی حسن سلوک سے ہوجاتا ہے جو کہ ان اکابرین کے دیار میں موصوف کے بچوں کے ساتھ اکثر پیش آتا ہے (۳۷) آپ کی تحریک کی یہ تمام جلوہ باریاں راقم نے اپنے ماموا وصاف جو الہ آباد کے علاقے میں مقیم تھے کے ذریعہ عہد طفلی میں کئی بار دیکھیں جو مفتی عبدالرب کی خدمات کی گواہی دے رہی ہیں۔ مجاہد ملت کے وصال ظاہری کے بعد بھی آل انڈیا تبلیغ سیرت کے ذریعہ قلوب کو سیرت رسول ﷺ سے روشن کرنے کی آپ کی مساعی بھی صد آفریں ہے، خود کو فنا کر کے مجاہد ملت کی ان دونوں تحریکوں کو آپ نے جو حیات نو بخشی ہے اس کی بنیاد پر آج بھی نائب مجاہد ملت کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ اپنی زندگی کے آخری مرحلہ میں راقم الحروف کی ولادت کے تقریباً ایک سال بعد آپ ہمارے شہر باندہ تشریف لائے اور فقیر کی رسم نام کے وقت علامہ سید سرتاج مسعودی المعروف مبین میاں کے حکم پر راقم کا نام محمد یاسر رکھا۔ یہاں سے اپنے گھر مرادآباد تشریف لے جانے کے بعد سال کے آخر میں تقریباً ۶۵/سال کی عمر شریف میں یکم جنوری ۱۹۹۰ کی رات کو تقریباً گیارہ بجے آپ کا وصال ہوگیا، آپ کا مزار مبارک سنبھل جانے والے روڈ کے کنارے پر ایک وسیع میدان میں ہے جو مرادآباد کے قصبہ دین نگر پور المعروف ڈینگر پور میں آتا ہے۔

(۵) حافظ عبدالسلام قادری حشمتی فتحپوری (المعروف قمرِ رضا)

آپ کا شمار حضرت مولانا حشمت علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں اور خاص خلفاء میں ہوتا ہے، آپ کی ولادت باسعادت یکم مارچ ۱۹۲۵ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۴۳ھ ہمارے شہر باندہ سے متصل مشہور قصبہ ''بندکِی'' میں ہوئی جو ضلع فتحپور میں آتا ہے، آپ کی کنیت ابو الفقراء ہے (۳۸) آپ کے والد بزرگوار عبدالسبحان قادری اپنی سرکاری

ملازمت کے چلتے ۱۷ ۱۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں کانپور میں مقیم ہو گئے اور یہیں کانپور کے ایک مشہور علاقے بابو پوروہ کی مسجد سے آپ نے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز کیا۔ راقم کو متعدد بار اس مسجد میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، تعلیم کے ساتھ آپ نے امامت کے ذریعہ خدمت دین کا بھی آغاز کر دیا اور تبلیغ دین کے لئے آپ نے کولمبو تک کے متعدد دورے کیے، پھر آپ نیپال کے دارالحکومت کاٹھمانڈو چلے گئے، آپ کا شمار اُن اجلہ اکابرین میں ہوتا ہے جن کو وقت کے کئی اکابرین و بزرگان دین سے نہ صرف شرف اجازت وخلافت حاصل ہے بلکہ متعدد اکابرین کے کے ملفوظات کو سننے، معمولات کو دیکھنے اور ساتھ میں سفر کرنے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کو قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی اور غوث الوقت سرکار مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان دونوں سے خلافت و اجازت حاصل ہے مگر ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۷ء میں سفر حج کے بعد سے آپ اہل عرب میں قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی کے نائب کے طور پر ہی پہچانے جاتے ہیں اور یہ پہچان اتنی معتبر ہوئی ہے کہ آپ کے توسل سے ضیائی نسبت رکھنے پر تمام بالعموم تمام غلامان سلسلہ اور بالخصوص امراء وشیوخ سلسلہ ضیائیہ نہ صرف فخر کرتے ہیں بلکہ ان کے ذریعہ ہی مریدین کو داخل سلسلہ کرتے ہیں۔

أحينا فى الدين و الدنيا سلام بالسلام
قادری عبد السلام خوش ادا کے واسطے(۳۹)

مذکورہ اکابرین کے علاوہ آپ کو وقت کے کئی اکابرین علماء و مشائخ سے شرف تلمذ بھی حاصل ہے جن میں مفتی رفاقت حسین قادری اشرفی اور قاضی شمس الدین احمد رضوی جونپوری کے نام خاص طور پر ذکر کیے جاتے ہیں، انہی اکابرین سے آپ کو ''قمرِ رضا'' کا لقب حاصل ہوا، آپ کو ۷ رجب ۱۱۳۶۳ھ مطابق ۲۹ جون ۱۹۴۴ء کے دن احسن العلماء حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن قادری برکاتی سے خلافت مل گئی (۴۰) ساتھ ہی اپنی بیش بہا خدمات کی وجہ سے احسن العلماء کے ہر دل عزیز خلیفہ ہو گئے اور حضرت کے حکم پر ہی آپ ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ میں نیپال سے واپس ہندوستان کے مشہور اہم ضلع پرتاپ گڑھ میں منتقل ہو کر درس وتدریس کے ذریعہ اہل سنت کی بقا کے لئے مستقل قیام فرمایا، یہاں بہت مشقتیں اٹھائیں، ذریعہ معاش کے لئے دوکان کھولی، صبر واستقامت کے ساتھ بلا معاوضہ پڑھاتے رہے اور یہیں پچیس محرم ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۹۸ء کو شب جمعہ میں وصال فرمایا۔ یہاں پر ہی آپ کا مزار مبارک تحصیل لال گنج کے قبرستان میں مرجع خلائق ہے، آپ نے ہجری سن کے مطابق ۷۵ سال پانچ ماہ دس دن کی عمر پائی، آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا صغیر احمد صاحب نے پڑھایا تھا۔(۱۴)

اس مقالہ میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ سرزمین بندیل کھنڈ کے ہم نام بزرگوں کی زندگی کے چند ضروری گوشے محققین کے سامنے سمیٹ کر پیش کر دیے جائیں تاکہ قدیم رسم الخط میں موجود اردو و فارسی کے تمام مطبوعہ وغیر مطبوعہ تاریخی دستاویزات وضخیم کتب کو تلاش کیے بغیر اِس مقالے کی سند پر طلبہ اس سے کام لے سکیں۔ برصغیر ہندو پاک میں سلسلہ قادریہ کی ایک طویل تاریخ ہے جس کا ایک اہم حصہ مقدمہ میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے تاکہ صوبہ بندیل کھنڈ میں اُن مشائخ قادریہ کی دینی ملی، روحانی وعلمی کاوشوں اور دینی وتبلیغی خدمات سے متعلق تحقیقی رجحانات پیدا کیے جا سکیں کیونکہ اس پر تو بہت ہی کم کام ہوا ہے۔ مذکورہ فکر کو عملی شکل دینے کے طور پر ہند میں سلسلہ قادریہ پر پہرہ دینے والے مولانا شاہ احمد رضا خان کا روحانی سلسلہ رضویہ برکاتیہ قادریہ ہے جو ہند سے جاری ہونے والی سلسلہ قادریہ کی ممتاز ذیلی شاخ کے طور پر اُبھری، اسی طرح سلسلہ قادریہ کی دوسری ذیلی شاخ سلسلۂ ربانیہ ہوئی جو کہ بندیل کھنڈ کے روحانی تبرک کے طور پر عالم اسلام میں پہچانی گئی، ان قادری شاخوں کا وجود اتنا امتیازی ہے کہ اپنے اپنے حلقوں میں ان کو باطل کے بالمقابل اہل حق کا علامتی نشان سمجھا جاتا ہے، اسی تناظر میں اکابرین کی فہرست بنائی گئی اور ضرورت کے مطابق عوام وخواص کے تاثرات لئے تب جا کر اُن پانچ حضرات کے نام نمایاں طور پر نظر آئے اور پھر اُسے مقالے کی شکل میں جمع کر کے ترتیب دیا۔

رب کریم سے دعا ہے کہ اس خطہ میں تعلیمات تصوف کی قدیم تاریخ پر مزید کام کرنے کی ہم جیسے کم علموں کو سعادت نصیب ہوتا کہ ماضی کے نقوش ہماری آنے والی نسلوں میں منتقل ہوں اور سلسلۂ قادریہ کی غلامی کا دم بھرنے والے ہم غربائے اہل سنت کو ابدی طور پر نسل در نسل تا قیامت ان انعام یافتہ قادری اکابرین سے مضبوط نسبت غلامی باقی رہے۔ اللہ ہم جیسے تمام قادری غلاموں پر اِن اکابرین کا فیض جاری فرمائے اور اِن کے صدقے ہماری مغفرت فرمائے۔ آمین

مراجع ومصادر: (۱۶) صادق قصوری ومجید اللہ قادری، خلفاء

مولانا شاہ احمد رضا خان۔کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) ص ۱۶۵ تا ۱۷۱ (۱۷) عبد الوحید مصباحی، خلیفہ اعلیٰ حضرت برہان ملت کی حیات وخدمات (جبل پور: ادارہ ضیاء البرہان ۲۰۰۱ء)، ص ۴۱ تا ۵۶

(۱۸) مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، اکرام امام احمد رضا (کراچی: ادارہ مسعودیہ ۲۰۰۴ء)، ص ۲۴ تا ۲۵۔(۱۹) مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، اکرام امام احمد رضا (کراچی: ادارہ مسعودیہ ۲۰۰۴ء)، ص ۱۳ تا ۱۴

(۲۰) صادق قصوری ومجید اللہ قادری، خلفاء اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان (کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا رجسٹرڈ) ص ۱۶۵ تا ۱۷۱ (۲۱) محمد نور الزماں مظہری، مولانا، سیاح ایشیا حیات وخدمات (باندہ: دار العلوم ربانیہ علی گنج، ۲۰۲۱ء)، ص ۱۔۵ (۲۲) محمد ظفر الدین برکاتی، اتر پردیش کے بندیل کھنڈ کی مذہبی علمی شان اور پہچان، : ماہنامہ کنزالایمان جلد ۲۴ و، شمارہ ۴ (دہلی، اپریل ۲۰۲۱ء، ص ۵) (۲۳) غلام یحییٰ انجم، ہندوستان میں سلسلہ قادریہ آغاز وارتقاء (نئی دہلی: کریٹو ستار پبلی کیشن ۲۰۲۱): ص ۳۱۱ تا ۳۱۹

(۲۴) سید غازی ربانی، سرکار ربانی (سورت گجرات: فیضان ربانی کمیٹی، ۲۰۱۴): ص ۳۱۱ تا ۳۱۹۔(۲۵) ایضاً، ص ۱۰۵

(۲۶) مولانا زین العابدین شاہ راشدی ومحمد عبد الکریم قادری رضوی، انوار علمائے اہل سنت سندھ (لاہور: زاویہ پبلشرس، ۲۰۰۶ء (ص ۴۷۹ تا ۴۸۳ (۲۷) محمد نور الزماں مظہری، انوار علمائے اہل سنت سندھ مطبوعہ، (باندہ : دار العلوم ربانیہ علی گنج، ۲۰۲۰ء(، ۱۵ تا ۱۸

(۸۸) محمد نور الزماں مظہری، مولانا، سیاح ایشیا حیات وخدمات ، (باندہ: دار العلوم ربانیہ علی گنج، ۲۰۲۰ء)، ۱۵ تا ۱۸

(۲۹) مولانا عبد السلام باندوی، خنجر براہین ختم نبوت برگلوئے قادیانیت ،مشمولہ: مجموعہ رسائل رد قادیانیت المعروف احتساب قادیانیت جلد ۵۲ وشمارہ ۱ (ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ۱۹۹۳ء (ص ۱۱۵ تا ۱۲۶

(۳۰) صادق قصوری ومجید اللہ قادری، خلفاء اعلیٰ حضرت (کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا رجسٹرڈ) ص ۳۱۲ تا ۳۱۶۔

(۳۱) مولانا ابو الماجد محمد شاہد، ۱۳۴ خلفاء اعلیٰ حضرت کا مختصر تذکرہ (کراچی: دعوت اسلامی) ص ۲۵۔(۳۲) بحوالہ ذاتی انٹرویو الحاج حکیم غلام شرف حبیبی فرزند اکبر مفتی عبد الرب مراد آبادی بتاریخ ۲۹، اکتوبر ۲۰۲۱

(۳۳) مفتی عبد الرب مراد آبادی، مجاہد ملت میری نگاہ میں، مشمولہ: ماہنامہ اشرافیہ کا مجاہد ملت نمبر (دھام نگر شریف: آل انڈیا تبلیغ سیرت ۲۰۱۹) ص ۲۰۰ تا ۲۰۹۔(۳۴) بحوالہ ذاتی انٹرویو انجینئر غلام محی الدین حبیبی فرزند مفتی عبد الرب مراد آبادی بتاریخ ۱۱، اپریل ۲۰۱۹ء

(۳۵) ڈاکٹر پیر بخش قریشی المعروف شیخ باندوی، بیاض شیخ (بریلی: کنزالایمان فاؤنڈیشن ۲۰۲۱ء)، ص ۸ تا ۱۱۱

(۳۶) بحوالہ ذاتی انٹرویو بر مکان حکیم غلام شرف حبیبی خصوصی محفل دختران مفتی عبد الرب مراد آبادی ۲۰۱۵ء (۳۷) بحوالہ ذاتی انٹرویو رابعہ حبیبی زیور محل جے پور دختر مفتی عبد الرب مراد آبادی ۲۰۱۱ء۔(۳۸) مجلس تحریر، فیضان مولانا عبد السلام قادری (کراچی: دعوت اسلامی)، ص ۱۹ اور ۴۰۔

(۳۹) شرح شجرہ قادریہ رضویہ عطاریہ مطبوعہ دعوت اسلامی کراچی ص ۱۹ اور ۴۰۔(۴۰) مصطفیٰ حیدر حسن، خلافت نامہ از احسن العلماء حیدر حسن، سید ین نمبر، ماہنامہ اشرافیہ، ص ۹۳۴، ۱۵، ۱۷، ۲۷ (۴۱) سوانح شیر بیشۂ اہل سنت از محبوب علی خان قادری مطبوعہ النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور، ص ۶۶

☆☆☆

☆ معاون استاد، شعبہ الیکٹریکل، انٹیگرل یونیورسٹی لکھنؤ
سینٹر شاہجہانپور (یوپی) 9506215324
☆ جاروب کش گلشن استاذِ زمن وخادم کنزالایمان اسلامک لائبریری پہلی منزل، خانقاہ صدر العلماء علامہ تحسین رضا خان بریلوی، کانکر ٹولہ پرانا شہر، بریلی شریف (بھارت)

یادِ رفتگاں — **حضرت مولانا محمد یامین نعیمی کی پہلی برسی پر خراج عقیدت**

ہمارے مہتمم صاحب: تکنیکی دور کے کتابی آدمی

غلام مصطفیٰ نعیمی*

مہتمم صاحب کا نام لکھتے/ سنتے ہی پردۂ ذہن پر پرانی وضع قطع کے ایک ایسے عالم دین کی تصویر ابھرتی ہے جو جامعہ نعیمیہ جیسے مشہور و معروف ادارہ کے مہتمم ہونے کے باوجود دِکھاوے اور ریاکاری سے کوسوں دور تھے۔ سادگی کی چلتی پھرتی تصویر اور ہم جیسے سست مزاجوں کے دور میں وقت کی پابندی کرنے والے ایسے انسان تھے جن کا تذکرہ ہم عموماً کتابوں میں پڑھتے ہیں۔

کتاب زندگی: مولانا محمد یامین نعیمی (۱۹۳۹ء۔ ۲۰۲۱ء) بن حافظ اصغر حسین بن حافظ ابرار حسین، جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے تیسرے مہتمم تھے۔ جامعہ کے دوسرے مہتمم حضرت مولانا یونس نعیمی علیہ الرحمہ آپ کے سگے تایا اور آپ کے مربی و کفیل تھے۔ مہتمم صاحب نے باضابطہ ۱۹۴۹ء میں جامعہ نعیمیہ میں قدم رکھا۔ حالانکہ اس سے دو سال قبل بھی آپ نعیمیہ پہنچے مگر بمشکل ایک سال گزار کر واپس چلے گئے۔ ابتدا سے درجہ فضیلت تک کی تعلیم نعیمیہ میں ہی حاصل کی۔ سن ۱۹۶۱ء میں آپ کی فراغت ہوئی۔ فراغت کے اگلے سال بہ غرض تدریس آپ بلاری ضلع مرادآباد چلے گئے۔ یہاں مسلسل ۱۱؍ سال آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں۔ سن ۱۹۷۳ء میں مولانا یونس نعیمی کے انتقال کے بعد آپ کو جامعہ نعیمیہ بلایا گیا اور تدریس کے ساتھ اہتمام کی ذمہ داری بھی سپرد کر دی گئی۔ اس طرح آپ مولانا یامین سے ''مہتمم صاحب'' کہلانے لگے جو آگے چل کر بمنزلہ عَلَمْ ہو گیا۔

دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں پائیں۔ بڑے بیٹے محمد ضیاء اشرف ہیں جو مکتبہ نعیمیہ دہلی کے مالک ہیں۔ مہتمم صاحب کو دو مرتبہ حج بیت اللہ کا شرف حاصل ہوا۔ ایک قابل رشک زندگی گزار کر ۱۱؍ اپریل ۲۰۲۱ء کو اِس دارِ فانی سے وصال فرمایا۔ آخری آرام گاہ آبائی وطن سنبھل میں بنی۔ نماز جنازہ جامعہ نعیمیہ کے سینئر استاذ، مفتی سلیمان نعیمی (نائب مفتی اعظم مرادآباد) نے پڑھائی۔ یوں تو مہتمم صاحب کی زندگی کے بارے میں بتانے کے لئے بہت کچھ ہے مگر سر دست ان سے وابستہ چند یادیں دماغ کی اسکرین پر ظاہر ہو رہی ہیں۔

خوش خط پسندی: اچھا خط اور خوب صورت تحریر سبھی کو اچھی لگتی ہے مگر خوش خطی پانا اتنا آسان نہیں۔ یہ مسلسل مشق اور لگاتار لکھنے کے بعد ہی آتی ہے، فارسی کا مشہور شعر ہے:

گر تو می خواہی کہ باشی خوش نویس — می نویس می نویس می نویس

اگر تو چاہتا ہے کہ اچھی تحریر لکھے تو لکھتا جا، لکھتا جا اور لکھتا جا۔

ایک زمانہ تھا کہ خوش خطی انسان کا طرہ امتیاز ہوا کرتی تھی۔ انسان کی علمی حیثیت اس کے خط سے بھی پہچانی جاتی تھی۔ آج بھلے ہی کمپوٹر کی آمد سے خوش خطی کا زمانہ گزرے دنوں کی بات ہو گیا ہے لیکن آج بھی کہیں کوئی خوش خط انسان ملتا ہے تو لوگ اُسے رشک بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ پرانے زمانے میں خوش خطی کے ماہرین کسی کے خط (تحریر) سے ہی اس کی شخصیت کا اندازہ لگانے کا دعویٰ بھی کیا کرتے۔ اس ضمن میں کچھ باتیں خاصی مشہور تھیں، گو کہ ہمیں ان کی قطعیت پر اصرار نہیں لیکن باتیں اچھی خاصی دل چسپ ہیں:

جو لوگ چھوٹے الفاظ لکھتے ہیں وہ قدرے شرمیلے، پڑھاکو اور باریک بیں ہوتے ہیں۔ بڑے اور جلی حروف لکھنے والے دوسروں کی توجہ چاہنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ جو لوگ الفاظ کے درمیان فاصلہ رکھتے ہیں وہ آزاد رہنا پسند کرتے ہیں، انہیں بھیڑ بھاڑ پسند نہیں ہوتی۔ جو حضرات الفاظ ملا کر لکھنا پسند کرتے ہیں وہ مل ملا کر رہنے کو فوقیت دیتے ہیں اور وہ محفل پسند ہوتے ہیں۔ ماہرین خوش خط اِس طرح کی بہت سی باتیں بیان کرتے ہیں۔ ان کی صحت وعدم صحت سے قطع نظر یہ بات مسلم ہے کہ خوش خطی انسان کی شخصیت میں چار چاند لگاتی ہے۔ مہتمم صاحب بھی بڑے اعلی درجے کے خوش خط تھے اور طلبہ کو بھی اپنی طرح خوش خط دیکھنا پسند کرتے تھے۔ اس لئے طلبہ پر خوش خطی کے لئے بہت زیادہ زور دیا کرتے۔ اس سلسلے میں اپنے دور طالب علمی کا ایک واقعہ بھی بطور نصیحت سنایا کرتے۔

قصہ کچھ یوں تھا کہ مہتمم صاحب کو ایک نکاح پڑھانے کا اتفاق پیش آیا۔ آپ رجسٹر لے کر محفل نکاح میں پہنچے۔ دولہا دلہن اور وکیل وگواہان کی تفصیلات درج کرنے لگے۔ بارات کا ایک شخص آپ کو بڑی توجہ سے لکھتے دیکھ رہا تھا۔ آپ نے کئی بار نوٹ کیا مگر محفل کی وجہ سے پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ خیر! آپ نے ایجاب وقبول کرایا اور نکاح کی رسید ذمہ داروں کو تھماتے ہوئے جانے

کی اجازت مانگی۔ٹھیک اسی وقت وہی بندہ جو مہتمم صاحب کو بغور دیکھ رہا تھا قریب آیا اور نہایت شائستہ لہجے میں کہا:

''مولانا صاحب! دعا کریں کہ اِس رسید کو پڑھنے کی نوبت نہ آئے ورنہ اِسے پڑھنے کے لئے آپ کو ہی بلانا ہوگا۔''

مہتمم صاحب کا کہنا ہے کہ ان کی یہ بات سن کر میں پانی پانی ہوگیا، میں سمجھ گیا تھا کہ وہ کنایتاً میری خراب تحریر کی جانب اشارہ کررہے تھے بس اسی دن سے میں نے تہیہ کرلیا کہ کسی بھی طور پر اپنی تحریر اچھی کرنی ہے۔جیسا مہتمم صاحب نے ارادہ کیا ویسا ہی کر دکھایا۔آپ نے خطاطی پر اتنی مشق کی کہ آپ کی تحریر نہایت خوب صورت ہوگئی۔جو بھی آپ کی تحریر دیکھتا وہ رشک کرتا۔مہتمم صاحب چاہتے کہ نعیمیہ کے ہر طالب علم کی تحریر اچھی ہونا چاہیے، اس سلسلے میں آپ اکثر یہ فرماتے کہ عام آدمی کسی بھی عالم کے علم کی گہرائی جانتا ہے نہ سمجھتا ہے وہ یا تو عالم کی بات سنتا ہے یا اُس کی تحریر دیکھتا ہے اس لئے بولنے کی مشق کے ساتھ لکھنے کی مشق لازمی سمجھو تاکہ کوئی تمہیں میری طرح طعنہ نہ دے سکے۔خوش خطی کے لئے آپ اس قدر سنجیدہ تھے کہ آپ نے باضابطہ ادارہ میں خطاطی کا شعبہ قائم کرایا اور ادارہ کے ایک فاضل مولانا کاتب حبیب احمد نعیمی کو اُستاذ مقرر کیا۔اعدادیہ تا رابعہ کے طلبہ کے لئے دستہ لکھنا لازم تھا۔

دستہ رجسٹر سائز کی ایک سفید کاپی ہوا کرتا تھا جس میں عام کاپیوں کی طرح لائنیں نہیں ہوتی تھیں بس سادہ سا کاغذ ہوتا۔اسی پر طلبہ لکھنے کی مشق کرتے۔دستہ لکھنا مہتمم صاحب کو اتنا پسند تھا کہ ایسے طلبہ کو انعام واکرام سے بھی نوازتے۔بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ محض دستہ لکھنے کی وجہ سے سبق سنانے اور دیگر امور میں رعایت بھی کردیا کرتے۔آپ کے اس مزاج کی وجہ سے کئی چنچل طالب علم سبق سے زیادہ دستہ لکھنے پر دھیان دیتے اور آپ سے مختلف فوائد حاصل کرتے۔ہم حفظ قرآن کے زمانے سے ہی لکھنا سیکھ چکے تھے اور مسلسل لکھتے رہتے، اس لئے ہماری تحریر بہت اچھی بھلے نہیں تھی مگر سمجھ میں آنے لائق ضرور تھی، کتابت کی طرف میلان نہیں تھا، اس لئے ہم تو دستہ لکھنے کی سعادت سے محروم رہے لیکن ہمارے دوستوں میں ڈاکٹر خورشید نعیمی، مولانا مستفیض احمد اور مفتی باقر علی نعیمی نے خوب مشق کی اس لئے ان حضرات کی تحریر آج بھی بہت خوب صورت ہے جو بجا طور پر مہتمم صاحب کی رغبت اور تربیت کا نتیجہ ہے۔

حوصلہ افزائی: اچھے کاموں پر طلبہ کی حوصلہ افزائی بھی مہتمم صاحب کی پہچان تھی۔یہ حوصلہ افزائی مختلف نوعیت کی ہوا کرتی، کبھی طلبہ کو چائے پلاتے، کبھی کوئی کتاب پیش کرتے اور کبھی ناشتہ وغیرہ کراتے۔حوصلہ افزائی کا انداز بھی مہتمم صاحب کی طرح دوسروں سے بہت مختلف ہوتا تھی۔جس طالب علم سے خوش ہوتے تو کہتے ہاں بھئی چُنّا چودھری آج تو تم نے کمال کردیا، چلو میرے ساتھ آؤ۔بٹھاتے اور پوچھتے چائے پیوگے؟ پوچھنے کا مطلب ہوتا کہ چائے پینی ہی ہے، اس لئے مہتمم صاحب کے اتنا کہتے ہی طالب علم چائے بنانے کے لئے کھڑا ہوجاتا۔جیسے ہی وہ کھڑا ہوتا مہتمم صاحب بتانے لگتے کہ دیکھو چینی، چائے کی پتی اِدھر رکھی ہے اور دودھ اُس جانب رکھا ہے۔اس طرح چائے بنتی اور چائے کی چسکیوں کی بیچ نارمل سی بات کرتے اور اختتام چائے پر کہتے کہ دیکھو فلاں کتاب تلاشو! کتاب تلاش کر مہتمم صاحب کو پیش کی جاتی تو فرماتے ''ارے چنا چودھری! یہ تمہارے لئے ہے'' جاؤ اور خوب محنت سے پڑھو، اور ہاں اپنے ساتھیوں کو بھی سمجھایا کرو کہ وہ بھی محنت کیا کریں۔

اختتام سال پر ہماری تقریری وتحریری انجمن کا خصوصی پروگرام ہوتا، مہتمم صاحب اس میں بہ نفس نفیس حاضر رہتے اور ممتاز طلبہ کو ہدایا وتحائف سے نوازتے۔ایک موقع پر ہمارے رفیق جانی مفتی منظم نعیمی ازہری کو نمایاں کارکردگی دِکھانے پر صدر الافاضل کی ''اطیب البیان فی ردتقویۃ الایمان'' سے نوازا تھا۔اس کے علاوہ بھی مختلف اوقات میں طلبہ کی کسی نہ کسی طور حوصلہ افزائی کرتے رہتے۔

تکیہ کلام: چُنّا چودھری! یہ مہتمم صاحب کا تکیہ کلام تھا۔کسی طالب علم کی عزت افزائی اور اپنائیت جتانے کے لئے ''چُنّا چودھری'' نہایت عزت دارانہ جملہ مانا جاتا۔طلبائے نعیمیہ کے درمیان یہ تکریمی خطاب مہتمم صاحب کی شناخت وپہچان اور ان کے حق میں محفوظ تھا۔اس تکیہ کلام کی بنیادی وجہ تو معلوم نہیں، شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ جامعہ نعیمیہ کے متصل لال باغ میں چُنّا ہوٹل ہوا کرتا تھا جو اپنے مالک کے نام سے منسوب تھا، شاید اسی ہوٹل مالک کے کسی کارنامے سے متاثر ہوکر مہتمم صاحب نے لفظ چُنّا مستعار لیا اور اُس پر چودھری کا لاحقہ لگا کر چُنّا چودھری بنا دیا۔اس طرح نعیمیہ میں یہ تکیہ کلام وقت کے ساتھ پروان چڑھتا چلا گیا۔نعیمیہ کے جملہ طلبہ مہتمم صاحب کے تکیہ کلام سے خوب واقف تھے۔اس لئے جب بھی، ہاں بھئی چنا چودھری! کہاں جارہے ہو؟ کہاں سے آرہے ہو؟ کیا کررہے ہو، جیسے جملے نعیمیہ کی ہواؤں میں گردش کرتے تو سبھی طلبہ سمجھ جاتے کہ اس وقت مہتمم صاحب اچھے موڈ میں ہیں۔بس یہی وقت ہوتا جب طلبہ چھٹی لینے اور کھانے کی پرچی بنوانے جیسے کام نپٹانے میں لگ جاتے۔

صفائی پسند: مہتمم صاحب اعلی درجے کے صفائی پسند تھے۔طلبہ کے کمرے ہوں یا ہاسٹل کا باہری حصہ، اگر ذرا سی گندگی نظر آتی تو

ڈانٹ پڑنا لازمی تھی۔ جامعہ نعیمیہ میں یومیہ صفائی کے لئے sweeper کی تعیناتی تھی مگر مہتمم صاحب اس کے طریقہ صفائی سے مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ باضابطہ اس کے ساتھ رہ کر اپنی نگرانی میں صفائی کراتے۔ کبھی کبھار ایسا ہوتا کہ کسی وجہ سے مہتمم صاحب موجود نہ ہوتے تو sweeper کو بھی قدرے سکون ملتا کہ چلو آج حضرت موجود نہیں ہیں اس لئے زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ طلبہ آئے دن اس کا مشاہدہ کرتے تھے۔ اس لئے کبھی کبھار ہنسی مذاق میں بعض طلبہ لطف لینے کے لئے sweeper کو چڑھاتے کہ مہتمم صاحب بڑے سخت مزاج ہیں تم سے کئی لوگوں کے برابر کام لیتے ہیں اور تنخواہ ایک کے برابر بھی نہیں دیتے، تم مہتمم صاحب سے اپنی تنخواہ بڑھواؤ، بھلا تمہارے جیسا sweeper کہاں ملے گا؟ اسے لگتا کہ طلبہ ہمدردی کر رہے ہیں، بس جیسے ہی مہتمم صاحب ملتے تنخواہ بڑھانے کا مطالبہ کر دیا جاتا اور مہتمم صاحب sweeper کی جم کر کلاس لگاتے۔

طلبہ کی شرارتوں کا دائرہ sweeper کے علاوہ جامعہ کے چوکی دار تک بھی پہنچا ہوا تھا۔ وہ چوکی دار بھی غضب کے تھے، کہنے کو جامعہ کی چوکی داری کرتے لیکن صحیح معنی میں اُنہیں اپنی دیکھ بھال کے لئے خود ایک چوکی دار کی ضرورت تھی مگر طلبہ اُن سے بھی خوش طبعی کرتے کہ آپ کس قدر محنتی اور فعال چوکی دار ہیں مگر آپ کی تن خواہ کس قدر کم ہے، جب کہ مرادآباد میں چوکی داروں کو آپ سے تین گنا زیادہ تن خواہ ملتی ہے۔ آپ پہلی فرصت میں مہتمم صاحب سے تن خواہ بڑھانے کا مطالبہ کریں۔ بس چوکی دار صاحب جوش میں آجاتے اور موقع ملتے ہی مہتمم صاحب سے تن خواہ بڑھانے کا مطالبہ کر بیٹھتے اور حسب توقع مہتمم صاحب ان کی اچھے سے ضیافت فرماتے۔ مہتمم صاحب ہاسٹل کے حمام خانوں، بیت الخلا اور نلوں کے آس پاس کی صفائی پر خصوصی دھیان دیتے۔ ہفتے عشرے میں بعد عصر طلبا کو جمع کرتے اور صفائی ستھرائی کی افادیت اور اس کی سماجی اہمیت پر روشنی ڈالتے۔ اس موقع پر تقریباً یہ جملے ضرور ادا فرماتے:

صفائی ستھرائی کی اہمیت سبھی جانتے ہیں مگر اُس پر عمل بہت کم لوگ کرتے ہیں۔ جانتے ہو کیوں؟ کیوں کہ عمل اسی وقت ہوتا ہے جب کسی کام کی عادت بن جائے اس لئے تم لوگ بھی ابھی سے صفائی ستھرائی کی عادت بنالو ورنہ کتنے ہی بڑے علامہ فہامہ بن جاؤ مگر رہو گے ایسے ہی۔ میں نے کتنے ہی بڑے بڑے مولویوں کو دیکھا ہے کہ جن کے علم و فن کے بڑے چرچے ہوتے ہیں مگر جب ان کی رہائش گاہ دیکھی تو ایسی ہی نکلیں جیسے تمہاری ہوتی ہیں، چادر کہیں، تکیہ پھٹا ہوا، بستر سکڑا ہوا، کمرے میں جالے وغیرہ وغیرہ۔ اب بتاؤ اگر کوئی ان کی رہائش گاہ دیکھ لے تو کیا تاثر لے گا؟ اس لئے ابھی سے صفائی ستھرائی کو اپنی عادت کا حصہ بنالو ورنہ بعد میں بھی کوڑھی کے کوڑھی ہی رہو گے۔

کھیل کی اجازت اور مہتمم صاحب کی شرطیں: جس زمانے میں ہم نعیمیہ میں داخل ہوئے تو وہاں ہر قسم کے کھیلوں پر پابندی لگی ہوئی تھی۔ پابندی کی بنیادی وجہ ایک حادثہ تھا۔ ہوا کچھ یوں تھا کہ ایک بنگالی طالب علم فٹ بال کھیلنے جایا کرتا جب کہ دیگر طلبہ حسب روایت کرکٹ کے شوقین تھے۔ سب سے قریبی میدان گورنمنٹ انٹر کالج (GIC) کا تھا جو قلعے والی مسجد کے ایک دم متصل تھا۔ اس میدان کے کنارے پر ایک طویل القامت کھجور کا درخت گویا امپائر یا میچ ریفری کی طرح مستعد رہتا ہے۔ ایک مرتبہ میچ کھیلتے ہوئے ایک کھلاڑی نے ایسی کِک لگائی کہ فٹبال سیدھے کھجور کی شاخوں میں پھنس گئی۔ طالب علم نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، جھٹ پٹ کھجور پر چڑھ گیا اور فٹبال بھی نیچے اتار دی مگر خود کا توازن برقرار نہیں رکھ پایا اور زمین پر آ گرا۔ حادثہ بہت سخت تھا، خیر دعائیں کام آئیں اور طالب علم کی جان بچ گئی۔ اس کی جان بھلے ہی بچ گئی مگر طلبہ کی sports activities پر پابندی لگ گئی۔ شریف کہیں کہ دبّو مگر طلبا کی بڑی تعداد نے اس پابندی کو بہ سر وچشم قبول کیا مگر کچھ جوشیلے اور چنچل طلبہ نے پابندیوں کے باوجود کھیل کود کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ معاملات ہمارے داخلے سے پہلے رونما ہو چکے تھے۔ ابتدائی دور میں ہم بھی پابندیوں کے سائے میں کھیلتے رہے پھر سوچا کہ اس طرح کب تک چلے گا، کیوں نہ مہتمم صاحب سے براہ راست بات کی جائے اور ان سے باضابطہ پابندی ہٹانے کی درخواست کی جائے۔

خیر سے اس وقت تک مہتمم صاحب سے ہماری جان پہچان ہو چکی تھی اور اُنہیں لگتا تھا کہ شاید ہم پڑھنے میں ٹھیک ٹھاک ہیں۔ اس لئے جب یہ درخواست پیش کی تو اولاً انکار ہی کیا لیکن حسب توقع رویہ نرم تھا۔ موقع غنیمت جان کر میں نے عرض کیا حضرت! کسی حادثہ کا یہ مطلب تو نہیں کہ اس کام پر مکمل پابندی لگا دی جائے، حادثہ مقدر ہو تو کہیں بھی ہو سکتا ہے۔ ویسے بھی علما کو جسمانی طور پر چست درست ہونا چاہیے کہ کہیں ضرورت جہاد پیش آجائے تو مقابلہ تو کر سکیں۔ اب موٹے اور تُھل تُھلے جسم کے ساتھ تو جہاد ہونے سے رہا؟ طلبہ کے پاس تعلیمی سرگرمیوں کے درمیان دل و دماغ کو تر و تازہ رکھنے کے لئے کھیل کے علاوہ کون سا راستہ ہے؟ اس طرح اور بھی کئی Argument دِیے اور بالآخر مہتمم صاحب نے کچھ شرائط کے ساتھ

اجازت عطا فرمادی:

- بعد عصر تا مغرب کھیلنے کی اجازت ہے۔
- طلبہ آپس میں ہی کھیلیں گے، شہری لڑکوں کے ساتھ نہیں کھیلنا ہے۔
- کھیل کا سامان میدان کے آس پاس ہی رکھنا، راستے میں لے کر نہیں جانا ہے۔ ○ جمعرات کو بعد ظہر تا عصر ہی کھیلنا ہے۔
- میدان میں مہذب طریقے سے بولنا اور رہنا ہے۔

اس اجازت کے حصول میں ہمارے ہم سبق دوست مفتی حسیب احمد نعیمی راجستھانی کی بھی پوری معاونت رہی ہے۔ حسیب بابا بطور خاص شکریہ کے حق دار تھے کہ وہ مدرسے کے سب سے شریف طلبہ میں سے ایک تھے حالانکہ خود کرکٹ کی ابجد سے بھی نا آشنا تھے مگر محض دوستوں کی محبت میں معاون وکیل کے رول میں موجود رہے۔

بعد فراغت نیا روپ ہوتا: زمانہ طالب علمی میں مہتمم صاحب جتنی ڈانٹ ڈپٹ کرتے فراغت کے بعد وہ سختی ایک دم غائب ہوجاتی اور ایک الگ ہی شخصیت سامنے آتی۔ فراغت کے بعد طلبہ کو نام سے پکارنا بند کر دیتے، نام سے پہلے مولانا لازمی لگاتے۔ فارغین طلبہ سے ملتے تو نہایت محبت و اپنائیت سے پیش آتے۔ گھر کے حال چال پوچھتے، چائے ناشتے اور کھانے کا خصوصی خیال رکھتے۔ ان کی ذمہ داریوں کی بابت دریافت کرتے اور اخلاص سے کام کرنے کی نصیحتیں کرتے۔ مختلف علما کی مثالیں سناتے کہ فلاں فلاں نے کیسے کیسے نا مساعد حالات میں کام کیا۔ مشکلات اٹھائیں مگر تعلیم دین اور تبلیغ اسلام کی خاطر دل جمعی سے کام کرتے رہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں عزت و دولت سے خوب نوازا، اس لئے کبھی بھی محض روپے پیسے کے لئے کام مت کرنا بلکہ اپنا کام خدمت کے جذبے کے تحت کرنا تا کہ اخلاص بنا رہے اور کام میں برکتوں کا ظہور ہو۔

جن طلبہ سے گہری شناسائی ہوتی یا اُن کی علمی و دینی خدمات سے متاثر ہوتے اُنہیں گاہے گاہے فون بھی کرتے۔ حال چال اور اُن کے دینی و علمی کاموں کی روداد بھی پوچھتے مگر اپنے مزاج کی طرح چند لفظوں میں ہی خیریت، حال چال اور متعلقہ دینی و علمی کام کی روداد پوچھ لیتے اور بات ختم ہوجاتی۔ انداز کچھ اس طرح ہوتا تھا:

السلام علیکم! محمد یامین نعیمی بات کر رہا ہوں۔ ہاں بھئی، سب خیر و عافیت ہے؟ اور بچے وغیرہ ٹھیک ٹھاک ہیں؟ اور سناؤ آج کل کیا کام چل رہا ہے؟ نعیمیہ کب آ رہے ہو؟ آؤ تو اپنا مسودہ لیتے آنا، میں بھی ایک نظر دیکھ لوں۔ اچھا اپنا خیال رکھنا السلام علیکم۔ میں کبھی کبھی سوچتا کہ مہتمم صاحب اتنے کم لفظوں میں اپنا مافی الضمیر کس طرح ادا کر لیتے ہیں؟ کئی بار کوشش کی کہ ہم بھی اسی طرح کر کے دیکھتے ہیں لیکن ناکام رہے کہ ہم بہر حال تکنیکی دور کے سست انسان ہیں اور وہ اس دور میں کتابی آدمی تھے جن کے نزدیک وقت ایک نہایت قیمتی شے تھا۔

وقت کی پابندی: وقت زندگی کی طرح اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمت ہے۔ وقت کی پابندی اور اس کی قدر رب کی شکر گزاری ہے۔ جو لوگ وقت کی قدر نہیں کرتے وہ ہمیشہ نقصان اٹھاتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَ الْفَرَاغُ۔ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن میں بہت سے لوگ گھاٹے میں رہتے ہیں اور وہ ہیں صحت اور فراغت۔ (صحیح البخاری ۶۴۱۲)

یعنی زیادہ تر لوگ یہ دو نعمتیں پا کر بھی ان سے پورا فائدہ نہیں اٹھا پاتے اور اپنی سستی و کاہلی سے وقت اور صحت کو یوں ہی بے کار کے کاموں میں ضائع کر دیتے ہیں۔

مہتمم صاحب کی پابندی وقت کی بات یاد آتی ہے تو خیال آتا ہے کہ مہتمم صاحب نے گویا وقت کو اپنے حساب سے سیٹ کیا ہوا تھا۔ ہر کام بلا ناغہ متعین وقت پر بآسانی پورا کر لیا کرتے۔ یہ محض مبالغہ یا استاذ سے محبت نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ مہتمم صاحب وقت کی پابندی کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے سبھی معمولات وقت کے حساب سے ہی چلتے، وقت پر درس گاہ لگواتے، وقت پر اٹھتے، اٹھتے ہی طلبہ کو نماز کے لئے آواز لگاتے۔ نماز کے فوراً بعد کھانا کھاتے اور کھانے کے بعد قدرے قیلولہ کرتے اور اس کے بعد پھر اپنے مکتبے کے کاموں میں مصروف ہوجاتے۔ اس درمیان عصر کا وقت آ جاتا تو پھر نماز کے لئے آواز لگاتے اور موقع ملنے پر دوڑاتے بھی، اگر موڈ ہوتا تو نماز کے بعد طلبہ کو جمع کرتے اور مختلف نصیحتیں فرماتے۔ کبھی کوئی طالب علم اپنی مسجد آنے کی دعوت دیتا تو بعد مغرب جامعہ سے نکلتے اور کوشش کرتے کہ عشا کی نماز جامعہ ہی میں ادا فرمائیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تا کہ مہتمم صاحب کو عشا کی نماز باہر ہی ادا کرنا پڑ جاتی تو طلبہ بھی راحت کا سانس لیتے۔

پابندی وقت کی مثال: مہتمم صاحب کے اوقات کس قدر متعین اور طے شدہ ہوتے تھے اِس کا اندازہ ایک مثال سے لگائیں، مہتمم صاحب کا معمول تھا کہ آپ روزانہ اپنے گھر سنبھل تشریف لے جاتے اور

جنوری کی سردیوں میں رات دس بجے تک آپ طلبہ سے پڑھائی کراتے۔ دس بجے کے بعد جامعہ سے گھر کے لئے نکلتے۔ بس اڈہ جامعہ سے تقریباً ایک کلومیٹر کی دوری پر ہے، وہاں تک رکشہ سے جاتے اور وہاں سے بس پکڑ کر سنبھل پہنچ جاتے۔ آپ کے جاتے ہی طلبہ بے فکر ہوجاتے اور مختلف قسم کی مکالمہ مباحثہ کی محفلیں سج جاتیں جو دیر گئے رات گئے تک جاری رہتیں۔ تھک جاتے تو بستر میں جا پڑتے۔ نیند کا ایک آدھ ہی دور نکلا ہوتا کہ آپ نعیمیہ میں وارد ہوجاتے۔ طلبہ مستی کی نیند میں سو رہے ہوتے کہ مہتمم صاحب کی نیند بھگاؤ مہم شروع ہوجاتی۔ ہاسٹل کے کسی بھی گوشے میں غیر معمولی چھل پہل سے ہی سبھی طلبہ سمجھ جاتے کہ مہتمم صاحب واپس تشریف لا چکے ہیں۔ یہ مہتمم صاحب کا یومیہ معمول تھا، رات دس بجے جامعہ سے سنبھل جانا اور تڑکے پانچ چھ بجے سنبھل سے جامعہ واپس آنا۔ اب ایک طرف تو طلباے نعیمیہ آپ کے شیڈول سے پریشان رہتے کہ حضرت ابھی تو گئے ہی تھے، سکون کی سانس تک بھی نہ لے پائے تھے کہ تڑکے میں ہی پھر نمودار ہوگئے، ادھر آپ کے گھر میں بھی تقریباً یہی صورت حال ہوتی، آپ کے بڑے صاحب زادے محترم ضیا اشرف نعیمی بیان کرتے ہیں:

''ابا رات کو گیارہ بارہ بجے گھر پہنچتے۔ پہنچتے ہی مکتبے کا حساب و کتاب چیک کرتے، کتابوں کی فہرست بنواتے، چیک کرتے۔ آئے ہوئے خطوط پڑھتے ان کے جواب لکھتے اور ان پر ایڈریس وغیرہ لکھوا کر پوسٹ کرنے کی تاکید کرتے۔ مختلف مقامات کے آئے ہوئے آرڈر چیک کرتے، کتابوں کے بنڈل پیک کراتے اور ان سبھی کاموں سے فارغ ہوتے تو کہتے جاؤ اب آرام کرلو۔ اس طرح رات کو ایک ایک دو بجے چھٹی ملتی۔ بمشکل دو ڈھائی گھنٹے سو پاتے کہ ابا پھر اٹھا دیتے کہ چلو مجھے بس اڈے تک پہنچا کر آؤ۔ اس طرح میں ابا کی کتابیں اٹھاتا اور انہیں بس میں بٹھا کر آتا، تب کہیں جا کر بے فکری سے لیٹ پاتا۔''

ذرا سوچئے! جنوری کی سرد راتوں میں، جب اچھے اچھوں کی گھر سے باہر نکلنے کی ہمت نہیں ہوتی تب مہتمم صاحب کا گھر جانا یومیہ معمول تھا۔ گھر جائیں سو جائیں اچھا ہے مگر گھر جا کر کام کرنا اور بیٹوں کو کام میں لگانا، پھر مختصر سا آرام کر کے واپس بستر چھوڑنا کس قدر مشکل کام ہے۔ ہم جیسے جوان بھی رات کو چار پانچ بجے بستر چھوڑنے کے بارے میں دس نہیں سو بار سوچیں گے مگر مہتمم صاحب عجیب ہی مزاج کے تھے جسے لوگ سوچنے میں وقت لگائیں وہ اُسے اس طرح کر گزرتے جیسے کوئی بات ہی نہیں تھی۔

صدر الافاضل سیمینار و کانفرنس:

سال ۲۰۱۳ء چل رہا تھا، سال کے اخیر میں ہماری شادی متوقع تھی، ارادہ تھا کہ شادی کے بعد حضرت صدر الافاضل کی حیات و خدمات پر ایک سیمینار و کانفرنس کریں گے۔ اس حوالے سے برادر گرامی محمد زبیر قادری (ایڈیٹر افکار رضا ممبئی) سے بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ یہ کام شادی سے پہلے ہی کرلو، شادی کے بعد مصروفیت بڑھ جائے گی تو اس طرح کے کام میں بہت دقت ہوگی۔ زبیر بھائی شادی شدہ اور پرانے تجربہ کار تھے اس لئے ان کی رائے مناسب لگی اور ہم نے اپنے رفیق جانی مفتی منظم نعیمی ازہری کے ہمراہ مرادآباد پہنچ کر اساتذہ نعیمیہ سے اپنے ارادے کا اظہار کیا جسے اساتذہ کرام نے بصد خلوص قبول فرمایا اور اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ اس وقت مہتمم صاحب کی خوشی دیدنی تھی کہ آپ کی عرصہ دراز سے خواہش تھی کہ صدر الافاضل پر شایان شان تحریری کام ہو مگر ''اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے''

اب جب یہ لمحہ آیا تو مہتمم صاحب جذباتی ہوگئے اور اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے یوں کہا ''میں نعیمیہ میں آیا تو جوان تھا، اس وقت سے سوچتا تھا کہ یہاں ایسے طلبہ تیار ہوں جو صدر الافاضل پر کام کریں مگر میرا انتظار لمبا ہوتا گیا حتی کہ جوانی رخصت ہوئی بڑھاپا آگیا مگر خواب ادھورا رہا، اب تو یہ سوچنے لگا تھا کہ پتا نہیں میری زندگی میں یہ خواب پورا ہوگا کہ نہیں، آج میں بے حد خوش ہوں کہ دیر سے ہی سہی میرا دیرینہ خواب پورا ہو رہا ہے۔''

اِس سیمینار میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے نبیرہ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ مفتی اختر رضا قادری علیہ الرحمہ اور دیگر اہم مندوبین میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری مصباحی، مولانا محمد آفتاب قاسم ساؤتھ افریقہ اور ہمارے مہربان بھائی مفتی شعیب نعیمی صاحب بھی شامل تھے۔ ابتدائے کار سے اختتام سیمینار و کانفرنس تک مہتمم صاحب نے جس اپنائیت کے ساتھ ہمارا ساتھ دیا، جس طرح ہماری سرپرستی کی وہ ایک طویل داستان ہے جسے ان شاءاللہ بہ فرصت لکھوں گا لیکن سردست اتنا ضرور کہوں گا کہ اس اہم اجلاس کی کامیابی میں مہتمم صاحب اور اُستاذ گرامی مفتی محمد سلیمان نعیمی (نائب پرنسپل جامعہ نعیمیہ) ہمارے سر پر ایک شفیق باپ کی طرح موجود رہے جس کی بنا پر اتنا بڑا علمی پروگرام کس طرح ہوگیا پتا ہی نہیں چلا۔ آج جب پلٹ کر اس سیمینار کی جانب دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ ایک نوعمر لڑکا کس طرح اتنا بڑا سیمینار کرنے میں کامیاب ہوگیا تو بے اختیار دل سے جواب آتا ہے کہ یہ سب باپ جیسے مخلص اساتذہ کی سرپرستی کا ثمرہ ہے۔ جب سر پر ایسے مخلص

مہربان ہوں تو بچوں کو کامیاب ہونے سے بھلا کون روک سکتا ہے۔

میرے پیر بھائی: بڑے مدارس میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ایک ساتھ دو تین نسلیں منصب استاذی پر فائز ہوتی ہیں اس لئے ایک ہی اُستاذ ایک وقت میں اُستاذ بھی ہوتا ہے اور دادا استاذ بھی مہتمم صاحب ہمارے اُستاذ بھی تھے، دادا اُستاذ بھی اور پردادا استاذ بھی۔ اس کے علاوہ میری خوش نصیبی تھی کہ مہتمم صاحب ہمارے برادر خواجہ تاش بھی تھے یعنی آپ میرے پیر بھائی بھی ہوتے۔ یوں تو مہتمم صاحب اور میں الگ الگ مشرب میں شرف بیعت رکھتے ہیں لیکن یادگار صدرالا فاضل، شہزادہ تاج العلماء مفتی محمد اطہر نعیمی مدظلہ العالی (سابق صدر مفتی جامعہ نعیمیہ کراچی وسابق چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان) سے شرف اجازت وخلافت کی بنا پر ہمارے درمیان خواجہ تاشی کا رشتہ بھی قائم ہوا۔

مفتی محمد اطہر نعیمی عمر کی نو دہائیاں پار کر چکے ہیں اور آج بھی جامع مسجد آرام باغ میں امامت وخطابت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ جب ہم نے دہلی سے سوادِ اعظم کی نشاۃ ثانیہ کی اس وقت سے آپ سے رابطہ قائم ہوا جو تا حال برقرار ہے۔ یہ تعلق انتہائی بے تکلفی اور اپنائیت پر مبنی ہے۔ حالانکہ مفتی صاحب قبلہ سے آج تک کوئی ملاقات نہیں ہوئی لیکن ایسا لگتا ہے کہ وہ آس پاس ہی رہتے ہیں جو مختلف چیزوں پر میری رہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔ ایک ایسی ہی بے تکلفانہ گفتگو میں کہنے لگے کہ؛

''کسی سے خلافت ملی ہے؟ عرض کیا، میں خلافت کا کیا کروں گا؟

فرمایا مجھے صدرالا فاضل نے بن مانگے خلافت عطا فرمائی تھی میں تمہیں بن مانگے خلافت واجازت سے نوازتا ہوں۔''

اب بن مانگے موتی ملیں تو کون دیوانہ ہوگا جو منع کرے، اس طرح حضرت نے سلسلہ نعیمیہ قادریہ اشرفیہ رضویہ کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ کی محبت یہیں نہیں رکی بلکہ بائی ڈاک کراچی سے خلافت نامہ بھی روانہ فرمایا جو آج بھی میرے پاس یادگار ہے۔ اسی موقع پر حضرت نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ ساتھ مولانا یامین نعیمی صاحب کو بھی سلسلہ نعیمیہ کی اجازت عطا کرتا ہوں تم انہیں یہ امانت پہنچادو۔

اعزاز خلافت حاصل کرنے کے بعد میں دہلی سے مرادآباد لوٹا تو مٹھائی کا ڈبہ لے کر آپ کے پاس پہنچا۔ مٹھائی دیکھ کر مہتمم صاحب سمجھے کہ شاید پوتا/پوتی کی مٹھائی ہے۔ میں نے منہ میٹھا کرایا اور شرف خلافت کا مژدہ سنایا۔ یوں تو آپ پیری مریدی میں شغف نہیں رکھتے مگر اس اعزاز پر بہت خوش ہوئے مجھے ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا اور کہا کہ آج تمہاری وساطت سے صدرالا فاضل سے میرا رشتہ اور گہرا ہو گیا۔ اس طرح یادگار صدرالا فاضل مفتی محمد اطہر نعیمی کی اجازت وخلافت میں اشتراک کی بنا پر ہمارے درمیان پیر بھائی والا رشتہ بھی قائم ہوا۔

ایک خواهش جو ادهوری ره گئی: آپ کی بڑی تمنا رہتی کہ جب بھی کچھ لکھوں پہلی فرصت میں آپ کو دکھاؤں۔ جب فروری ۲۰۲۱ء میں میرے مضامین پر مشتمل کتابیں ''ہمارے عہد کا بھارت اور منزلوں کے نشاں'' منظر عام پر آئیں تو ارادہ کیا کہ جلد ہی کچھ سیٹ لے کر نعیمیہ حاضر ہوں اور اساتذہ کی خدمت میں پیش کروں۔ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ آپ کا فون آ گیا۔ حسب روایت علیک سلیک کے بعد سیدھا پوچھا ''سنا ہے تمہاری دو کتابیں شائع ہوئی ہیں؟ عرض کیا جی، فرمایا: اچھا دونوں کتابوں کا ایک ایک سیٹ ضیا (فرزند اکبر) کے ہاتھ بھجوا دو۔ عرض کیا، میں خود لے کر حاضر ہوتا ہوں۔ فرمایا ٹھیک ہے اور لگا تار لکھو۔ اب آرام کا وقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں خوب نوازے، السلام علیکم''

یہ آخری بات تھی جو مہتمم صاحب سے ہوئی اس کے بعد یہ آواز سننے کو کان ترس گئے اور مہتمم صاحب کو اپنی کتابیں دکھانے کی خواہش بھی ادھوری ہی رہ گئی۔ یہ خواہش بھلے ہی ادھوری رہ گئی لیکن آپ کی خواہش پر کام کی رفتار کو کم نہیں ہونے دیا بلکہ بڑھا دیا ہے۔ اللہ کریم مجھ ناتواں کو مہتمم صاحب کی خواہش پوری کرنے کی قوت وتوفیق عطا فرمائے۔ آمین

کامیاب زندگی: مہتمم صاحب نے ہر لحاظ سے ایک کامیاب اور قابل رشک زندگی گزاری۔ آپ کے وصال کو ایک سال ہونے کو آیا مگر اب بھی ایسا لگتا ہے کہ آپ نعیمیہ میں موجود ہیں اور آج کل میں ہی ان کا فون آئے گا، حال چال اور تحریری کاموں سے متعلق پوچھیں گے مگر افسوس آپ اس سفر پر روانہ ہو گئے ہیں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا مگر سکون اس بات کا ہے کہ آپ بھلے ہی رخصت ہو گئے مگر اپنے پیچھے ایک روشن قندیل چھوڑ گئے جو زمانے کو راستہ دکھاتی رہے گی۔

آں ہا کہ سبق زِ شمع آموختہ اند　　خود سوختہ وبزم بر افروختہ اند

وہ لوگ جنہوں نے شمع سے سبق پڑھا
خود بھلے ہی جل گئے مگر بزم کو روشن کر گئے

☆☆☆

☆مدیر اعلیٰ سوادِ اعظم دہلی۔

پس منظر

ماہ رمضان اور مسلمان - ہلالِ رمضان سے ہلالِ عید تک

کھیل کود، غصہ گرمی، نعمتوں کی بے قدری، شرعی احکام کی پامالی اور حق داروں کی حق تلفی سے پرہیز کریں

عطاء الرحمٰن نوری★

رمضان المبارک۔ اب اس کی آمد اور موجودگی کے باوجود ہم میں خاطر خواہ انقلاب نظر نہیں آتا۔ روزوں کی فرضیت کا مقصد فوت ہوتا جارہا ہے۔ مستحقین، یتیموں، بیواؤں اور غریبوں کی امداد کا جذبہ بھی مردہ ہو چکا ہے۔ اسلاف کرام ماہ رمضان کی آمد پر خود کو تیار کرتے بندگی کے لئے اور ہم بازاروں میں سحر وافطار میں لذیذ پکوان کی تیاریوں اور دیگر اشیاؤں کی خرید و فروخت میں مصروف ہوتے ہیں۔ نماز فجر کے بعد تلاوت قرآن کے اہتمام کی بجائے ٹینس اور کرکٹ کھیلنے کا مشغلہ پروان چڑھ رہا ہے۔ نوجوانوں کا صبح اور رات میں موٹر سائیکلوں پر دھوم مستی کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ کسی کو ٹریفک میں کسی گاڑی سے دھکا لگ جائے تو وہ غصے میں لال پیلا ہو کر ایسے گھورتا ہے جیسے ابھی کچا چبا جائے گا جبکہ روزہ نام ہے صبر کا۔

کیا کبھی سنجیدگی سے ہم نے سوچا کہ موٹر سائیکل پر نوجوانوں کی دھوم مستی، طرح طرح کے اسٹنٹس اور ایک دوسرے کو تکلیف دینے کے عمل کو دیکھ کر غیروں کی نظر میں اسلامی تہذیب کی چھاپ پڑتی ہوگی؟ ایسے میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس قوم کو راستہ چلنے کے آداب نہیں معلوم کیا وہ دنیا کی قیادت کر سکتی ہے؟

ماہ رمضان کے پہلے ہفتے میں ہر کوئی خوب جوش وخروش کے ساتھ عبادت میں مشغول نظر آتا ہے مگر جیسے جیسے دن گزرتے جاتے ہیں یہ جذبہ بھی سرد ہوتا جاتا ہے اور پھر شروع ہوتا ہے دوسرے عشرے میں افطار پارٹیوں کا زور۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ مدارس کے طلبا، یتیموں، مساکین اور ناداروں کے لئے روزہ افطاری کا سامان کیا جاتا مگر ہم اپنے دوستوں کے ساتھ دعوتِ افطار کا اہتمام کرتے ہیں، پھلوں کی بھر مار کے ساتھ بریانی، چکن فرائی اور دیگر خوانِ نعمت کا انتظام ہوتا ہے۔ اس کا کچھ حصہ تو کھایا جاتا ہے مگر اکثر محفلوں میں کھانا وافر مقدار میں بچ جاتا ہے اور اُسے پھینک دیا جاتا ہے۔ جب کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ! روٹی کی عزت کرو، جس قوم سے یہ روٹھ کر گئی ہے دوبارہ واپس نہیں آئی۔

دوسرے عشرے میں افطار پارٹیوں کی مصروفیات سے فراغت کے بعد شروع ہوتا ہے عید کی تیاریوں کا سلسلہ۔ پہلے ہی سے عید کی تیاریاں مکمل کر لینے والا بھی دوستوں کے ساتھ بازاروں میں بھیڑ کرنا اور راہ گیروں کو تکلیف دینا اپنا فرض تصور کرتا ہے۔ بازاروں کی رونق اور خرید وفروخت کی ریل پیل کو دیکھ کر احساس ہی نہیں ہوتا کہ شہر، مندی اور معاشی بحران کا شکار ہے۔ مارکیٹ میں مرد وخواتین کا ایک ایسا جمگھٹا ہوتا ہے جو عید کی تیاریاں تو مکمل کر لیتا ہے مگر اللہ کے پسندیدہ مذہب کی تعلیمات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیتا ہے۔ اس مہینے میں چوک، چوراہوں اور اہم راستوں پر چھوٹی بڑی دکانوں کی لمبی قطاریں نظر آتی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا دوسروں کو تکلیف دے کر کاروبار کرنے کی اسلام اجازت دیتا ہے؟ پھر پچیس روزے سے شروع ہوجاتی ہے عید پر سیر وتفریح کی پلاننگ۔ پُر فضا مقامات کا انتخاب کرنا، ٹراویلس ایجنسیوں میں گاڑیاں بک کروانا۔ وغیرہ

اٹھائیس روزے کے بعد سب کی نگاہیں ٹِک جاتی ہیں آسمان پر۔ گویا کہ دو تین دن چاند کے دیدار پر نکل جاتے ہیں۔ ہلال عید نظر آنے کے بعد تمام تر آرائش وزیبائش کے ساتھ دو رکعت نماز عید ادا کی اور رخصت ہو گئے اپنے بنائے ہوئے سفر کے شیڈول پر۔ چار چھ ایکسیڈنٹ ہوئے، مرحوموں کے اوصاف پر اخبارات میں دو چار تعزیتی مضامین شائع ہوئے اور پھر روز مرہ کی روِش پر گامزن ہو گئے۔ کیا روزوں کی فرضیت کا یہی مقصد ہے؟

یہ ایسے تلخ حقائق ہیں جن سے انحراف ناممکن ہے۔ ہزاروں روپے قوم مسلم عید کے دن سنیما گھروں میں لُٹا دیتی ہے۔ سو روپے کی قیمت اس بیٹے کے دل سے پوچھیے جس کی نظروں کے سامنے باپ کی لاش ہے اور کفن خریدنے کے لئے سو روپے کی کمی ہے۔ اس بیٹے کے دل پر اُس وقت کیا گزرے گی جب وہ کفن کے لئے غیروں کے سامنے ہاتھ پھیلائے گا؟ آج بھی شہر مالیگاؤں میں ایسے خاندان موجود ہیں جن کے بچے جمعہ کے دن والدین سے بریانی کی خواہش کرتے ہیں اور ماں باپ بچوں کے ہاتھوں میں

سوکھی روٹیاں تھماتے ہیں۔آج بھی ایسے گھر موجود ہیں جہاں بچے کہتے ہیں، امی! سب لوگوں نے تراویح پڑھ لی اور ہم نے ابھی تک روزہ نہیں کھولا۔

وہ بچے جن کو بیوہ ماں سُلا دیتی ہے فاقے سے
کسے معلوم ان بچوں کی کیسی عید ہوتی ہے

سحر وافطار کی تیاری، دعوتِ افطار کے اہتمام، عید کی خریدی اور عید پر تفریح طبع کے نام پر ہم ہزاروں روپے خرچ کردیتے ہیں۔ہمیں تو اب یتیم بچوں کی یتیمی، بیواؤں کی مجبوری، غریبوں کی امداد اور مستحقین کی ضرورت کا بھی خیال نہیں رہتا۔ہم مست ہیں اپنی فیملی میں۔ہم نے بچپن میں دیکھا تھا کہ نمازِ عصر کے بعد کھانا اور فروٹس پڑوسیوں میں تقسیم کیے جاتے تھے مگر افسوس! آج ہم اتنے مفاد پرست اور خودغرض ہوگئے ہیں کہ بریانی بن کر ختم بھی ہوجاتی ہے اور پڑوسیوں کو خبر تک نہیں ہوتی۔جب کہ مفہوم حدیث ہے کہ نیا پکوان بناؤ تو شوربہ بڑھالیا کروتا کہ لقمہ تمہارے پیٹ میں پہنچنے سے پہلے پڑوسیوں کے گھر تک پہنچ جائے۔شریعت اسلامیہ تو غریبوں کے حقوق یہاں تک بیان کرتی ہے کہ اگر تم کسی وجہ سے پڑوسیوں میں پھل تقسیم نہیں کرسکتے تو ان پھلوں کے چھلکوں کو ایسی جگہ نہ ڈالو جہاں غریب بچوں کی نظر پڑے اور وہ ان پھلوں کا مطالبہ کریں۔

کاش کہ خرافات میں پیسہ خرچ کرنے کی بجائے یتیموں کی کفالت کی جاتی، بیواؤں، غریبوں اور مسکینوں کی امداد کی جاتی، جن لوگوں پر قرض باقی ہے وہ بے جا خریداری اور سیر وتفریح کرنے کی بجائے اپنا قرض ادا کرتے اور ہم سب مل کر اسلامی تعلیمات پر ایسے عمل پیرا ہوجاتے کہ ہر ایک کی زندگی میں اسلامی انقلاب بپا ہوتا، اسلام کی حسین تصویر غیروں کے سامنے پیش ہوتی اور ان کے دل بھی مذہب حق کی طرف راغب ہوتے۔

مگر افسوس! اُمت مسلمہ لاپروائی اور غفلت کا شکار ہوکر خواہشات نفسانی میں ڈوب چکی ہے، جس کی وجہ سے قوم مسلم میں بے ہودہ رسوم کا رواج عام ہوچکا ہے۔ایسے موقعوں پر خواتین کافی بیہودہ قسم کے لباس پہنتی ہیں، بے حجاب بر سرعام بازاروں گلیوں میں گھومتی ہیں، جوکہ شریعت کے سخت خلاف ہے۔بے پردہ عورتوں کا حشر بڑا ہی دردناک ثابت ہوگا، ایسی لڑکیوں پر لعنت برستی ہے، قیامت کے دن عذاب الٰہی کی حقدار ہوں گی۔اس کے علاوہ والدین اپنے بچوں پر خوشی میں حد سے زیادہ تجاوز کرتے ہیں، مغرب کی اندھادھند تقلید میں کچھ والدین اپنے بچوں کو عریاں اور فیشن ایبل لباس میں دیکھنا پسند کرتے ہیں، تو کچھ والدین بچوں کو سنیما میں لے جاتے ہیں۔آج معاشرہ کی بیہودگی اس قدر عروج پر ہے کہ نوجوان اس دن فلم دیکھنا، ناچ گانے کی محفل میں شرکت کرنا، مردوزن کے مخلوط مقامات پر حاضری وغیرہ کو ضروری سمجھتے ہیں۔

عید درحقیقت عمدہ کپڑا پہن لینے یا عمدہ کھانا کھالینے یا دنیاوی خواہشات میں ڈوب جانے کا نام نہیں بلکہ عید سعید تو اطاعت وفرماں برداری، عبادت میں کثرت لانے کا نام ہے۔گناہوں سے توبہ کرنے اور عذاب الٰہی سے خوف کھا کر توبہ واستغفار کا نام ہے لیکن آج ہمارا حال اتنا خراب ہوگیا ہے کہ ایک ماہ کی عبادت کو عید کے دن خرافات میں پڑ کر ضائع کردیتے ہیں۔کبھی فیشن، تو کبھی دھوم مستی، تو کبھی فلم دیکھنا۔وغیرہ۔انہیں یہ سب کرتے وقت ذرا سا بھی اسلامی احکام کا خیال نہیں آتا۔مسلمانان عالم نفسانی خواہشات میں ڈوب کر خود کو بربادی کے دہانے پر پہنچا رہے ہیں۔ہمارے نوجوان بے راہ روی اور خرافات میں مشغول ہونے سے بہت خوش ہوتے ہیں۔اللہ پاک عقل سلیم عطا فرمائے۔آمین

غریبی ختم کرنے کے لئے سوسائٹی میں موجود پانچ بنیادی وجوہات کا ختم ہونا ضروری: آقا علیہ السلام نے اسلام کی اشاعت ایسے نازک وقت میں شروع کی جب چہار جانب کفر کا بسیرا تھا۔خاکدان فرشی پر کوئی رب کا نام لیوا نہیں تھا۔فاران کی چوٹی سے جب پیغمبر اسلام ﷺ نے دین حق کی طرف لوگوں کو بلایا تو عالم یہ ہوگیا کہ کل تک جو لوگ حضور ﷺ کو ’’صادق امین‘‘ کہتے اب وہی لوگ فقرے کستے۔کل تک جو لوگ اپنی ہتھیلیوں پر اپنے سر کا نذرانہ لئے حاضر رہتے اب وہی لوگ جان لینے کے درپے ہوگئے، کل تک جو لوگ آقا ﷺ کی شیریں گفتگو سننے کے متمنی رہتے اب وہی لوگ دور بھاگ رہے تھے، جن کی راہوں میں پھولوں کی سیج سجائی جانی چاہیے تھی اس رسول مکرم ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھا دیے جاتے، کوئی پھبتی کستا، کوئی نازیبا کلمات کہتا، کوئی کچرا پھینک دیتا، کوئی سجدے میں اونٹ کی اوجھڑی گردن پر رکھ دیتا، کوئی جسم رسول ﷺ پر پتھر برساتا۔

غرضیکہ اسلام کے ابتدائی ایام میں مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے، کبھی تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹا جاتا، کبھی چٹائی میں لپیٹ کر مرچی کی دھونی دی جاتی۔ہماری تاریخ بتاتی ہے کہ ہم اپنے مسلمان ہونے تک کا اعلان نہیں کرسکتے تھے، بھوک سے بلبلاتے، پیٹ پر پتھر باندھتے، کبھی درختوں کے پتوں اور کبھی درختوں کی چھالوں پر اکتفا کرتے، تین سالوں تک شعب ابی طالب میں سوشل بائیکاٹ کا درد برداشت کیا، جہاد بھی کیا تو تلواروں سے نہیں بلکہ کھجوروں کی خشک چھالوں سے مگر پھر رحمت الٰہی چھم چھم کرتی اپنے بندگان پر برسنے

لگی، صبر کے دن کا خاتمہ ہوا، امتحان خداوندی میں صابر وشاکر رہ کر کامیاب وکامران ہوئے، رفتہ رفتہ راہِ حق کے مسافر کشاں کشاں کھنچے چلے آئیں، جوق در جوق، قبیلہ در قبیلہ اور اسلام کی بادِ بہاری سے اکناف عالم فیضیاب ہوا۔ جس شہر مکہ سے ہجرت کی تھی اب اسی شہر مکہ میں فاتحانہ شان وشوکت سے داخل ہوئے۔ قیصر وکسریٰ میں اسلامی پرچم بلند ہوا۔

دورِ فاروقی میں خلیفۃ المسلمین نے تمام گورنروں کے نام اعلان نامہ جاری کیا کہ امسال کی زکوٰۃ بیت المال بھیجنے کی بجائے اپنے علاقے کے مستحقین پر خرچ کی جائے۔ باوجود اس کے گورنرِ یمن مع ساز وسامان کے مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے، دربارِ فاروقی کا بُلاوا آیا، کیا آپ تک اعلان نامہ نہیں پہنچا؟ جی ہاں! بروقت پہنچا، پھر حکم عدولی کا سبب؟ عرض کیا: یمن سے نکلا اسلامی مرکز تک پہنچ گیا مگر مملکت اسلامیہ میں ایک بھی مسلمان ایسا نظر نہیں آیا جو زکوٰۃ کا مستحق ہو۔ ہر کوئی مالک نصاب اور صاحبِ ثروت ہے۔ (الحمدللہ)

سوچنے کا مقام ہے جن لوگوں کے پاس پیٹ بھرنے کے لئے اناج نہیں تھا وہ لوگ اتنے کم عرصے میں کیسے خود کفیل ہو گئے؟ سبب یہ ہے کہ انہوں نے خدائی قانون پر سختی کے ساتھ عمل کیا۔ انہوں نے ہر درد سہا مگر نظام مصطفی کے نفاذ کے لئے کمر بستہ رہے مگر آج ہم اپنے ہی کچھار میں مجبور و محصور، سب کچھ رکھ کر قلاش، بے کس، بے بس، بے سہارا، بے چارہ، قسمت کا مارا۔ آخر کیوں؟ انھوں نے اپنے آپ کو سنبھالا، منصوبہ بند طریقے سے زندگی کی راہوں میں قدم بڑھایا، بے پناہ کاوشیں کیں اور ہم اس کے بالکل برعکس۔ آخر وجہ کیا ہے کہ آج ہم اکثریت میں ہونے کے باوجود ہمارے یہاں فقیروں کی کثرت اور سطح غربت سے نیچے زندگی گذارنے والوں کی تعداد زیادہ ہے؟ اس کی متعدد وجوہات ہیں (۱) مالک نصاب صحیح طور پر اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتے۔ (۲) زکوٰۃ نکالتے بھی ہے تو مستحقین تک ان کا حق نہیں پہنچ پاتا ہے۔ (۳) جو لوگ زکوٰۃ لے رہے ہیں وہ زکوٰۃ کے مستحق ہی نہیں۔ (۴) مستحق ہے بھی تو اس کا استعمال صحیح مصرف میں نہیں کر رہے ہیں اور (۵) جو لوگ زکوٰۃ نکال رہے ہیں وہ ایک مشت کسی ایک غریب کو مالدار بنانے کی بجائے ٹکڑوں میں زکوٰۃ تقسیم کرتے ہیں۔

اسلام نے زکوٰۃ کا نظام اس لئے نافذ کیا کہ مستحقین تک مال داروں کے ذریعے ان کا حق پہنچے اور وہ اس رقم کے ذریعے کاروبار کریں، خود کفیل بنیں اور چند سالوں میں وہ بھی زکوٰۃ دینے والے بن جائیں مگر افسوس! بہت سے ایسے زکوٰۃ لینے والے ہیں جو زکوٰۃ، صدقات اور خیرات کی رقم کو صحیح مصرف میں لگانے کی بجائے سنیما گھروں، سیر وتفریح، شراب نوشی وغیرہ میں خرچ کر دیتے ہیں۔ جب تک دونوں طبقوں کی جانب سے اسلامی قانون پر عمل نہیں کیا جائے گا یمن والا پُرامن اور خوشحال زمانہ دوبارہ نہیں آسکتا۔ دولت کی مثال پانی جیسی ہے۔ اگر پانی بہتا رہے تو صحت بخش اور تھم جائے تو وبائی امراض کا منبع۔ اسی طرح دولت سب کے ہاتھوں میں آتی جاتی رہے تو زمانہ پُرامن رہے گا ورنہ چوری، ڈکیتی اور نت نئے جرائم معاشرہ میں پروان چڑھیں گے۔

ہونا تو یہ چاہیے کہ اپنے مال کا صحیح حساب کیا جاتا اور مکمل زکوٰۃ نکالی جاتی تا کہ مال کا میل بھی دور ہو جائے اور اس کی افزائش بھی ہو۔ مگر لوگ طرح طرح کے حیلے بہانے تلاش کرتے ہیں، کوئی زمین خریدتا ہے تو کوئی اپنے اٹکل بجّو سے رقم بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ نتیجتاً کاروبار میں نقصان اور خسارہ ہوتا ہے، آگ لگ جاتی ہے یا چوری ہو جاتی ہے۔ معاشی بحران اور تنگی گھیر لیتی ہے۔ اگر کچھ نہ بھی ہو تو قیامت کے دن کا دردناک عذاب تو ہونا ہی ہے۔ مفتی صاحب اور مستحقین کو تو بے وقوف بنایا جا سکتا ہے مگر اس رب سے کیسے بچ سکو گے جو ہمارے اعمال کے ساتھ دل میں پیدا ہونے والے تصور وخیال سے بھی واقف ہے۔ خدارا کے لئے! اسلام کے نظام پر عمل کرو تا کہ قوم مسلم کا ہر فرد خوشحال زندگی گزاریں۔

صدقۂ فطر کتنا ہے اور اس کا وقت کب تک ہے؟

صدقۂ فطر سو روپے کے سیر سے پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر دیا جائے (یہ وزن آج کے اعتبار سے دو کلو ۴۵ گرام مشہور ہے) اور اس کے مصرف وہی لوگ ہیں جو مصرف زکوٰۃ ہیں اور اس کے دینے کا وقت واسع (زیادہ) ہے۔ عید الفطر سے پہلے بھی دے سکتا ہے اور بعد میں بھی مگر بعد کو تاخیر نہ چاہیے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے نکال دے کہ حدیث میں ہے ''صاحبِ نصاب کے روزے معلق رہتے ہیں جب تک یہ صدقہ ادا نہ کرے گا۔'' اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے دینا واجب ہے۔ بی بی یا بالغ بچوں کی طرف سے دینا واجب نہیں اگر وہ صاحبِ نصاب ہیں، آپ دیں یا اُن کی اجازت سے یہ دے، بلا اجازت اُن کی طرف سے ادا نہ ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

☆ (ایم اے، ایم ایچ سیٹ، جرنلسٹ) مالیگاؤں، ضلع ناسک، مہاراشٹر: 9270969026

منظر نامہ

دوسری اور آخری قسط

عصر حاضر کا دین ابراہیمی اور عالم عرب کے بھٹکتے قدم

مہتاب پیامی مبارک پوری★

فروری ۲۰۲۰ء میں انٹرنیشنل یونین آف مسلم اسکالرز، مسلم اسکالرز لیگ اور عرب مغرب لیگ نے ایک کانفرنس کا انعقاد کیا جس کا عنوان تھا ''ابراہیمی مذہب پر علمائے اسلام کا موقف''، ہم ذیل میں اس کانفرنس کا اختتامیہ نقل کر رہے ہیں:

البيان الختامي لمؤتمر موقف الأمة الإسلامية من الديانة الإبراهيمية الحمد لله وحده، وصلى الله وسلم وبارك على من لا نبي بعده، وبعد: فإنّه وبحمد الله و توفيقه، و بتنظيمٍ من الاتحاد العالمي لعلماء المسلمين، ورابطة علماء المسلمين، ورابطة المغرب العربي- قد انعقد المؤتمر الدولي الأول حول موقف الأمة الإسلامية من الديانة الإبراهيمية، والذي شاركت فيه تسع عشرة دولة، وذلك يوم الأحد التاسع من شهر رجب عام ألف وأربع مائة و اثنين وأربعين من الهجرة، الموافق للحادي والعشرين من فبراير عام ألفين وواحدٍ وعشرين من الميلاد، وبعد إلقاء كلمات متعددة حول هذه الديانة المخترعة، وما ارتبط بها من مخططات، فقد صدر عن علماء الأمة والروابط العلمية المشاركة البيان الآتي:

أولًا: إن القرآن الكريم هو أعظم كتابٍ احتفى بإبراهيم عليه السلام، وفي القرآن سورة باسمه، وسور بأسماء آلِهِ، و بعض بَنِيهِ، والمسلمون مأمورون باتباع هَدْيه وهَدْي سائر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، قال تعالى: (أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ) (الأنعام:٩٠) ولذلك، فإن أَوْلَى الناس بإبراهيم عليه السلام هم أهل الإسلام و الإيمان، قال سبحانه: (إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ)(آل عمران:٦٨)

ثانيًا: إن علماء المسلمين مع التعاون الإنساني، و التعايش القائم على الحرية والعدل، وعدم ازدراء الأديان أو الأنبياء، ومع الحوار الإنساني لبناء المجتمعات ولكنهم يقفون متحدين ضد تحريف الإسلام، وتشويه الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، وهذا هو دين المسلمين. قال سبحانه: (قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ) الأنعام:١٦١)

ثالثًا: إن أساس فكرة الدين الإبراهيمي يقوم على المشترك بين عقيدة الإسلام وغيره من العقائد- وهي فكرة باطلة؛ إذ الإسلام إنما يقوم على التوحيد و الوحدانية، و إفراد الله تعالى بالعبادة، بينما الشرائع المحرفة قد دخلها الشرك، وخالطتها الوثنية، و التوحيد و الشرك ضدان لا يجتمعان. والزعم بأن إبراهيم عليه السلام على دين جامع للإسلام و اليهودية والنصرانية- زعم باطل، ومعتقد فاسد، قال سبحانه: (مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ)آل عمران:٦٧)

رابعًا: إن السعي لدعم »اتفاقات إبراهام« للتطبيع و التَّركيع عَبْر تسويقٍ لدينٍ جديدٍ يؤازر التطبيع السياسي هو أمر مرفوض شكلًا و موضوعًا، و أصلًا وفرعًا، ذلك أن الأمة المسلمة لم تقبل بالتطبيع السياسي منذ بدأ أواخر السبعينيات من القرن الميلادي الفائت، ولن تقبل اليوم من باب أَوْلَى بمشاريع التطبيع الديني، و تحريف المعتقدات، وقد قال تعالى: (أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ) آل عمران:٨٣)

خامسًا: إن طاعة أعداء الملّة والدين في أمر الدين المبتدع، والقبول به، والدعوة إليه- خروج من ملّة الإسلام الخاتم الناسخ لكل شريعةٍ سبقته، ولن يفلح

قوم دخلوا فی هذا الكفر الصُّراح!قال سبحانه: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ) آل عمران:١٠٠) وقال جلّ و علا: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ) آل عمران:١٤٩)

سادسًا: على الأمة أن تعى أن أوهام السلام إنما يُبدِّدها اليهود أنفسهم، وقد صرح رئيس وزرائهم فی٢٨ يونيو٢٠٢٠م فی مؤتمر جمعية »مسيحيون موحّدون من أجل إسرائيل« بأن اتفاقية صفقة القرن قد قوَّضت ما أطلق عليه: »أوهام حلّ الدولتين«. كما أن وزير خارجية أمريكا الحالی قد قال فی الكونجرس فی يناير٢٠٢٠م: »إن الحل الأمثل للنزاع هو التعايش السلمی، وتماهی الطرفين مع بعضهما بعد إنهاء أسباب الخلاف!«.وعلى رأس ذلك العقيدة الإسلامية بطبيعة الحال. قال الله تعالى: (وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ) (البقرة:١٠٩)

سابعًا: يحذر العلماء الحكومات الإسلامية من الاستجابة لهذه الدعوات المغرضة؛ لما تُمثِّله من عدوانٍ سافرٍ على عقيدة شعوبها، وضربٍ للثقة التی منحتها الشعوب لحكوماتها، وإشعال لنار الخلاف والفتنة بين المسلمين، مما يؤدی إلى إضعاف أمة الإسلام، وتمكين عدوّها منها. كما قال تعالى: (وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (٧) يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (٨)هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (٩) (الصف:٧-٨)

ثامنًا: يجب على مسئولی وزارات التعليم والإعلام فی العالم العربی والإسلامی الكف عن العبث بمناحی تعليم الإسلام، وتقديمه من خلال القرآن والسُّنة، و التأكيد على ثوابت العقيدة والشريعة، وتحصين الناشئة من الانحرافات والشبهات الفكرية والعقدية. فالشباب أمانة بين أيديكم وفی أعناقكم، وسوف تسألون عنها يوم القيامة. قال تعالى:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَ الرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ (الانفال:٢٧)

تاسعًا: يدعو المؤتمرون العلماء، وطَلَبة العلم، والدعاة، وسائر المُفكِّرين والكُتَّاب المسلمين للقيام بواجبهم نحو دينهم، ومواجهة فتنة تبديل الدين، وتوعية الأمة بهذا الخطر الداهم، وتحرير المقالات، والكتب، و إقامة الندوات، والمحاضرات، والخطب التی تشرح عقيدة التوحيد، وتُبيِّن ما يناقضها، وتحذر من فتنة هذه البدعة الضالة. وأنه ليس هناك من إكراهٍ أو تأويلٍ فی قبول هذا الباطل.قال تعالى: (وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ)(البقرة:١٩١)قال سبحانه:(وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَ مَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ) (الكهف:٢٩)

عاشرًا: ينادی العلماء المشاركون فی هذا المؤتمر إلى تشكيل هيئةٍ مشتركةٍ من الروابط والهيئات العلمية على مستوى الأمة تقوم بواجب إصدار البيانات والرسائل حول الشُّبهات والعقائد الدخيلة على الأمة الإسلامية، وحراسة الثوابت ومحكمات الإسلام، ويكون لها مؤتمر سنوی جامع يتم عقده فی شهر رجب من كل عام هجری. والله تعالى نسأل أن ينصر من نصر الدين، وأن يعز عباده المسلمين بعز الإسلام، إنه ولی ذلك والقادر عليه، وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد، وآله وصحبه أجمعين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

مساء يوم الأحد٩/ ٧/ ١٤٤٢ھ۔٢١فروری٢٠٢١ء

ترجمہ: دین ابراہیمی پر امت اسلامیہ کا موقف۔کانفرنس کا اختتامی بیان۔حمد وثنا صرف اللہ کے لئے ہے اوراُن پر اللہ کی سلامتی اور برکتیں نازل ہوں جن کے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ ان کے بعد: اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے، انٹرنیشنل یونین آف مسلم اسکالرز، مسلم اسکالرز لیگ اور عرب مغرب لیگ کے اشتراک سے ۹ رجب ۱۴۴۲ھ/ ۲۱ فروری ۲۰۲۱ بروز اتوار ''ابراہیمی مذہب پر ملت اسلامیہ کا موقف'' کے عنوان سے پہلی بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں انیس

ممالک کے مندوبین نے شرکت کی، اس کانفرنس میں عنوان کے حوالے سے کافی باتیں کہی گئیں۔نو ایجاد شدہ مذہب سے متعلق ہمارے علمائے کرام اور مفکرین نے درج ذیل بیان جاری کیا:

(۱) قرآن وہ عظیم ترین کتاب ہے جس نے ابراہیم علیہ السلام کو اعزاز عطا کیا، قرآن میں ان کے نام پر ایک سورہ بھی ہے، اور بہت سی سورتوں میں ان کی آل اور بعض اولاد کا ذکرِ جمیل بھی ہے، مسلمانوں کو اُن کی راہِ عمل اور تمام انبیا کی راہِ ہدایت پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم ان ہی کی راہ چلو۔تم فرماؤ میں قرآن پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کو۔‘‘ (کنز الایمان) لہٰذا ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو اسلام اور ایمان والے ہیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے ’’بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حق دار وہ تھے جو اُن کے پیرو ہوئے اور یہ نبی اور ایمان والے اور ایمان والوں کا والی اللہ ہے۔‘‘ (کنز الایمان)

(۲) علمائے اسلام انسانی تعاون، آزادی اور انصاف پر مبنی بقاے باہمی کے ساتھ ہیں، مذاہب یا انبیا کی توہین کے ساتھ نہیں، یہ معاشرتی تعمیر کے حامی اور دین اسلام اور انبیا علیہم السلام کی تعلیمات میں تحریف کے خلاف متحد ہیں اور یہی مسلمانوں کا دین ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ’’تم فرماؤ بے شک مجھے میرے رب نے سیدھی راہ دکھائی ٹھیک دین ابراہیم کی ملت جو، ہر باطل سے جدا تھے اور مشرک نہ تھے۔‘‘ (کنز الایمان)

(۳) ابراہیمی مذہب کی بنیاد اسلام اور دیگر عقائد کے درمیان مشترکات پر تصور کرنا غلط ہے کیوں کہ اسلام کی بنیاد توحید اور وحدانیت پر ہے اور اسلام میں اللہ واحد کی عبادت کی جاتی ہے، جب کہ تحریف شدہ قوانین شرک میں داخل ہیں اور توحید اور شرک دو ایسے متضاد ہیں جن کو یکجا نہیں کیا جا سکتا۔اور یہ دعویٰ کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسلام، یہودیت اور عیسائیت کو یکجا کرنے والے مذہب کی پیروی کی ہے، جھوٹا دعویٰ اور فاسد عقیدہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ ہر باطل سے جدا مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔‘‘ (کنز الایمان)

(۴) مارکیٹنگ اور سیاست کے ذریعہ ابراہیمی مذہب کو معمول پر لانے کا یہ طریقۂ کار غلط ہے، یہ ہر پہلو سے مسلمانوں کے لئے ناقابلِ قبول ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم قوم نے پچھلی صدی عیسوی کی ستر کی دہائی کے اواخر سے لے کر اب تک سیاسی معمولات کو قبول نہیں کیا ہے اور آج بھی وہ مذہبی عقائد کو بگاڑنے کے منصوبے قبول نہیں کرے گی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تو کیا اللہ کے دین کے سوا دوسرا دین چاہتے ہیں۔‘‘ (آل عمران: ۸۳)

(۵) اس بدعت میں عقیدہ و مذہب کے دشمنوں کی اطاعت قبول کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا، عقیدۂ اسلام سے خارج ہونے کے مترادف ہے اور جو لوگ اس کھلے کفر میں داخل ہو گئے وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے ’’اے ایمان والو اگر تم کچھ کتابیوں کے کہے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمھیں کافر کر چھوڑیں گے‘‘ (آلِ عمران: ۱۰۰) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ’’اے ایمان والو اگر تم کافروں کی اطاعت کرو گے تو وہ تمھیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے اور تم خسارے میں پڑ جاؤ گے۔‘‘ (عمر: ۱۴۹)

(۶) قوم کو آگاہ ہونا چاہیے کہ امن کا بھرم توڑنے والے خود یہودی ہیں، اسرائیلی وزیر اعظم نے ۲۸ جون ۲۰۲۰ء کو ’’یونائیٹڈ کرسچن فار اسرائیل ایسوسی ایشن‘‘ کی ایک کانفرنس میں کہا تھا کہ آپسی نا اتفاقیوں نے انھیں گزشتہ صدی میں کیا کیا نقصانات پہنچائے۔انھوں نے دو ریاستی حل کا نظریہ پیش کیا۔امریکی وزیر خارجہ نے جنوری ۲۰۲۰ء میں کانگریس میں کہا ’’تنازعہ کا بہترین حل پر امن بقاے باہمی ہے اور دونوں فریق اسباب تنازعہ کو ختم کرنے کے بعد ایک دوسرے کے لئے مفید ہو سکتے ہیں، اسلامی عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’بہت کتابیوں نے چاہا کاش تمھیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں اپنے دلوں کی جلن سے، بعد اس کے کہ حق اُن پر خوب ظاہر ہو چکا ہے۔‘‘

(۷) علما نے اسلامی حکومتوں کو ان یہود و نصاریٰ کی بدنیتی پر مبنی تبلیغ کے دامِ فریب میں آنے سے خبردار کیا ہے، کیوں کہ اُن کا نظریہ اسلامی عقائد کے خلاف ایک صریح جارحیت کی نمائندگی کرتا ہے، ایسا نہ ہو کہ قومِ مسلم نے اپنے حکمرانوں پر جو اعتماد کیا ہے، اس کو ٹھیس پہنچے اور مسلمانوں کے درمیان انتشار کی آگ بھڑک اٹھے اور ملت اسلامیہ سیاسی و مذہبی کمزوری کا شکار ہو۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ’’اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالاں کہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور ظالم لوگوں کو اللہ راہ نہیں دیتا، چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنی

پھونکوں سے بجھادیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے بُرا مانیں کافر، وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچّے دین کے ساتھ بھیجا کہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے، پڑے بُرا مانیں مشرک۔'' (کنزالایمان)

(۸) عرب اور اسلامی دنیا میں تعلیم اور اطلاعات کی وزارتوں کے عہدے داران کو چاہیے کہ وہ اسلامی تعلیمی نصاب کے ساتھ چھیڑ چھاڑ بند کریں، اُسے قرآن وسنت کے مطابق پیش کریں، ایمان اور شریعت کی مستقل اہمیت پر زور دیں اور نوجوانوں کو انحرافات، فکری اور نظریاتی شکوک وشبہات سے بچانے کا سامان فراہم کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے''اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے دغا نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت۔''

(۹) ہم کانفرنس میں شریک علمائے کرام، طلبہ، مبلغین، مفکرین اور مصنفین سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب کے تئیں اپنا فرض ادا کریں، تبدیلی مذہب کی بین الاقوامی سازشوں کا جی جان سے مقابلہ کریں، آنے والے خطرے کے بارے میں قوم کو بیدار کریں۔ دینی بیداری کے لئے مقالات اور کتابیں، سیمینارز، لیکچرز اور سمپوزیم کا انعقاد کریں، عقیدۂ توحید کی روشن وضاحتیں کریں۔ جو اس فتنہ کے مخالف ہیں، اس کو واضح کرتے رہیں اور اس گمراہ کن بدعت کے فتنے سے خبردار کرتے رہیں اور یہ کہ اس باطل کو قبول کرنے کے لئے کوئی جبر یا تاویل نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے''فتنہ قتل سے بھی بدتر ہے'' (البقرۃ:۱۹۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے''اپنے رب کی طرف سے سچ بولو، پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے۔'' (الکہف:۲۹)

(۱۰) ہم اس کانفرنس میں شریک علمائے کرام قومی سطح پر سائنسی انجمنوں اور اداروں کی ایک مشترکہ باڈی تشکیل دینے کا مطالبہ کرتے ہیں جو ملت اسلامیہ کے لئے اجنبی شکوک وشبہات اور عقائد کے سلسلے میں بیانات اور پیغامات جاری کرے اور اس کی حفاظت کرے۔ ہر سال ماہِ رجب میں ایک جامع سالانہ کانفرنس کا انعقاد کرے اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ دین کی مدد کرنے والوں کو فتح عطا فرمائے اور اپنے مسلمان بندوں کو اسلام کی شان سے نوازے، کیوں کہ وہی اس کا نگہبان اور اس پر قادر ہے۔''

آج یہ صورت حال ہے کہ دشمنان اسلام کی سازشوں کے نتیجے میں عالم اسلام فتنوں کی آماج گاہ بن کر رہ گیا ہے۔ اسلام کے نام پر فتنوں کی ایک شورش برپا ہے۔ یورپ سے درآمد شدہ نام نہاد دانشور مسلمانوں کے ایمان کو ختم یا کمزور کرنے کے لئے آئے دن''نئی تحقیق'' اور''جدید ریسرچ'' کے نعرے بلند کر رہے ہیں۔ قلمی جولانیاں، زبان کی سلاست وروانی، چرب لسانی کے ذریعے اذہان وعقول کو متاثر کر کے احکام دین سے باغی کرنا اُن کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔ اُن سے اور کچھ نہ بن پڑے تو اچھے بھلے مسلمان کو اس کے عقائد وافکار کے حوالے سے شک میں تو ڈال ہی دیتے ہیں اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ ہم مسلمانوں نے اپنے خالق سے بے پروائی اختیار کر لی ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمانِ عالی شان ہے''جو ہماری یاد سے منہ موڑے گا اُس کی زندگی تنگ ہوجائے گی۔'' آج ہماری پستی وذلت کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ ہم نے اپنے خالق کائنات سے روگردانی کر رکھی ہے۔

فتنوں کی اِس بھرمار میں سب سے خطرناک ایمان سوز فتنے ہیں؛ کیوں کہ کسی بھی مسلمان کے لئے سب سے قیمتی چیز ایمان ہے، جب متاعِ ایمان ہی لٹ جائے تو دنیا وآخرت کی ساری بھلائیاں گویا چھن گئیں۔ دین وایمان کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے نونہالوں کو عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ ضروریاتِ اسلام کی پختہ تعلیم سے بھی آراستہ کریں، آج کی دنیا کے تقاضوں سے ہم آہنگی کے لئے عصری ودینی دونوں تعلیم ضروری ہے، صرف ایک کے اختیار اور دوسرے سے دور ہوجانے میں کسی نہ کسی کے زیاں کا خطرہ بہر حال موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے ایمان واعمال کی حفاظت فرمائے۔ آمین

☆☆☆

☆ جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔ payamee@gmail.com

فکر امروز

عورت پر اسلام کی نظر مشفقانہ اور جدید نظام کی نظر تاجرانہ

افتخار احمد قادری برکاتی★

اِس بات کی تصدیق آئے دن اخبارات سے ہو جاتی ہے کہ فلاں شہر میں ایک دوشیزہ کی اجتماعی عصمت دری کی گئی اور پولیس مزید تفتیش کر رہی ہے، فلاں شہر کی ایک ریلوے ملازمہ لڑکی کی دفتر سے واپسی میں عزت لوٹنے کے بعد ملازموں نے اُسے قتل کر ڈالا، فلاں محلے میں کالج سے آتی ہوئی دوشیزہ کی کئی ایک نے آبروریزی کی، پولیس جائے واردات کا معائنہ کر رہی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ آج کے عصمت دشمن دور میں عورتوں اور لڑکیوں، امریکہ (جس کا شمار ترقی یافتہ براعظموں میں ہوتا ہے) کی مردنما عورتوں کی سگی بہن بننا چاہتی ہیں جہاں ہر پانچ منٹ پر ایک عورت کا دامن عصمت تار تار کیا جاتا ہے یعنی چوبیس گھنٹے میں دوسو، اٹھاسی عورتوں اور دوشیزاؤں کے ساتھ شہوت، نفسانیت اور درندگی کا کھیل کھیلا جاتا ہے جس کی وجہ صرف اور صرف قرآنی تعلیم اور حکم الٰہی سے روگردانی اور لاپرواہی ہے:

''تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو! بے پردہ نہ ہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔ (سورہ احزاب، آیت ۳۳)

ایک مشہور مؤرخ نے تاریخ عالم کا نہایت ہی گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انسانی معاشرے کی تباہی و بربادی میں عورتوں کی آزادی و بے رہروی اور بے پردگی کو بڑا دخل ہے۔ خواتین کی بے پردگی نے اُنہیں جسمانی آرائش و زیبائش کا خوگر بنا دیا پھر اُس نے بے حیائی کی صورت اختیار کر لی، بے حیائی نے عریانیت کا جامہ پہن لیا، عریانیت نے پردہ نشینوں کو بدکاری کی دہلیز پر کھڑا کیا، نوبت یہاں تک آ گئی ہے کہ یورپ و امریکہ کی طرح اب ہندوستان بھی انسانوں کا مسکن نہیں بلکہ حیوانوں کے جنگل معلوم ہونے لگے ہیں اور اس بے حیائی کے نتیجے میں خواتین کے اغوا، زنا کی وارداتیں عام ہونے لگی ہیں۔ مرد جنسی امراض میں مبتلا ہونے لگے اور عورتوں کا تقدس پامال ہونے لگا۔

حالات اتنے نازک ہو چکے ہیں کہ جس کا سد باب ایک اہم مسئلہ بنتا چلا جا رہا ہے۔

دور جدید میں عورتیں ترقی اور آزادی کی دھن میں اگرچہ مغربیت کے پیچھے بے تحاشہ دوڑ رہی ہیں لیکن اب محض اخبارات و رسائل اور تجارت خانے کی زینت بن کر نفع اندوزی کا ایک خوبصورت اور مؤثر وسیلہ بن کر رہ گئی ہیں۔ جہاں جہاں بھی خواتین کو جگہ دی جا رہی ہے احترام کے فرض سے نہیں بلکہ تجارت چمکانے اور نفع اندوزی کی غرض سے دی جا رہی ہے۔ تجارت میں عورت، سیاست میں عورت، سرکاری دفاتر میں عورت، پرائیویٹ دفاتر میں عورت، یہاں عورت وہاں عورت، نہ جانے کہاں کہاں عورت یعنی کوئی ایسا گوشہ نہیں جہاں ان کا فتنہ انگیز وجود موجود نہ ہو۔ ہر سو عورت ہی عورت کا دور دورہ ہے۔ ہر خطے میں ان کی حکمرانی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ عورت پر اسلام کی نظر مشفقانہ ہے اور جدید معاشرے کی نظر خالص تاجرانہ ہے۔

پردہ خواتین کی زینت اور پاسبان ہے:

جس طرح مرد و عورت ایک دوسرے سے مکمل طور پر علیحدگی کی صورت میں ایک پاکیزہ معاشرہ تشکیل نہیں دے سکتے، یوں ہی حقوقِ نسواں اور آزادیٔ نسواں کے نام پر آزادانہ اور غیر مشروط مخلوط پاکیزہ ماحول پیدا کر سکتا ہے اور نہ ایسا معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے جس میں نیک نفس پاک باطن نسل انسانی پروان چڑھ سکتی ہے، انہی حدودِ اعتدال میں رہتے ہوئے انسان کو آزاد رکھنے کا نام شریعت مطہرہ کی زبان میں پردہ ہے۔

پردہ قرآن کریم کی روشنی میں: ''مسلمان عورتوں کو حکم دو، اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں، اپنا بناؤ نہ دِکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے، دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر۔'' (سورہ نور)

آیتِ مذکورہ میں مسلمان عورتوں کو وہ احکام بتائے جا رہے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر وہ اپنی عزت ناموس اور عفت و آبرو کو بدمعاش مردوں کی ہوس ناکیوں سے محفوظ و مامون رکھ سکتی ہیں کیونکہ بے پردہ

عورت کی حیثیت وہی ہے جو ایک کھلے ہوئے مکان یا دوکان کی ہوتی ہے۔ جب مکان کھلا ہوگا تو چور کی بری نظریں پڑیں گی تو نیت بھی بری ہوگی اور یوں وہ ہاتھ صاف کرنے اور چوری کرنے پر آمادہ ہوجائے گا۔ ویسے ہی جب بے پردہ عورت پر نظر بد پڑے گی تو نیت میں ہیجان برپا ہوگا، یوں ہی انسان زینہ بزینہ بدکاری کی طرف راغب ہوجائے گا۔ ایسے نازک موڑ پر بعید نہیں کہ آدمی زنا کا گناہ کر بیٹھے۔

معلوم یہ ہوا کہ بدنگاہی اور بدنظری ہی زنا کی پہلی سیڑھی ہے، اسی کی بدولت فحش کاریوں کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں اور چونکہ عورت اپنی فطری کمزوری کی بنا پر دوسروں سے بہت جلد متاثر ہوجاتی ہے لہذا شریعتِ مطہرہ مردوں کی طرح اُن سے صرف ''غض بصر'' اور'' حفظ فرج'' ہی کا مطالبہ نہیں کرتی بلکہ ان کو عورتوں کے مخصوص احکام کا پابند بناتی ہے اور اُنہیں سمجھاتی ہے کہ آرائش و زیبائش کا شوق تمہیں کہیں غلط راہوں پر نہ ڈال دے اور ایسا نہ ہو کہ تمہارا شوق تمہیں عزت و ناموس سے محروم کرکے بے حیائی و بے پردگی اور آوارگی و بدچلنی کے غار میں ڈھکیل کر تمہاری دنیا و آخرت دونوں ہی تباہ و برباد کردے اور تسکینِ شوق کے نشہ میں مخمور ہوکر تم کہیں دین و دنیا ہی سے نہ ہاتھ دھو بیٹھو۔

غرض چادر و چہار دیواری کے حصار سے نکل کر باہر چھلانگ لگانے والی عورتیں خود اپنی زندگی ہی سے بے زار، دام تزویر میں گرفتار اور حرماں نصیبی کا شکار ہوسکتی ہیں بلکہ ہو رہی ہیں جبکہ مذہب اسلام انہیں انہی کے لئے انہی کے تقدس انہی کی حرمت اور انہیں اپنی ہی عزت و ناموس کے ساتھ زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھاتا ہے اور بنیادی طور پر یہ ہدایت دیتا ہے کہ عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی اور عزت و ناموس کی حفاظت کریں، اس پر بدکاری کا داغ نہ آنے دیں، اپنی آرائش و زیبائش اور اپنا بناؤ سنگار کسی اجنبی کی نگاہ میں نہ آنے دیں، اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں تاکہ سر اور سینہ نہ کھلا رہے، زمین پر اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کے زیور کی جھنکار غیر مردوں کے کان میں نہ پڑے۔

پردہ احادیث کی روشنی میں: ایک مرتبہ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ باریک دوپٹہ اوڑھے حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے ان کا دوپٹہ چاک کردیا، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں کیا فرمایا ہے اور اس تنبیہ کے بعد ایک دبیز چادر منگوا کر حضرتِ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمائی۔ (ابوعبداللہ محمد بن سعد، زہرہ طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۵۰)

ایک دفعہ امہات المومنین حضرتِ ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید عالم نور مجسم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں کہ حضرتِ عبدالرحمن ابنِ ام مکتوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نابینا آگئے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے پردے کا حکم فرمایا تو انہوں نے کہا وہ تو نابینا ہیں (وہ نہ ہمیں دیکھ سکیں گے اور نہ پہچان سکیں گے) رسول گرامی ﷺ نے فرمایا تم نابینا نہیں ہو۔ (ترمذی شریف)

امام ترمذی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، عورت ہے یعنی چھپانے والی چیز ہے، جب وہ نکلتی ہے تو اُسے شیطان جھانک کر دیکھتا ہے یعنی اُسے دیکھنا شیطانی کام ہے۔

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ خواتین کا پردہ برائے نام باریک دوپٹہ اوڑھنا بھی ناجائز و حرام ہے چہ جائیکہ کھلے سر اور کھلے سینہ بازاروں میں گھومتی پھریں۔ مذکورہ دوسری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ عورتوں کا غیر مردوں کے سامنے آنا قطعی ناجائز ہے، اگرچہ وہ اندھے اور نابینا ہوں۔ مذکورہ بالا تیسری حدیث پاک سے عورت کی حقیقت واضح ہو جارہی ہے کہ عورت بذاتِ خود عورت ہے یعنی عورت اُسے کہتے ہیں جو چھپی چھپائی ہو، عورت کا ہر ہر عضو ستر اور پردے کا مقتضی ہے۔ اب مذکورہ بالا احادیث کریمہ سے پردے کی اہمیت روزِ روشن کی طرح عیاں و بیاں ہوگئی کہ پردہ خواتین کے لئے کس حد تک ضروری ہے جس کو ملحوظ خاطر رکھنا اُنہیں سفر و حضر یعنی ہر وقت ہر حال میں ہر اعتبار سے فرض ہے۔

پردہ شعائر اسلام میں سے ایک عظیم شعار ہے اور یہی پردہ مسلم و غیر مسلم خواتین کے درمیان ایک خط امتیاز ہے۔

☆☆☆

☆ کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، مغربی اتر پردیش
8954728623
iftikharahmadquadri@gmail.com

فکر فردا

اسلامی حکومت کے چالیس سال اور آج کی صورت حال

محمد شہادت حسین فیضی★

پوری دنیا کی معلوم یا مرتب تاریخ میں ایک مختصر سی مدت کے اندر صرف چالیس سال میں ایک ایسا پرامن اور کلی طور پر تشدد سے پاک انقلاب جو نبی آخرالزماں ﷺ کے ذریعے برپا ہوا۔ تاریخ عالم میں کہیں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس چالیس سالہ اسلامی حکومت کے ابتدائی دس سالوں کے سربراہ پیغمبر انقلاب ﷺ خود تھے، جنھوں نے مکہ سے مدینہ طیبہ ہجرت فرما کر غریب الوطنی میں سب سے پہلے مہاجرین و انصار میں اتحاد و یکجہتی کے لئے بھائی جارہ قائم کی پھر اوس و خزرج کے تمام قبائل اور یثرب اور اُس کے گردونواح میں موجود یہودیوں کے ساتھ دنیا کا پہلا تحریری عہد و پیمان کیا جسے ''میثاق مدینہ'' کہا جاتا ہے، پیغمبر انقلاب ﷺ کا یہ عہد نامہ ان کی مدینہ تشریف آوری کے آغاز میں قریشی اور مدنی مسلمانوں کے درمیان طے پایا۔ یہ معاہدہ واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہے، پہلے حصے میں صرف مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور حقوق و فرائض کی نشان دہی کی گئی ہے، جبکہ دوسرے حصے میں اہل اسلام اور یہود اور دیگر اہل مدینہ کے باہمی تعلقات، حقوق و فرائض اور دیگر اہم امور کا ذکر ہے۔ میثاق مدینہ آنحضرت ﷺ کی الہامی بصیرت کا شاہکار ہے یعنی یہود، مشرکین، کفار اور مسلمان مہاجرین و انصار کو ایک متحدہ امت قرار دیے کر معاہدۂ امن تحریر کیا جس کو پہلا چارٹر آف اسلام کہا جاتا ہے۔

اسلام کی یہ خوبی رہی ہے کہ اس نے انسداد ظلم و جبر کے لئے جنگ وجدال کی بجائے معاہدۂ امن اور عفو و درگذر کی نیتی کو ہمیشہ فوقیت دی ہے۔ آقائے کریم ﷺ قبول اسلام اور قیام امن کے لئے سخت سے سخت ترین شرائط کو بھی قبول کرلیا کرتے جس کی سب سے بہترین مثال صلح حدیبیہ اور سن ۹ ھ میں اہل طائف کا شرطیہ اسلام قبول کرنا ہے۔ اس طرح کی مثالیں سیکڑوں میں ہیں کہ آقا کریم ﷺ نے ہمیشہ قیام امن کی پیشکش کی اور اُس کو فوقیت دی اور سخت ناگزیر حالات میں آخری آپشن کی صورت میں ہی قوت کا استعمال کیا، وہ بھی دفاعی اور حفاظتی اقدام کے طور پر۔ اسلامی حکومت کو جب بھی فتح و نصرت ملی، اس نے اپنی مغلوب حریف اور جنگی قیدیوں کے ساتھ ایسی شفقت اور حسن سلوک کا برتاؤ کیا کہ جسمانی طور پر مغلوب قوم نے کچھ ہی دنوں کے اندر مسلمانوں کے اخلاق و کردار کا اسیر ہو کر از خود اسلام کو قبول کرلیا۔ عفو و درگذر جود و سخا، رحمت و شفقت، حلم و بردباری، یعنی ہر لمحہ دلوں کو جوڑنے کی پالیسی، ذہن و فکر کو پاک وصاف کرنے کی نیتی، عقل وشعور کو محبت سے فتح کرنے کی تدبیر، تعلقات قائم کرنے اور رشتوں کو مضبوط کرنے پر ترکیز، صلہ رحمی اور دستگیری کی تلقین، چھوٹے بڑے، امیر و غریب، اپنے بیگانے، مجرموں، ظالموں، جابروں، دشمنوں اور باغیوں تک کے انسانی اور بنیادی حقوق کے تحفظ کی یقین دہانی اور دشمن جان کی بھی عزت نفس کا خیال کرنا۔ ہر ایک کو اس کی حیثیت سے زیادہ عزت دینا۔ یہ آقائے کریم ﷺ کے وہ اسوۂ حسنہ تھے جس نے انہیں انسانیت کا بلند ترین مینار ہدایت، رہبر اعظم، رحمت عالم، بے کسوں کے کس، بے سہاروں کے والی اور دم توڑتی انسانیت کا سب سے بڑا مسیحا بنا دیا۔ وہ پیکر اخلاق جس نے اپنے اعلی اخلاق و کردار کے ذریعے صرف ۱۰ سال کی قلیل مدت میں دس لاکھ مربع میل میں حکومت قائم کرلی۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یاسیں وہی طٰہٰ
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہم دوشِ ثریا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ۳ جون ۶۳۲ء کو آقائے کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نائب

رسول امیر المومنین منتخب ہوئے، اول دن میں ایمان لانے والے اور آخری دن تک ساتھ رہنے والے اس مرد مجاہد نے اپنی بساط بھر حکومت اسلامی کو منہاج نبوت پر آگے بڑھایا اور اس کے دائرہ کو وسیع تر کیا۔ ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ ۲۲، اگست ۶۳۴ء کو خلیفہ اول کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ امیر المومنین منتخب ہوئے اور دس سال چھ ماہ پانچ دن اسلامی حکومت کے امیر رہے اور یکم محرم ۲۴ھ کو وصال فرمایا۔ اس وقت یہ اسلامی حکومت ایشیا سے نکل کر یورپ و افریقہ تک پھیل چکی تھی پھر اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ انھوں نے بھی اسے خوب وسعت دی۔ آپ دنیا کے وہ پہلے اور آخری خوش نصیب شخص ہیں جن کی زوجیت میں یکے بعد دیگرے کسی نبی کی دو صاحب زادیاں آئیں۔ بارہ دن کم بارہ سال مسند خلافت پر رونق افروز رہے۔ ان کے دور اقتدار میں اسلامی حکومت اس وقت کی پوری دنیا میں سب سے عظیم حکومت تھی۔ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو مومنانہ عظمت کے ساتھ باغیوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر المومنین منتخب ہوئے۔ پانچ سال تک مسند خلافت پر متمکن رہ کر ۱۸ رمضان المبارک ۴۰ھ کو عبد الرحمن بن ملجم کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

اس کے بعد حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے۔ انھوں نے صرف چھ ماہ مسند خلافت پر متمکن رہ کر اقتدار اور خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب منتقل کر دی۔ اس کے ساتھ ہی خلافت علی منہاج النبوۃ کا خاتمہ ہو گیا پھر مسلمانوں میں دور امارت کی ابتدا ہو گئی جو نشیب و فراز کے ساتھ تقریباً تیرہ سو سال تک باقی رہی۔

اِس ایک ہزار تین سو سالہ دورِ حکومت میں صرف ۴۰ سال اسلامی حکومت رہی۔ مسلمانوں کی حکومت کے عروج و زوال کی تاریخ پر بغور نظر ڈالی جائے تو ایک بات صاف نظر آئے گی کہ جب جب اسلام کے بنیادی عقائد و مسائل پر لوگوں کو جوڑنے اور مسلمانوں میں اتحاد و اجتماعیت کی کوشش ہوئی تو عروج حاصل ہوا، جب فرقہ بندی اور اختلاف در اختلاف کی کوشش شروع ہوئی تو قوم مسلم زوال پذیر ہوتی چلی گئی یعنی اتحاد جس کا نتیجہ عروج ہے، کی ابتدا یکم ہجری کو میثاق مدینہ سے ہوئی اور انتشار جس کا نتیجہ زوال ہے، کی ابتدا ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ہوئی کہ وہاں سے ہی مسلمانوں میں آپسی اختلاف کی شروعات ہوئی پھر منظم طور پر مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا قتل ہونے لگا جس کے نتیجے میں صرف ۵ پانچ سالوں میں ۳۵ھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ۴۰ھ تک تقریباً ایک لاکھ مسلمان شہید ہوئے۔ جبکہ یہ اختلاف اور قتل و غارت گری عقائد کی بنیاد پر نہیں تھی بلکہ اس کا تعلق خالص سیاسی اور حکمرانی سے تھا پھر آگے چل کر اس اختلاف میں عقائد و فقہی مسائل بھی شامل ہو گئے جس سے اختلاف در اختلاف اور مزید قتل و غارت گری کا سلسلہ شروع ہوا پھر اس میں اشراف اور ارذال، ذات، برادری، مسلک و مشرب، درسگاہی و علاقائی حتی کہ اساتذہ اور پیران طریقت کے نام پر بھی گروپ بندی، فرقہ بندی، گروہی تصادم اور انتشار و بے چینی، یہ سب مسلمانوں کا شیوہ بن گیا۔ نتیجتاً تباہی و بربادی کا ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ مسلمانوں کا مقدر ہو گیا۔ مثلاً اگر ہم ماضی قریب کے صرف ۲۰ سالوں کا جائزہ لیں تو یہ معلوم ہوگا کہ پچھلے ۲۰ سالوں میں ۴۰ لاکھ مسلمان شہید ہوئے۔ ان شہداء میں ۹۰ فیصد مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ بقیہ پانچ لاکھ مسلمان ہی کفار و مشرکین و یہود و نصاریٰ کے ذریعہ شہید ہوئے ہیں۔

حیرت ہے کہ اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود قیادت کے دم بھرنے والے لوگ مسلمانوں کے قائد نہ ہو کر اپنے فرقے یا اپنی برادری کے قائد بنے ہوئے ہیں اور ہمیشہ اِس کوشش میں رہتے ہیں کہ ڈیڑھ اینٹ کی ایک الگ مسجد بنا لی جائے تاکہ ہماری جاہلانہ قیادت باقی رہے۔ وہ قوم جو دنیا میں دنیا والوں کے ذریعے بنائے گئے رسم و رواج کو ختم کر کے اسلامی ایمانی اور قرآنی رسم و رواج کا پیکر بن کر صالح اور ایک خوبصورت معاشرہ کی تشکیل کے لئے آئی تھی، وہ پھر سے جہالت اور فرسودہ رسم و رواج سے منسلک ہو کر دہشت و وحشت کی علامت بن گئی۔

اسلامی غیرت اور دینی مذہبی ضرورت کا تقاضہ ہے کہ پھر سے مسلمانوں کے دلوں میں علم کا چراغ روشن کیا جائے اور اپنے اور بیگانے کے ساتھ غیروں سے بھی میثاق مدینہ کے طرز پر اتحاد کی کوشش کی جائے تاکہ یہ قوم جو ٹکڑوں میں بٹ کر اور باہم متصادم ہو کر تباہ و برباد ہو چکی ہے پھر سے شیرازہ بندی کے ساتھ عروج و ارتقاء کی جانب گامزن ہو سکے۔

☆☆☆

مدرسہ مدینۃ الرسول، جلوہ آباد، کوڈرما، جھارکھنڈ
9431538584

ہمارا بھارت

اردو زبان کی حیات وبقا میں علمائے کرام کا کردار

۲۰ فروری ۲۰۲۲ء کو سید العلوم ایجوکیشن سوسائٹی پتھر والا باغ، وزیر پور نئی دہلی کے زیر اہتمام منعقد سمینار میں یہ خلاصہ پڑھا گیا

محمد ظفر الدین برکاتی★

کسی بھی زبان کا وجود، اس کی بنیادی حقیقت ہے جب کہ اس کی حیات وبقا ثانوی اور اضافی حقیقت ہے جس پر ہمیں کچھ عرض کرنا ہے۔

اردو زبان وادب (نثر ونظم) کی سلسلے وار تاریخ پر بہت سی کتابیں کتب خانوں اور مطالعہ گاہوں میں موجود ہیں، اسی طرح اس کی بقا وترقی سے متعلق تاریخ پر مبنی کتابیں بھی ہر جگہ بآسانی دستیاب ہیں لیکن آج ہم جس پہلو پر گفتگو کرنے جارہے ہیں، وہ کتابوں میں محفوظ نہیں بلکہ دینی درس گاہوں کے دفتری معمولات اور اساتذہ وملازمین کی عملی زندگیوں کے یومیہ اور سالانہ صفحات پر نقش ہوتا رہا ہے، اس لئے بہت حد تک اس کی تاریخی تفصیلات، تحریری طور پر باضابطہ کتابی صورت میں مطالعہ کے لئے دستیاب نہیں۔ البتہ کہیں کہیں اور کبھی کبھی تحریری اظہاریے اور خطابی اظہارِ خیالات میں سننے دیکھنے کو مل جاتا ہے۔

اِس پہلو کو واضح کرنے کے لئے یہ اعترافی جملہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اردو زبان وادب کو نصابی، کتابی، اخباری اور سیاسی سماجی سطح پر باقی رکھنے اور ترقی دینے میں اردو ادیبوں شاعروں، اردو مجلّات کے مدیروں، ذاتی طور پر اردو سے محبت کرنے والے افراد واشخاص، اردو اکادمیوں اور عصری جامعات میں موجود اردو شعبوں نے یقیناً نمایاں اور بنیادی کردار پیش کیا ہے لیکن مروّج دفتری وادارہ جاتی نظام، شخصی ترجیحات اور معمول کے معاملات میں بہر حال اور بہر شکل وصورت اردو زبان کو زندہ رکھتے ہوئے ضروریات زندگی کا لازمی حصہ بنانے کا کردار، علمائے کرام اور دینی تعلیم گاہوں نے پیش کیا ہے جو، اپنا سب کچھ اردو زبان میں ہی کرتے ہیں۔ اِس دعوے کی دلیل بھی دیکھ لیں:

مسجدوں میں اعلان وخطاب سے لے کر مدرسوں میں داخلے سے دستار بندی تک کا ہر تحریری وتقریری مرحلہ اردو زبان کی بول چال اور تحریر کی دہلیز ہی ہو کر گزرتا ہے۔ افتتاحی تقریب ہو کہ اختتامی جلسہ جسے سرکاری اردو اداروں اور شعبہ جات میں فریشر اینڈ فیئرویل پارٹی کہتے ہیں، تقریری کا استقبالیہ ہو کہ سبکدوشی کی تقریب، طلبہ واساتذہ کی حاضری کا یومیہ اندراج ہو کہ یومیہ اور ماہانہ اجرت ومشاہرہ کی ادائیگی وقبض الوصولی، تعطیلات کلاں اور تعطیل گرما وسرما کا دفتری اعلان ہو کہ دیگر مذہبی وقومی تعطیلات کے اعلانیے۔

گاندھی جی کے یوم پیدائش کا دفتری اعلامیہ ہو کہ یوم جمہوریہ یوم آزادی کی تقریبات وخطابات ومکالمات سے متعلق سالانہ اہتمامچے، درس گاہ میں پہنچ کر نصابی کتب کی تدریس کے لئے تعلیمی رہنما خطوط ہوں کہ انتظامیہ اور صدر المدرسین کی طرف سے ششماہی اول، دوم کے نصاب میں شامل کتابوں کے متعلقہ مباحث کی تلخیص اور خلاصے، مضامین اور موضوعات کی نشاندہی کا وضاحت نامہ ہو کہ نصاب تعلیم میں شامل درسی کتابوں کی موضوعاتی نشان دہی، پڑھ لینے سے پہلے طلبہ کے از خود تیار کردہ اپنے پیشگی سوال واعتراض نامے ہوں کہ پڑھ لینے کے بعد اساتذہ کی درسی تقریروں کے تلخیصی روز نامچے۔ اساتذہ اور صدر المدرسین کے نام طلبہ وماتحتوں کے درخواست نامے ہوں کہ اساتذہ وملازمین کی جانب سے انتظامیہ کو لکھے گئے رخصتی وانتظامی درخواست نامے اور وضاحتی قلم بندیاں، دس شوال کو درسی کتب کی تعلیم وتدریس اور مدرسے کے تعلیمی سال کے آغاز کا دستی اعلانیہ ہو کہ سہ ماہی ششماہی اور سالانہ امتحانات وتعلیمی سال کے آخری دن کے معمولات کا اخبار نامہ۔

تعلیمی سال کے مبارک ایام اور نورانی راتوں کی روحانی تقریبات (یوم اعلیٰ حضرت، یوم صدر الشریعہ، عید میلاد النبی، گیارہویں شریف، چھٹی شریف، شب معراج) اور دیگر ایام کے دعوت نامے ہوں کہ سالانہ تقریری امتحانات کے لئے مقامی مدرسوں کے اساتذہ کو لکھے گئے دعوتی خطوط، ختم بخاری شریف کی تقریب سے متعلق دعوتی پیش قدمیاں ہوں کہ تعمیری وتعلیمی اشتہارات کی طباعتی سرگرمیاں۔

شادی نکاح اور میلاد، توشہ شریف اور ختم قادریہ کے اطلاع

نامے ہوں کہ مختلف مواقع پر ہونے والی فاتحہ خوانی اور ختنہ مسنونہ کے دعوت نامے، دینی درس گاہوں کی تشہیر وتعمیر کے لئے چھپنے والے رمضان المبارک کے امدادی اشتہارات اور نظام الاوقات برائے سحر وافطار ہوں کہ جنتری، کلینڈر اور نظام اوقات برائے نماز سالانہ کے جداری کتبے، عیدالفطر وبقرعید کے امدادی اجناس، رقوم اور چرم قربانی کی تفصیلی روداد ہو کہ مسجد ومدرسہ کے امدادی چندے کی رسیدات۔

درس گاہوں کی دیواروں اور مرکزی دروازے پر لکھے نام وپتے کا رسم الخط ہو کہ جلسہ جلوسوں کے دستی اور آویزاں کیے جانے والے چھوٹے بڑے اشتہارات، انتظامیہ کو پیش کرنے کے لئے رمضان المبارک اور سالانہ آمدنی کے ذرائع سے حاصل امدادی رقوم واجناس کا تفصیلی حساب وکتاب ہو کہ مطبخ ومہمان نوازی پر خرچ ہونے والی رقم کا گوشوارہ آمد وخرچ۔ وغیرہ وغیرہ

مدرسوں کے علمائے کرام، اساتذہ کرام، انتظامیہ کے بہت سے حضرات اور طلبہ سب کچھ اردو زبان ہی میں کرتے ہیں بلکہ مدرسوں سے الگ اپنے سبھی ذاتی گھریلو، کاروباری اور تجارتی کام بھی اردو میں ہی کرتے ہیں۔ اردو اخبار خرید کر پڑھتے ہیں۔ اردو میں ہی اکثر دینی عصری کتابیں پڑھتے ہیں۔ ہر دن اردو کے الفاظ اور محاورے کے ذخیرے میں نئی تعبیرات اور لطیف اصطلاحات ومحاورات کا اضافہ بھی کرتے ہیں۔ اِن کے علاوہ بھی بہت سے زمینی پہلو ہیں اور کرداری گوشے ہیں جن کو دیکھ کر بہت کچھ محسوس اور معلوم کر سکتے ہیں۔

☆☆☆

z.barkati@gmail.com

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی کو پیش کیا گیا ''راج شاہی ایوارڈ'' ۲۰۲۲ء

مرکز فروغ اسلام نوح میوات کی سالانہ سید سالار مسعود غازی کانفرنس میں مفتی صاحب نے دستارِ فضیلت باندھی اور ختم بخاری شریف کرایا

کتاب وسنت کی تدریس اور اسلامی تعلیمات کی دعوت وتبلیغ میں رب تعالیٰ نے بڑی برکت رکھی ہے، نیت اچھی اور خیر خواہی کی ہو تو جس محفل میں قرآن وسنت کی تعلیم دی جائے، وہ محفل بھی بابرکت ہو جاتی ہے، اسی لئے دینی دانش گاہوں میں صحیح بخاری کی پہلی حدیث اور آخری حدیث پاک کی تعلیم کے وقت اہل مدارس خصوصی اہتمام کرتے اور حدیث رسول کی برکت سے دعائیں کرتے ہیں اور حدیث رسول کے مطابق ہر مومن کو زندگی گزارنا چاہیے، اس لئے مدرسوں کے طلبہ کے ساتھ خواص کا حصہ لینا بھی مفید ہے اور ماشاءاللہ یہاں ٹائیں میوات ضلع نوح کے مسلم عوام بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں جو کہ بڑی خوش آیند بات ہے۔ مرکز فروغ اسلام ٹائیں میوات ضلع نوح ہریانہ کے سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت ''سید سالار مسعود غازی کانفرنس'' میں فارغ ہونے والے فضیلت کے طلبہ کو صحیح بخاری شریف کی آخری حدیث پاک کا درس دیتے ہوئے مہمان خصوصی حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے یہ کلمات کہے۔

تقریب ختم بخاری کے بعد مفتی صاحب، سید محمد جاوید سہروردی اور مفتی محمد اسحاق اشفاقی بانی مرکز فروغ اسلام کے ہاتھوں تین فضیلت، دس حفظ وقرات کے طلبہ کی دستار بندی ہوئی۔ شہزادہ مفتی اعظم راجستھان حاجی معین الدین اشرفی اشفاقی اور خلیفہ مفتی اعظم راجستھان مفتی اسحاق اشفاقی نے ''انجمن فروغ اسلام'' نوح کی جانب سے مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صاحب کو ۲۰۲۲ء کا ''راج شاہی ایوارڈ'' پیش کیا۔ مرکز فروغ اسلام کے جنرل سکریٹری مولانا محمد عارف رضا اشفاقی نے مفتی صاحب کی دینی شرعی اور علمی فقہی خدمات کا تعارف کراتے ہوئے ''سپاس نامہ'' پیش کیا جب کہ مرکز انتظامیہ کی جانب سے مولانا عرفان رضا اشفاقی نے ''توصیف نامہ'' پیش کیا۔ ساتھ ہی کانودر گجرات کے مولانا محمد اسلم اشرفی مہتمم جامعہ غریب نواز پالن پور اور ڈاکٹر منیر احمد ابن عباس منصوری کو بھی ''راج شاہی ایوارڈ'' اور سپاس وتوصیف نامہ سے نوازا گیا۔

حضرت میاں راج شاہ قادری سوندھوی کی بارگاہ کے سجادہ نشین حضرت ڈاکٹر سید تسخیر احمد قادری راجشاہی کی سرپرستی میں یہ اجلاس منعقد ہوا جس میں قاری ماہتاب عالم استاد مدرسہ غوثیہ فیض العلوم جامعہ نگر نے نعت خوانی کی اور مولانا شکیل احمد بلند شہری نے خطاب کیا۔ کانفرنس میں مولانا محمد ہارون رشید اشرفی، مولانا محمد ظفر الدین برکاتی، سید محمد شارق سہروردی، مولانا زین اللہ نظامی، مولانا منظر امن مصباحی، مولانا وزیر عالم نعیمی اور بہت سے مقامی وعلاقائی علمائے کرام نے شرکت کی۔

اطلاع: محمد عالم مرکزی، نوح، میوات

بزم ادب

اردو شاعری کا فن۔اجمالی جائزہ

کوثر جہاں★

شاعری ایک قدیم روایت اور مقبول صنف ہے جس کی صداقت آج بھی نصف النہار کی طرح عیاں ہے۔اگر اس کی ڈھانچے کی بات کی جائے تو اس کے بیشتر شعری اصناف عربی اصناف سے ماخوذ ہیں۔اردو شاعری جنوبی ایشیاء کی اہم ترین تہذیب میں شامل ہے۔غیر منقسم ہندوستان میں اردو کے شعراء میں میر تقی میر، میر درد، مرزا اسد اللہ خاں غالب، اقبال، ذوق، جوش، اکبر، جگر، فیض، فراق اور احمد رضا بریلوی، کے نام قابل ذکر ہیں۔اردو شاعری کو باعتبار فن کے جائزہ لینے سے قبل ہم اردو شاعری کی تعریفات کا ذکر کرتے ہیں۔اِس کے بعد اردو شاعری کے اقسام کی طرف جائیں گے۔

شاعری کسی بھی انسان کے لئے اپنے احساسات وجذبات اور مشاہدات وتجربات کی عکاسی کا نام ہے کوئی بھی انسان ہو وہ ہر وقت کسی نہ کسی چیز یعنی قدرت کی تخلیق کردہ چیزوں کے مشاہدہ میں یا اپنی ایجادات اور تخلیقات میں مصروف رہتا ہے اور سوچ میں گم رہتا ہے ہر انسان اپنے نظریے سے سوچتا ہے لیکن حساس لوگوں کا مشاہدہ بہت ہی گہرا ہوتا ہے۔شاعری کا تعلق بھی حساس لوگوں کے ساتھ زیادہ ہے لیکن اِن مشاہدات وخیالات اور تجربات کے اظہار کرنے کا طریقہ سب کا الگ الگ ہے۔کچھ لوگ اس کو عام باتوں کی طرح سے یعنی گفتگو سے ظاہر کرتے ہیں کچھ لوگ اس کو لکھ کر یعنی نثر کی صورت میں بیان کرتے ہیں جن کو مضمون، ناول نگاری، افسانوں اور کہانیوں کے زمرے میں رکھا جاتا ہے اور کچھ لوگ مختلف فنون جیسے مجسمہ سازی، سنگ تراشی، نقش نگاری اور فنِ مصوری کے ذریعے اپنے خیال کا اظہار کرتے ہیں اور کچھ لوگوں کے خیالات کے اظہار کا ذریعہ شاعری ہوتا ہے۔

شاعری بہت سی زبانوں میں کی جاتی ہے ہر زبان کے اپنے اصول ہیں لیکن لفظ شاعری صرف اُردو زبان کے لئے مخصوص ہے۔شاعر اپنے خیالات ومشاہدات اور احساسات وتجربات کو اپنے تخیل کے سانچے میں ڈھال کر اُسے اک تخلیق کی صورت میں اخذ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنی سوچ کو دوسرے لوگوں تک ہو بہو اسی طرح پہنچا دے جس طرح وہ سوچتا ہے۔اس طرح تخلیق کار کو اطمینان ملتا ہے۔

صدیوں سے لوگ اپنے خیالات کا اظہار کرتے چلے آرہے ہیں آج بھی تاریخی عمارات ومقامات پر بنے نقش ونگار آثار قدیمہ سے ملنے والی چیزوں سے گذشتہ زمانوں کے لوگوں کے خیالات اور حالات و واقعات کی عکاسی ملتی ہے جس سے موجودہ زمانے کے لوگ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اُس دور میں لوگوں کے حالات زندگی اور اُن کا رہن سہن کیسا تھا، یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے شعرا کی تحریروں سے ان کے زمانے کے حالات وواقعات کی عکاسی ہوتی ہے۔شاعری کی بہت سی اقسام ہیں:

۱۔حمد ۲۔نعت ۳۔غزل ۴۔منقبت ۵۔مرثیہ

حمد: حمد شاعری کے مختلف اصناف میں سے ایک مقدس ترین صنف سخن ہے۔''حمد'' عربی کا لفظ ہے، جس کا معنی اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنا۔لفظ''حمد'' اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہے۔حمد وہ نظم ہے جس میں اللہ عزوجل کی صفات عظمتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جس کے لئے حمد یہ شاعری نے ایک صنف سخن اختیار کر لی ہے۔اردو میں حمدیہ شاعری کا پہلا مجموعہ غلام سرور لاہوری کے نام جاتا ہے۔انہوں نے سب سے پہلے اردو میں حمدیہ شاعری کا مجموعہ تیار کیا۔یہ''دیوان حمد ایزدی'' کے نام سے ۱۸۸۱ء میں لکھنوء سے شائع ہوا۔دیوان کا ایک شعر ملاحظہ کیجئے:

زبان پر ذکر حمد ایزدی ہر دم رواں رکھنا
فقط یادِ الٰہی سے غرض اے میری جاں رکھنا

(بحوالہ ماہنامہ دختران اسلام اگست ۲۰۱۸ء)

اردو شعراء نے اپنی عقیدت وایمان کے گل ہائے معطر پر حمدیہ اشعار کی لڑیوں میں پرو کر باری تعالیٰ کے اوصاف حمیدہ اور اسمائے حسنیٰ کے گیسوئے معطر سجائے ہیں۔خدائے عزوجل کی تحمید وتمجید کے یہ نقش پائے دل پذیر اور ثنا وتوصیف کے یہ دریائے بے نظیر شعری پیکر میں ڈھل کر ادبی سرمائے میں اضافہ کرتے رہے ہیں۔دیگر اصناف سخن کے

ساتھ ساتھ حمدیہ شاعری کے سلسلے میں بھی اردو شعراء نے اپنے دلی جذبات کا وحدہٗ لاشریک کے سامنے عبدیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ جہاں اپنی کیفیات بندگی کو لفظوں کا جامہ پہنایا ہے۔ وہاں اردو زبان وادب کی عظیم خدمات کا سرمایہ بھی جمع کیا ہے۔

نعت: عربی زبان میں وصف وخوبی اور تعریف وتوصیف بیان کرنے کو کہتے ہے لیکن عرف عام میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کرنے والے منظوم اشعار کو کہتے ہیں۔ نعت شاعری کی بڑی مشکل صنف ہے۔ اس میں جتنی حد بندیاں اور پابندیاں ہیں، اُتنی کسی اور اقسام وہیئت میں نہیں۔ اس میں پیش آنے والے موضوعات میں حد ادب سے سرمو بھی تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔ جدت پسندی بھی ایک حد تک ہی اِس میں روا رکھی جاسکتی ہے۔ اس ہیئت نے حضور اکرم ﷺ سے عقیدت ومحبت اور عزت واحترام جزو کل کی رکھتے ہیں۔ نعت لکھنے سے پہلے شاعر کو فن سے پوری واقفیت اور زبان پر کامل دسترس کے ساتھ ساتھ تاریخی، شواہد قرآنی تفسیر اور حضور کے سیرت سے متعلق نہ صرف صحیح معلومات کا ذخیرہ ذہن ودل میں ہو بلکہ اسلامی قدروں کا غائر مطالعہ بھی اشد ضروری ہے۔ عقیدت اور وجدانی کیفیات سے نور کی برساتیں ہوتی ہیں تو نعت شریف میں بڑی ابدیت پیدا ہوجاتی ہے۔

نعت دراصل دربارِ مصطفیٰ میں صالح محبتوں پاکیزہ عقیدتوں اور نیک جزبوں کے ساتھ گل ہائے عقیدت پیش کرنے کا عمل ہے۔ اردو زبان وادب میں نعتیہ شاعری منظوم کلام کا بڑا حصہ رہا ہے۔ اردو زبان میں نعت گوئی کے ابتدائی نمونے صوفیائے کرام کی تخلیقات میں ملتے ہیں۔ میرؔ، سوداؔ اور مصحفیؔ کے دور میں جب اردو شاعری کا باقاعدہ رواج ہوا تو اردو نعت کا ایک نیا دور شروع ہوا۔

نعت کے کوئی مخصوص ہیئت نہیں۔ نعت پاک صنف قصیدہ اور مثنوی کی ہیئت میں بھی ہوسکتی ہے۔ اور غزل قطعہ رباعی اور کوئی صنف سخن میں بھی ہوسکتی ہے۔ آقائے دو عالم ﷺ کی ذات وصفات کے منظوم اظہار کا نام نعت ضرور ہے اور یہ سہل ترین بھی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک عقیدت مند خلوص ومحبت میں سرشار ہو کر احساسات اور جذبات کے منظوم لفظوں کو شکل دیتا ہے لیکن بنظر غائر دیکھئے تو بہت ہی مشکل کام ہے۔ شاعر کو اس کا پاس ولحاظ رکھنا از حد ضروری ہوتا ہے کہ نعت کہتے وقت شان الوہیئت میں قلم کا رخ نہ چلا جائے اور آداب عشق رسالت مآب ﷺ سے بھی اس کا دل ودماغ مامور ہو۔

احمد رضا بریلوی نعت پاک کے انتظام وانصرام اور اشعار کی تیاری میں عام ارباب سخن کی طرح صبح سے شام تک نہیں مصروف رہتے بلکہ مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی یاد تڑپاتی اور دردِ عشق میں بیتاب ہوتے، تو از خود زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہوجاتے پھر یہی اشعار آپ کی سوز عشق کی تسکین کا سامان بن جاتے۔ آپ فرماتے ہیں:

''جب سرکار دو عالم ﷺ کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں۔ ورنہ شعر وسخن میرا مذاق طبع نہیں۔''

(سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۳۲۹)

آپ نے نعتیہ اشعار کہنے میں از حد درجہ کا خیال رکھنے پر زور دیا ہے۔ اور آپ نے اس صنف پر طبع آزمائی کرنا، تلوار کی دھار پر چلنے سے تعبیر کیا ہے۔ آپ رقم طراز ہیں:

''حقیقۃً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جیسا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً اور نعت شریف میں دونوں جانب حد بندی ہے۔''

(الملفوظ حصہ دوم، ص ۳۰)

آپ نے حدود شریعت میں رہ کر جس جوش اور خلوص سے حضور اقدس ﷺ کی عظمت وجلالت کے خطبے پڑھے ہیں اور جس ولولہ اور کیف کے ساتھ ثنائے رسول کے نغمے گائے ہیں وہ آپ اپنی مثال ہیں۔ میدان نعت ومنقبت میں تحدیث نعمت کے طور پر آپ نے ایک شعر کہہ ڈالا۔ حدود شریعت کی پاسداری کی مثال۔ رقم طراز ہیں:

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہِ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضاؔ کی قسم

غزل: غزل اردو شاعری کی سب سے مقبول صنف ہے، غزل، عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا لغوی معنی ہے:

۱۔ عورتوں سے باتیں کرنا۔ ۲۔ عشق بازی کرنا۔

۳۔ عورتوں کے حسن وجمال کی تعریف کرنا۔ (مصباح اللغات ص ۵۹۸)

اس صنف کو غزل کا نام اس لئے دیا گیا کہ اس صنف میں حسن و عشق ہی اس کا موضوع ہوتا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ اس کے

موضوع میں وسعت پیدا ہوگئی ہے اور اب اس صنف میں ہر طرح کے مضمون کہنے اور پیش کرنے کی گنجائش ہے۔

غزل اردو زبان کی مقبول ترین صنف شاعری ہے، اردو کا نام زبان پر آتے ہی اس کی شاعری کا تصور ذہن دماغ میں آ جاتا ہے۔ غزل اردو زبان و ادب کا قیمتی سرمایہ ہے۔ بقول رشید احمد صدیقی:

''غزل کو میں اردو شاعری کی آبرو سمجھتا ہوں ہماری تہذیب غزل میں اور غزل ہماری تہذیب میں ڈھلی ہے۔ دونوں کو سمت و رفتار، رنگ و آہن اور وزن و وقار ایک دوسرے سے ملا ہے۔''

(اردو غزل کا تاریخی ارتقاء ص ۱۳)

اردو غزلیہ شاعری کی تاریخ کتنی قدیم ہے؟ اردو میں غزل کا دیوان تیار کرنے کا سہرا کس کے سر ہے؟ اس کی تلاش و جستجو پر کچھ انکشاف ہوا ہے کہ خواجہ مسعود سعد سلمان اس کے معمار اول ہیں۔ اس سلسلے میں اردو غزل کی تاریخی ارتقاء میں معمارِ اول خواجہ سعد سلمان کا ذکر کیا گیا ہے۔

مصنف رقم طراز ہیں: خواجہ مسعود سعد سلمان (۴۳۸ھ/ ۵۱۵، ۱۰۲۶ء/ ۱۱۲۱ء) اردو کے پہلے غزل گو ل شاعر لاہور پنجاب کے رہنے والے تھے۔ ان کا کوئی دیوان ہم تک نہیں پہنچا۔ البتہ محمد عوفی نے تذکرہ لباب الالباب اور امیر خسرو نے غزوۃ الکمال میں ان کے تین دیوان عربی، فارسی اور ہندی کا ذکر کیا ہے۔ (اردو غزل کا تاریخی ارتقاء، ص ۲۵۰)

غزل: غزل کا ہر شعر دوسرے شعر سے معنی و موضوع کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ اس کا ہر شعر ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے۔

مطلع: غزل کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں۔ جن کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

تم آئے ہو نہ شب انتظار گزری ہے
تلاش میں ہے سحر بار بار گزری ہے

حسن مطلع: اگر غزل کا دوسرا شعر بھی ہم قافیہ ہو تو اُسے حسن مطلع کہتے ہے۔

مقطع: غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے اُسے مقطع کہتے ہیں۔

منقبت: یہ صنف تصوف میں زیادہ مقبول ہے۔ اس میں صحابۂ کرام اور بزرگان دین کی تعریف میں اشعار کہے جاتے ہیں۔

مرثیہ: پچھلے زمانے کی بہت ہے مقبول صنف ہے۔ اس میں حسن و حسین کی شہادت کا واقعہ رزمیہ انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔

مثنوی: اس صنف میں عشقیہ داستان دو شعری انداز میں کہا جاتا ہے۔ مثنوی کا لفظ اپنے اندر دوئیت کا معنی رکھتا ہے۔

نظم: ایک وسیع مضمون رکھتا ہے۔ یہاں غزل کے برعکس ایک ہی مضمون ہوتا ہے جس کا ایک مرکزی خیال بھی ہوتا ہے۔ اس میں غزل کی طرح دو اشعار کی پابندی نہیں ہوتی۔ نظم مثلث، مربع، مخمس، مسدس، مسبع اور مثمن ہوتا ہے۔ مسدس حالی بہت مقبول نظم ہے۔ جو چھ چھ اشعار مشتمل نظم ہے۔

فن شاعری میں صنائع و بدائع کا استعمال:

فن شاعری میں شعراء کی خصوصیت رہی ہے کہ وہ اپنے اشعار میں علم صنائع و بدائع کا استعمال کر کے اپنے اشعار کے اندر جامعیت اور دلکشی پیدا کرتے رہتے۔ اور ایک مقبول کلام کے اندر یہ خصوصیت ہر حال میں پائی جاتی ہے۔ اس کی مثالیں آنے والی تحریروں سے مل جائیں گی۔ میں پہلے شعر و شاعری میں ہونے والے صنائع و بدائع کا اجمالی ذکر کرتا ہوں۔

۱۔ تشبیہ ۲۔ استعارہ ۳۔ مجاز مرسل ۴۔ کنایہ ۵۔ صنعت تجنیس تام ۶۔ صنعت تلمیح ۷۔ صنعت اشتقاق ۸۔ صنعت تکرار ۹۔ صنائع ایہام ۱۰۔ مراعات النظیر ۱۱۔ تجاہل عارفانہ ۱۲۔ لف و نشر ۱۳۔ حسن تعلیل ۱۴۔ صنعت ترسیع

تشبیہ: کسی ایک چیز کو دوسری چیز کے مقابلے بیان کرنے کو ''تشبیہ'' کہتے ہیں۔

نازکی ان کی لب کی کیا کہئے — پنکھڑی ایک گلاب کی سی ہے

تشبیہ میں پانچ باتوں کا ذکر ہوتا ہے۔ انہیں ہم اجزائے تشبیہ کہتے ہیں:

۱۔ مشبہ ۲۔ مشبہ بہ ۳۔ وجہ تشبیہ ۴۔ غرض تشبیہ ۵۔ حروف تشبیہ۔

مذکورہ شعر میں۔ ''لب'' مشبہ ہے کیونکہ اسے تشبیہ دینا ہے۔ گلاب کی پنکھڑی مشبہ بہ ہے کیونکہ پنکھڑی کو مثال کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ نازکی وجہ تشبیہ ہے، نزاکت کو ظاہر کرنا غرض تشبیہ ہے اور ''سی'' حرف تشبیہ ہے۔

استعارہ: جب کوئی لفظ اپنے حقیقی معنیٰ کی بجائے مجازی معنی میں مستعمل ہوں تو اشتعارہ کہلاتا ہے۔

پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے

جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

اِس شعر میں غور کریں تو پتہ، بوٹا اور گل کی حقیقت کچھ اور ہے لیکن میرؔ نے اِن الفاظ کو مجازی طور پر پیش کیا ہے۔

مجاز مرسل: کسی لفظ کو حقیقی معنی کی بجائے مجازی میں اس طرح استعمال کرنا کہ تشبیہ کا تعلق نہ ہو بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو جیسے کہا جائے ''تمہارے ہاتھ پر زخم ہے'' حالانکہ زخم انگلی یا انگوٹھے پر لیکن انگلی یا انگوٹھے کی بجائے ہاتھ کا استعمال کیا تھا جو معنی مجازی ہے۔

مجاز مرسل کے ۲۴ اجزاء ہیں:

اردو شاعری ہماری ذہنی تفریح کا سامان بیش بہا ہے۔ یہ اس زمانے سے تفریح طبع کے کام آرہی ہے جب اس کے لئے کوئی اور ذریعہ نہیں تھا۔ آج کے سائنسی اور مشینی عہد میں مصروفیت کی نوعیت بدل گئی ہے، اس لئے تفریح کے بھی طریقے بدل گئے ہیں لیکن اس عہد میں بھی شگفتہ شعر سننے سے ذہنی آسودگی حاصل ہوتی ہے اور ہم تھوڑی دیر کے لئے ہی سہی وقت کے عذاب سے چھٹکارا پا جاتے ہیں اور خود کو لطف اندوز ہوتا محسوس کرتے ہیں۔ جس طرح کوئی شاعر کسی دن اگر شعر نہیں کہتا ہے تو اسے عجیب سا لگتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی باذوق شخص کسی روز کوئی شعر نہیں سنتا یا پڑھتا ہے تو اُسے بے لطفی کا احساس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی شاعر یا شعر وشاعری سے دلچسپی رکھنے والے فرد کی ملاقات جب ایک دوسرے سے ہوتی ہے تو اُس سے شعر سنانے کی فرمائش کرتے ہیں۔

۱۔ ماہنامہ دختران اسلام اگست ۲۰۱۸ء

۲۔ سوانح اعلیٰ حضرت ۳۔ الملفوظ حصہ دوم

۴۔ مصباح اللغات۔ ۵۔ ردو غزل کا تاریخی ارتقاء

☆☆☆

☆ ریسرچ اسکالر کولہان یونیورسٹی، چائباسا، مغربی سنگھ بھوم جمشید پور (جھارکھنڈ) 7782935311

اسریٰ کا مسافر۔ کتاب کا تذکرہ

دستگیری مریدین، محافظ طریقت، قبلۃ العارفین، کعبۃ السالکین، سخاوت حیدری، پیکر محسن انسانیت، آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، عارف باللہ قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج ''میاں حضور'' دامت برکاتہم العالیہ شرافتی خلیفہ مجاز قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج مولوی شاہ شرافت علی میاں رحمۃ اللہ علیہ بریلی شریف میاں حضور کے منظور نظر، میاں حضور کے حقیقی برادر قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج محترم المقام لائق صد احترام عالی جناب الحاج منتخب احمد ثقلینی چھوٹے حاجی صاحب نے ''اسریٰ کا مسافر'' کتاب شائع کی۔ کتاب میں نعتیہ کلام مدحت حبیب پاک ﷺ شاعرانہ انداز میں ہے۔ کتاب کی جلد اور رنگ تکلف ماشاءاللہ دیدہ زیب ہے، ہر ورق لائق دید ہے۔ میں نے کتاب اول تا آخر تک سنی۔ کتاب سن کر فرط مسرت حاصل ہوئی، نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا تحریری کلام ہے اور محبت حبیب پاک ﷺ سے سرشار ہے۔ کلام کا ہر لفظ گہر آب ہے، بہت ہی دل نشیں کتاب ہے۔ اتنی اعلیٰ قسم کی کتاب کی اشاعت کے لئے میں قلب کی گہرائی سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ نہایت عمدہ درجات کی حمد پاک ونعت پاک ہیں۔ اتنی اعلیٰ کتاب کی دستیابی کے لئے میں قلب کی گہرائیوں سے آپ کا شکر گزار ومنت پذیر ہوں۔

جب سے چھوٹے حاجی صاحب کے دست مبارکہ سے مریم ثقلینی کے لئے یہ کتاب دستیاب ہوئی تو مریم ثقلینی نے خود تو مطالعہ کیا لیکن اس پر کام بھی جاری کر دیا۔ مدرسہ کے تلامذہ روز مستعدی کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس کی نقل کرتے ہیں اور مریم ثقلینی سے اپنی تحریری اصلاح کرواتے ہیں۔ حاجی صاحب اس کتاب کے ذریعہ عوام الناس کا رجحان مدحت مصطفیٰ ﷺ پر مکمل انداز میں کروانے کے لئے کوشاں ہیں۔ عاشق رسول تو صرف اور صرف اولیائے کاملین کی شان شاہانہ ہے، عوام الناس اگر محبت حبیب پاک ﷺ بن جائیں تو ذریعہ نجات کا ساماں ہو جائے۔ مولائے کائنات مالک ومختار سے دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ وطفیل میں حضرت غوث پاک کے واسطہ میں پیر ومرشد کے فیض خاص سے حاجی صاحب کو اتنی عمدہ کتاب کی اشاعت کے لئے جزائے خیر عطا فرمائے، طول عمر عطا فرمائے۔

مولیٰ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آپ کے زورِ قلم میں مزید اضافہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام

منجانب: الحاج محمد نبیہ قصاب ثقلینی ابن نصر اللہ شرافتی، بانی مدرسہ غوث الثقلین، مہمند ہدف، شاہ جہاں پور۔ اتر پردیش (بھارت)

تاریخ تحریر: ۱۴، شعبان ۱۴۴۳ھ / ۱۸ مارچ ۲۰۲۲ء بروز جمعہ۔ 9616809591

بزم سخن

فیضان نعت نبی

جس جگہ فرش پر ہے قیام آپ کا
عرش سے بڑھ کے ہے وہ مقام آپ کا

کیوں نہ ہو ساری خلقت غلام آپ کا
سارے عالم پہ ہے لطف عام آپ کا

کرتا ہے اس لئے خانہ کعبہ طواف
رب کو محبوب ہے باب و بام آپ کا

لوگ بھی پوچھنے اب لگے ہیں سوال
طیبہ جائے گا کب یہ غلام آپ کا

لاکھ گھس لے جبیں پھر بھی مومن نہیں
جس کے دل میں نہیں احترام آپ کا

رب نے بخشا ہے اعجاز پر آپ کو
ہے رسولوں میں درجہ امام آپ کا

چل رہا ہے جو سارے جہاں کا نظام
ہے یہ صدقہ رسول انام آپ کا

رحمت عالمیں آپ ہو بالیقیں
سارے عالم پہ ہے لطف عام آپ کا

کوئی محروم رہ جائے ممکن نہیں
سارے عالم پہ ہے لطف عام آپ کا

اے وصیؔ ہے یہ فیضان نعت نبی
ہو رہا ہے جو دنیا میں نام آپ کا

نتیجۂ فکر: ڈاکٹر وصی مکرانی
واجدی، ملنگوا، ضلع سرلاہی، نیپال
00977-9844524925

حمدیہ کلام

بیاں نہ ہوگا جو پروردگار دیتا ہے
جہاں کو دولت و زر بے شمار دیتا ہے

عطا وہ کرنے پہ آئے تو بس گھڑی بھر میں
ہمارے جیسوں کو بھی اقتدار دیتا ہے

خدا کے ماسوا ایسا نہیں ہے کوئی ، جو
گلوں کو رنگ چمن کو بہار دیتا ہے

وہی ہے لائق سجدہ تمام عالم میں
وہ بے قرار دلوں کو قرار دیتا ہے

خدائے پاک بڑا مہربان ہے سب پر
وہ بگڑے کام سبھی کے سنوار دیتا ہے

جبینِ ناز اسی کے حضور خم کی ہے
جو کشت فکر ہماری نکھار دیتا ہے

ہماری عظمتوں میں چار چاند لگتے ہیں
وہ دل میں عشق نبی جب اتار دیتا ہے

نوازتا ہے نوازے گا وہ ہمیں خاکیؔ
جو ساری دنیا کو عز و وقار دیتا ہے

نتیجۂ فکر: شمس تبریز خاکی ظہوری مرکزی، خانقاہ ظہوریہ چشتیہ قادریہ،
بلگرام شریف ہردوئی، مغربی اتر پردیش، 8738836136

سب کی لینا خبر خداوندا

سر اُٹھائے ہے شر خداوندا
وقت ہے پُر خطر خداوندا

سخت مشکل میں ہیں مکین وطن
سب کی لینا خبر خداوندا

جوش پر ظالموں کی شدت ہے
ہو کرم کی نظر خداوندا

چھوڑ کر سیرتِ شہ بطحا
ہم ہیں زیر ضرر خداوندا

ہر سو کمزور پڑ گئے ہیں ہم
بخش فتح و ظفر خداوندا

تیرے احکام بھول بیٹھے جب
ہم ہوئے بے اثر خداوندا

بخش دے مغفرت کی شب آئی
زیر سے کر زبر خداوندا

ہم کو توفیق توبہ مل جائے
ہو دعا میں اثر خداوندا

ہے دعا گو مشاہد رضوی
اُس کو تُو نیک کر خداوندا

ھلال مدحت

سرکار آسی غازی پوری کے مصرعے ”عشق سے عشق محبت سے محبت مجھ کو“ پر طبع آزمائی

مدحتِ شافع محشر سے ہے رغبت مجھ کو
یعنی جبریل کی حاصل ہے حمایت مجھ کو

رب تعالیٰ نے یہ بخشی ہے سعادت مجھ کو
جان سے زیادہ ہے آقا سے محبت مجھ کو

چین سے جینے نہیں دیتی ہے فرقت مجھ کو
پھر سے درکار ہے پیغامِ زیارت مجھ کو

قدمِ نور کی ملتی رہے برکت مجھ کو
کاش طیبہ میں میسر ہو جو تربت مجھ کو

واعظو چھیڑو فقط ذکرِ دیارِ پُر نور
خوب معلوم ہے جنت کی حقیقت مجھ کو

نعت شریف

کلام پاک کے پارے بیان دیتے ہیں
رسول امی سبھی پر دھیان دیتے ہیں

ان کے اوصافِ حمیدہ کی قلم کاری کا
مرحبا نعت ہے عنواں میری فن کاری کا
ان کی دہلیز پہ کشکول بنا بیٹھا ہوں
یہ ہے معیار مری عظمتِ خودداری کا

ان کے دیوانوں کی تعظیم کو لازم کر کے
کام یہ ہم نے کیا خوب سمجھ داری کا

حمد معبود کبھی نعت پیمبر لکھ کر
کام کرتے رہو جنت میں شجر کاری کا

آپ نے جب سے اسے اپنا بنایا ہے حضور
خوف ہوتا نہیں نادار کو ناداری کا

شکر یہ شاہِ امم آپ کی نسبت کے طفیل
ٹل گیا خطرہ سرِ حشر گرفتاری کا

عرشِ اعظم سے سلام آتا ہے اس کی خاطر
مرتبہ دیکھئے سرکار کے درباری کا

مجھ کو اولادِ پیمبر سے محبت کے سبب
سامنا ہوگا نہیں حشر میں دشواری کا

میرے جیسوں کی بھی تنویرؔ شفاعت کر کے
حق ادا کر دیا سرکار نے غم خواری کا

تنویر جمال عثمانی

نعت پاک

جو سننے والوں کے کانوں میں گھولے شیرینی
وہ بے زبان کو ایسی زبان دیتے ہیں

خدا کا فضل و کرم ان کو ڈھانپ لیتا ہے
مرے رسول جنہیں بھی امان دیتے ہیں

جس پہ رعنائی و طلعت ہے بصد ناز نثار — کوچہ کوچہ ہے شہِ والا کا جنت مجھ کو
ان کے دربار کی دربانی کا مل جائے شرف — ساری کونین سے بڑھ کر ہے یہ دولت مجھ کو
قبل از کام میں پڑھتا ہوں درودِ سرور — پھر اٹھانی نہیں پڑتی ہے مشقت مجھ کو
مطلعِ فکر پہ چمکا جو ہلالِ مدحت — رنج و غم دور ہوئے مل گئی راحت مجھ کو
ان کی یادوں سے خیالات درخشندہ ہیں — ذکر اُن کا ہو تو جلوت بھی ہے خلوت مجھ کو
بات یہ فخر و مباہات کی ہے میرے لئے — للہ الحمد ملا جذبۂ مدحت مجھ کو
مصطفیٰ آ کے بسائیں گے تجلی کا جہاں — کیا ڈرائے گی بھلا قبر کی وحشت مجھ کو
کاش محشر میں کہیں مجھ کو سناؤ نعتیں — عید سے بڑھ کے لگے روزِ قیامت مجھ کو
لوگ ہوتے ہیں بغل گیر بڑے شوق کے ساتھ — ان کی نعتوں سے ملی رفعت و عزت مجھ کو
بن گیا ہوں جو مشاہدؔ میں ثنا خوانِ نبی — شاہِ برکت کی ملی خیر سے برکت مجھ کو

عرض نمودہ: محمد حسین مشاہد رضوی، ۲۱ شعبان ۱۴۴۳ھ، ۲۵ مارچ ۲۰۲۲ء بروز جمعہ

قتیل صاحب کی کتاب ''پیراہن''
سے ایک شہرہ آفاق غزل آپ کے نام

حالات کے قدموں پہ قلندر نہیں گرتا — ٹوٹے بھی جو تارا تو زمیں پر نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا — لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا
سمجھو وہاں پھل دار شجر کوئی نہیں ہے — وہ صحن کہ جس میں کوئی پتھر نہیں گرتا
اِتنا تو ہوا فائدہ بارش کی کمی کا — اِس شہر میں اب کوئی پھسل کر نہیں گرتا
انعام کے لالچ میں لکھے مدح کسی کی — اتنا تو کبھی کوئی سخنور نہیں گرتا
حیراں ہے کوئی روز سے ٹھہرا ہوا پانی — تالاب میں اب کیوں کوئی کنکر نہیں گرتا
اس بندۂ خود دار پہ نبیوں کا ہے سایا — جو بھوک میں بھی لقمۂ تر پر نہیں گرتا
کرنا ہے جو سر معرکۂ زیست تو سُن لے — بے بازوئے حیدر، درِ خیبر نہیں گرتا
قائم ہے قتیلؔ اب یہ میرے سر کے ستوں پر — بھونچال بھی آئے تو مرا گھر نہیں گرتا

ابلیس کا اعتراف

تو نے جس وقت یہ انسان بنایا یارب — اُس گھڑی مجھ کو تو اِک آنکھ نہ بھایا یارب
اس لئے میں نے، سر اپنا نہ جھکایا یارب — لیکن اب پلٹی ہے کچھ ایسی ہی کایا یارب
عقل مندی ہے اسی میں کہ میں توبہ کر لوں — سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کر لوں!
ابتداءً تھی بہت نرم طبیعت اس کی — قلب و جاں پاک تھے، شفاف تھی طینت اس کی
پھر بتدریج بدلنے لگی خصلت اس کی — اب تو خود مجھ پہ مسلط ہے شرارت اس کی
اس سے پہلے کہ میں اپنا ہی تماشا کر لوں — سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کر لوں!
بھر دیا تُو نے بھلا کون سا فتنہ اس میں — پکتا رہتا ہے ہمیشہ کوئی لاوا اس میں
اِک اِک سانس ہے اب صورتِ شعلہ اس میں — آگ موجود تھی کیا مجھ سے زیادہ اس میں

وہ جن کو پوچھنے والا نہیں تھا دنیا میں
انھیں بھی رحمت کونین مان دیتے ہیں

نکال کر وہ یتیموں کو حلقۂ غم سے
مسرتوں کا مکمل جہان دیتے ہیں

محمد ثاقب رضا، لاہور

صدائے قرآن

اے میرے ملی مسلمانو ! مجھے آؤ پڑھو
زندگانی کے نئے احساس کو تم بھی کڑھو

اے مسلمانو ! مجھے اس طرح نہ چھوڑو بھی تم
اس طرح مجھ سے تعلق جو ہے نہ توڑو بھی تم

مجھ کو اپنی جان مانو زندگی کی راہ میں
راحت و آرام بن جاؤں تمہاری آہ میں

مجھ کو آ کر دیکھ لے ہر چیز کی منزل ہوں میں
زندگانی کے سبھی جذبات میں شامل ہوں میں

مجھ سے آخر درکناری کر رہا ہے کس لئے ؟
پیچھے اِس دنیا کے کرتو مر رہا ہے، کس لئے ؟

چھوڑ کر مجھ کو زمانے میں محض رسوائی ہے
دیکھ صورت پہ تیری تھوڑی بھی کیا رعنائی ہے ؟

کس طرح جیتا ہے تو کیا حال ہے خود دیکھ لے
کس طرح دشمن چلا اب چال ہے خود دیکھ لے

اب بھی کہتا ہوں مجھے اپنا ، مجھے اسوہ بنا
تو عمل پیراں ہو مجھ پہ ، عمر بھر عزت بنا

کیا حکومت، کیا سیاست سب تمہیں مل جائیگی
کیا وہ عزت، کیا وہ چاہت سب تمہیں مل جائیگی

از: سیف علی شاہ عدمؔ بہرائچی

نئے شاعر حضرات سے درخواست ہے کہ کسی کہنہ مشق تجربہ کار شاعر سے اپنا کلام دِکھالیں پھر ارسال کریں

اپنا آتش کدۂ ذات ہی ٹھنڈا کر لوں !
اب تو یہ خون کے بھی رشتوں سے اکڑ جاتا ہے
جب کبھی طیش میں ہتھے سے اکڑ جاتا ہے
اب تو لازم ہے کہ میں خود کو سیدھا کرلوں
میری نظروں میں تو بس مٹی کا مادھو تھا بشر
مجھ پہ پہلے نہ کھلے اس کے سیاسی جوہر
شیطنت چھوڑ کے میں بھی یہی دھندا کرلُوں
کچھ جھجکتا ہے ، نہ ڈرتا ہے ، نہ شرماتا ہے
اب یہ ظالم ، میرے بہکاوے میں کب آتا ہے
کیا ابھی اس کی مُریدی کا ارادہ کرلوں؟
اب جگہ کوئی نہیں میرے لئے دھرتی پر
اب تو لگتا ہے یہی فیصلہ مجھ کو بہتر
میں کسی اور ہی سیّارہ پر قبضہ کر لوں
ظُلم کے دام بچھائے ہیں نرالے اس نے
کردیے قید اندھیروں میں اجالے اس نے
اب تو میں خود کو ہر اک بوجھ سے ہلکا کرلوں

سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں !
باپ سے، بھائی سے، بیٹے سے بھی لڑ جاتا ہے
خود مرے شر کا توازن بھی بگڑ جاتا ہے
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!
میں سمجھتا تھا اُسے خود سے بہت ہی کمتر
کان میرے بھی کُترتا ہے یہ قائد بن کر
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!
نت نئی فتنہ گری روز ہی دِکھلاتا ہے
میں بُرا سوچتا رہتا ہوں ، یہ کر جاتا ہے
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!
مِرے شر سے بھی سوا ہے یہاں انسان کا شر
اس سے پہلے کہ پہنچ جائے واں سوپر پاور
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!
نِت نئے پیچ مذاہب میں ہیں ڈالے اِس نے
کام جتنے تھے مِرے، سارے سنبھالے اس نے
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

عورت

چلتی ہے تو نظروں کو جھکا رکھتی ہے عورت
آنکھوں میں شرم وحیا سجا رکھتی ہے عورت

وقت آئے تو یہ جان کی بازی بھی لگا دے
ہر حال میں عزت کو بچا رکھتی ہے عورت

مالک نے اسے صبر دیا ہے وہ غضب کا
ارمان بھی یہ دل میں دبا رکھتی ہے عورت

معلوم ہے اس کو کہ ہے اس میں بڑی برکت
گھر آنگن محنت سے سجا رکھتی ہے عورت

ہر ایک قدم اس کا کفایت کا قدم ہے
تدبیر سے تقدیر بنا رکھتی ہے عورت

کرتی ہے عبادت بھی تلاوت بھی ہمیشہ
ہاتھوں کو دعاؤں میں اٹھا رکھتی ہے عورت

تحسین ادب کاش کوئی سیکھ لے اُس سے
چہرے کو بھی آنچل میں چھپا رکھتی ہے عورت

از: محمد تحسین رضا قادری، مدرس دارالعلوم ضیائے مصطفیٰ کانپور۔ 9838099786

قبلہ سازم

اگر بینم شبے ناگاہ آں سلطان خوباں را
سر اندر پائے او آرم فدا سازم دل وجاں را

بہ گرد کعبہ کے گردم چو روئے یار من کعبہ
کنم طواف مے خانہ بہ بوسم پائے مستاں را

روم در بت کدہ شینم بہ پیش بت کنم سجدہ
اگر یابم خریدارے فروشم دین و ایماں را

فروزم آتشے در دل بسوزم قبلۂ عالم
پس آنگہ قبلہ سازم من خم ابروئے خوباں را

(از: حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی علیہ الرحمہ

قرآن پاک کی خدمت ہی میری زندگی کا مقصد

سید علی انجم رضوی★

مسلسل کئی سالوں سے قرآن پاک کی خدمت کر رہے ہیں۔

قرآن پاک کو نئے نئے اور خوبصورت انداز میں شائع کرنا اُن کا محبوب مشغلہ ہے۔ان کی اِس انفرادیت کی وجہ سے وہ نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ملک بھی جانے پہچانے جاتے ہیں۔ وہ کعبہ شریف میں سرکاری سطح پر داخل ہونے والے خوش قسمت انسان ہیں۔ انھیں ۲۰۰۸ء میں کعبہ شریف کے اندر نماز پڑھنے کا موقع ملا۔ان کا شائع کردہ قرآن جو امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن **کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن** اور اس کے ساتھ صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری حاشیہ **خزائن العرفان** اُن کی محنت سے دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ چکا ہے۔ یہاں تک کہ سعودی عرب کے فرمانروا کی لائبریری میں بھی یہ قرآن پاک موجود ہے۔اس کے علاوہ ترکی کے صدر طیب رجب اردگان اور ان کی اہلیہ نے بھی اس قرآن پاک کو پسند کیا ہے۔نیلسن منڈیلا تک یہ قرآن پاک عمران صاحب نے پہچایا۔

سب سے پہلے انہوں نے ۲۰۰۶ء میں ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' پر کام شروع کیا۔ بہت عرصہ سے بازار میں جو کنز الایمان موجود تھا، اُس کے ترجمے میں علمائے اہل سنت کو (تصحیح کی) کچھ خامیاں نظر آئیں۔ برسوں سے یہی نسخہ چھپ کر ہدیہ ہو رہا تھا۔ اس کے بعد دادانی صاحب کی جدوجہد سے علمائے کرام کی ایک جماعت اس ترجمے کی تصحیح کے کام میں شبانہ روز مصروف ہوگئی۔ اِس کارِ خیر میں حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی قادری مصباحی کی خدمت آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔آپ کا شمار علمائے اہل سُنّت کے اس طبقہ میں ہوتا ہے جو مسلسل تحقیق میں لگے ہوئے ہیں۔آپ کی کئی تحقیقی کتابیں منظر عام پر آکر اہل علم سے داد و تحسین وصول کرچکی ہیں۔نعمانی صاحب کو قرآنِ پاک کے نسخوں پر بھی دسترس حاصل ہے۔

اِسے اللہ رب العزت کی مددِ خاص ہی کہیں گے کہ اِس تگ و دو میں مولانا عبدالمبین نعمانی کے ہاتھ قرآن پاک کے ترجمہ ''کنز الایمان'' کا وہ اصل نسخہ لگ گیا جسے امام احمد رضا نے خود املا کروایا تھا جسے آپ کے شاگردِ خاص مصنف بہارِ شریعت، صدر الشریعہ حضرت حکیم امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا تھا۔ یہ قیمتی مخطوطہ موصول ہونے پر 'تصحیح کنز الایمان' کے کام میں بہت آسانی ہوگئی۔ مولانا عبدالمبین نعمانی کی برسوں کی محنت شاقہ کے بعد ترجمہ قرآن کنز الایمان کو اصل مخطوطہ سے ملا کر اُس کی تصحیح کی گئی۔عمران دادانی صاحب کے مطابق مکمل چار برس میں نعمانی صاحب نے اس کی تصحیح فرمائی۔ اب کنز الایمان بالکل صحت کے ساتھ نکھری ہوئی حالت میں اور بالکل صحیح اور درست ترجمہ کے ساتھ مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب کے پاس موجود تھا۔

جب تصحیح کا کام مکمل ہوگیا تو عمران دادانی صاحب نے تہیّہ کیا کہ وہ اس کنز الایمان کو شائع کریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ عربی میں جو قرآن پاک ہوگا، اس کو 'الفی قرآن' کی صورت میں شائع کریں گے یعنی قرآن پاک کی ہر سطر الف سے شروع ہوگی۔اس کے لئے انہوں نے ماہر خطاط اور کاتبین کا انتظام کیا۔کئی سال اِس الفی قرآن کی کتابت ہوتی رہی پھر اس پر علمائے کرام سے تصحیح کرلی گئی۔ ۲۰۱۴ء میں یہ ''الفی قرآن'' جب منظر عام پر آیا تو لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ہندوستان ہی نہیں بلکہ غیر ممالک میں بھی اس کی بہت زیادہ پذیرائی کی گئی۔اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔اس کی اشاعت میں رضا اکیڈمی کے بانی وسکریٹری جنرل الحاج محمد سعید نوری کی خصوصی رہنمائی شامل تھی۔ یہ ''الفی قرآن'' سعودی کے سلطان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ترکی کے صدر رجب طیب اردگان کی اہلیہ کو پیش کیا گیا ہے اور نیلسن منڈیلا کو بھی دیا گیا ہے۔ اس الفی قرآن نے جہاں عمران دادانی کو خادمِ قرآن کے طور پر چہار جانب شہرت بخشی وہیں اُن کے اندر قرآنِ کریم کی خدمت کے جذبوں کو مہمیز لگادی۔

جلگاؤں (مہاراشٹر) میں معروف صحافی سیّد علی انجم رضوی پر فالج کا اٹیک ہوا ہے اور وہ بستر علالت پر ہیں۔ ۲۷ جنوری ۲۰۲۲ء کو اُن کی

عیادت کے لئے تشریف لائے عمران دادانی صاحب ،قرآن مجید سے ان کے تعلق سے متعلق بتایا کہ ’’قرآنِ پاک کی خدمت ہی میری زندگی کا اصل مقصد ہے‘‘ الفی قرآن کے بعد ’’واوی قرآن‘‘ تیار کیا گیا۔دوا کی کمپنی ہمالیہ فارماسوٹکل کمپنی کے مالک ڈاکٹر فاروق جن کے پاس ایک انچ سے لے کر ایک ٹن کا قرآن شریف موجود ہے، نے ’’یائی‘‘ قرآن شائع کرنے کی فرمائش کی۔نمونے کے طور پر اس قرآنِ کریم کے چند نسخے تیار کیے گئے۔ایک نسخہ درگاہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے ناظم کو بھی پیش کیا گیا۔عمران دادانی کی جلگاؤں آمد کے موقع پر آپ کے ہمراہ اہل سُنّت و جماعت کی متحرک شخصیت حافظ شکیل صاحب (مالیگاؤں) بھی موجود تھے۔حافظ شکیل الحاج محمد سعید نوری صاحب کے ساتھ برسوں سے رضا اکیڈمی کے پلیٹ فارم سے مختلف دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

عمران دادانی نے مزید بتایا کہ ان کے آئندہ منصوبوں میں ’’میمی قرآن‘‘ کی تیاری ہے۔اس کے ساتھ ساتھ تجوید کے قاعدوں کے مطابق مختلف رنگوں سے مزین قرآنِ پاک بھی اشاعت کے لئے تیار ہے۔ایک اہم منصوبہ یہ ہے کہ ماضی میں قرآن کے کنز الایمان کے ساتھ علامہ سید نعیم الدین مرادابادی علیہ الرحمہ کی تفسیر خزائن العرفان کے علاوہ حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی تفسیر ’’نور العرفان‘‘ بھی شائع کی جاتی تھی مگر وہ تفسیر اب کہیں نظر نہیں آتی۔لہٰذا عمران دادانی ایک ایسے قرآن شریف کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں جس میں ترجمہ کنز الایمان کے ساتھ تفسیر نور العرفان ہو۔نئے سرے سے اِس منصوبہ پر کام کیا جا رہا ہے۔اس کے لئے معروف سنی عالم جنھیں قرآن کے مختلف نسخوں کا علم ہے اور مختلف تفاسیر سے بھی جو واقف ہیں، حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب کی خدمات لی گئی ہیں۔موصوف کی نگرانی میں خاندیش کے شہر یاول (ضلع جلگاؤں) میں تفسیر ’’نور العرفان‘‘ پر کام جاری ہے۔جلد ہی عمران دادانی صاحب اسے اشاعت کی منزلوں سے گزاریں گے۔امید کی جا رہی ہے کہ عمران دادانی کے شائع کردہ ’’الفی قرآن‘‘ کی طرح یہ بھی نہایت خوبصورت، دیدہ زیب اور منفرد ہوگا۔

اس طرح الفی قرآن کی بے پناہ مقبولیت کے بعد ’’واوی قرآن، یائی قرآن اور میمی قرآن‘‘ منتظر طبع ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ مخیّر حضرات یا دینی ادارے اس جانب توجہ دیں۔اس طرح یہ تاریخی کام انجام دیا جا سکے اور عمران دادانی کی برسوں کی محنت بار آور ہوگی۔

☆☆☆

☆ خادم قرآن عمران دادانی کا اظہار خیال
اسپیشل اسٹوری: سیّد علی انجم رضوی

درس تفسیر قرآن کی تکمیل پر اعترافِ خدمت اعزازی اجلاس

۸ شعبان ۱۴۴۳ / ۱۱ مارچ ۲۰۲۲ء کو بعد نماز عشا منعقد ہوا جس کا خوش گوار سبب یہ ہوا کہ حضرت مولانا سید عبدالجلیل رضوی امام وخطیب عبدالسلام مسجد ممبئی نے ۱۴۰۳ھ میں اپنی مسجد میں بعد نماز ظہر، درس تفسیر قرآن کا جو سلسلہ شروع کیا تھا، وہ ۱۴۴۳ھ چالیس سال میں مکمل ہوا۔ حضرت مولانا سید عبدالجلیل رضوی کے احترام واعزاز میں منعقد جلسے کی ابتدا شہزادۂ سید محترم حافظ وقاری مولانا سید عنایت رسول صاحب نے تلاوت قرآن پاک سے کی۔ بلبل باغ مدینہ صادق رضوی نے قصیدہ بردہ شریف پڑھا، شہزادۂ گرامی سید ہدایت رسول صاحب نے نعت رسول پڑھی اور محمد عامر رضوی نے منقبت غوث اعظم پیش کی۔ مفتی اشرف رضا مصباحی نے اپنے خطاب میں کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ حضرت مولانا سید عبدالجلیل رضوی اِس لائق ہیں کہ سونے چاندی سے تولے جائیں کہ سید صاحب نے چالیس سال تک درس قرآن دیا، قرآن کریم کی خدمت کی۔ شہزادۂ مخدوم العلماء حضرت مولانا عبدالقادر کھتری علیہ الرحمہ جناب محمد قاسم کھتری صاحب نے منقبت غریب نواز پیش کی۔ حضرت مولانا سید اشرف اشرفی خطیب وامام باؤلہ مسجد نے تاثراتی خطاب میں کہا کہ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں فرمایا ''اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں'' انہی علم والوں میں ایک مولانا سید عبدالجلیل رضوی صاحب ہیں۔ انھوں نے تفسیر قرآن مع ترجمہ کنزالایمان بیان کر کے لوگوں کے ایمان کی حفاظت کی ہے پھر سید صاحب کو ''مفتی اعظم ایوارڈ'' پیش کیا گیا۔ ثناخوان رسول جناب محمد حسن روکاڑیا نے منقبت سرکار مفتی اعظم ہند گنگنایا۔

نواسۂ صدر الشریعہ مفتی محمود اختر القادری مدظلہ العالی نے تفسیر قرآن کی اہمیت وضرورت بیان کرتے ہوئے کہا کہ عوام کے لئے قرآن مجید کا صرف ترجمہ کافی نہیں ورنہ زبان عربی میں قرآن مجید کی تفسیر کی ضرورت پیش نہ آتی کہ جو لوگ عربی جانتے ہیں انھیں ترجمہ کی کیا ضرورت؟ لیکن سب سے زیادہ قرآن مجید کی تفاسیر زبان عربی میں ہیں اور کنزالایمان زیادہ مفید ترین اسی لئے ہے کہ اعلیٰ حضرت نے صرف لفظی ترجمہ نہیں فرمایا بلکہ قرآن کی ترجمانی فرمائی ہے جو قرآن مجید کی اصح تفاسیر کے مطابق ہے۔ اس کا مطالعہ کریں۔ الحمدللہ محب گرامی حضرت سید صاحب نے پورے چالیس سال تک درس تفسیر قرآن پیش فرمایا، اس طویل عرصہ میں جنھوں نے سنا حق سنا کیونکہ حق بیانی ان کا وطیرہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ مسلک حق اہل سنت وجماعت کی سچی ترجمان مساجد میں سے اُن کی مسجد عبدالسلام مسجد بھی ہے کہ مسجد خود ترجمان نہیں بن جاتی بلکہ وہاں کی شخصیت کی وجہ سے اس کی شہرت ہوتی ہے اور یہ سب کچھ میرے اور اُن کے پیرومرشد سرکار مفتی اعظم ہند کی دعاؤں کا نتیجہ ہے اور بچپن ہی سے ان کے ساتھ بزرگوں اور اللہ کے نیک بندوں کی دعائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات قبول فرمائے۔ اخیر میں محمود العلماء نے مولانا سید عنایت رسول صاحب کے تصنیف کردہ رسالہ ''حیات رضا سیرت رسول کی آئینہ دار'' کی افادیت بیان فرما کر اُس کا رسم اجراء فرمایا اور پہلی کتاب حضرت سید معین میاں صاحب کو پیش فرمایا۔

اس کے بعد مولانا سید عبدالجلیل رضوی نے سورۂ الناس کی آخر دو آیات کی نہایت شاندار تفسیر بیان فرما کر چالیس سال کے طویل عرصہ سے جاری درسِ تفسیر میں قرآن پاک کو مکمل فرمایا پھر نہایت بسیط وجامع دعا فرمائی اور شجرۂ عالیہ قادریہ پڑھا جس پر تمام حاضرین وسامعین نے رب ذوالجلال والاکرام کی بارگاہ میں آمین کی ندائیں بلند کیں۔ شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت مولانا عسجد رضا قادری بریلوی صاحب کی جانب سے بھیجا گیا تہنیت نامہ مولانا سید ہاشمی میاں صاحب پھول گلی والے نے پڑھ کر سنایا۔ ساتھ ہی ''مفتی اعظم ایوارڈ''، محمود العلماء اور فرمان میاں (دامادِ عسجد میاں) کے ہاتھوں حضرت سید محترم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ سنی جمیعۃ العلماء+ رضا اکیڈمی کی جانب سے بدستِ مبارک صدر سنی جمیعۃ العلماء حضرت سید معین میاں صاحب قبلہ وبانی رضا اکیڈمی الحاج محمد سعید نوری صاحب کے ہاتھوں نہایت خوبصورت فریم میں ''چاندی کے چالیس سکے'' حضرت سید محترم کی بارگاہ میں پیش کیے گئے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کی جانب سے بھی ہدیہ اور نذر پیش کیا گیا۔

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف سے تاج المشائخ حضرت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی وحضرت سید نجیب حیدر قادری برکاتی قبلہ صاحبان کی جانب سے بھیجا گیا تبریک وتحسین نامہ شہزادۂ گرامی مفتی سید عطائے رسول صاحب نے سامعین کو پڑھ کر سنایا پھر یہ تبریک وتحسین نامہ مع اکیاون ہزار روپے مولانا سید ہاشمی میاں پھول گلی والے اور مفتی مقصود اختر صاحب کے ہاتھوں سید محترم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ بعدہ برادرِ سید محترم مفتی سید یاور رضوی صاحب امریکہ کی جانب سے بھیجا گیا تہنیت نامہ مولانا سید عنایت رسول صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ عبدالسلام مسجد ٹرسٹ کی جانب سے بھی سید محترم کی بارگاہ میں ھدیہ اور نذر پیش کیا گیا۔ انجمن برکات رضا کی جانب سے شہزادگان سراج ملت مولانا سید ہاشمی میاں ومولانا سبحانی میاں صاحبان نے ''تاج الشریعہ ایوارڈ'' سید محترم کی بارگاہ میں پیش کیا۔ دارالعلوم حنفیہ رضویہ کی جانب سے بھی حافظ وقاری عبدالقادر صاحب نے ھدیہ پیش کیا۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی میاں کی بزم جیلانی مشن کی جانب سے بھی جناب محمد مصطفی وجناب حمزہ صاحبان نے ہدیہ پیش کیا پھر محفل ذکر رسول کی جانب سے حضرت سید محبوب باپو نے ہدیہ پیش کیا۔ مصلیان عبدالسلام مسجد وشاگردگانِ سید محترم کی جانب سے جناب حاجی جنید وحاجی اویس ہیرا صاحبان نے ایک لاکھ گیارہ ہزار روپے کا ہدیہ پیش کیا۔ حضرت مولانا عبدالقادر کھتری علیہ الرحمہ جن کے حکم پر سید محترم نے درسِ تفسیر قرآن شروع فرمایا تھا، ان کے شہزادے جناب محمد قاسم کھتری صاحب کی بارگاہ میں اعزازی انعام پیش کیا گیا۔ مدرسہ گلشن مصطفیٰ کرناٹک کی جانب سے بھی تہنیت نامہ وھدیہ پیش کیا گیا، ان کے دونوں شہزادگان کو رضوی امجدی دارالافتاء کے سالانہ جلسہ دستارِ افتاء کے موقع پر حضرت عسجد میاں قادری بریلوی کی اجازت وخلافت حاصل ہونے پر تہنیت نامہ پیش کیا گیا۔ حضرت معین میاں نے سید محترم کی گل پوشی فرمائی اور سید محترم نے حضرت معین میاں کی گل پوشی فرمائی۔ عاشق تاج الشریعہ جناب سید عبدالصمد صاحب نے بارگاہ رسالت میں صلاۃ وسلام پیش کیا، معین المشائخ حضرت سید معین میاں کی دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔ عوام اہل سنت کو ایمان پر خاتمہ کی دعا کا طغریٰ بطورِ تحفہ تقسیم کیا گیا۔ رضا اکیڈمی ممبئی

ہندوستان میں شافعیت

بھارت میں شافعی مذہب، اہل سنت کا دوسرا سب سے بڑا فقہی مذہب ہے۔ بھارت کے اکثر شوافع سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہیں۔ یہ لوگ ابتدا ہی سے ہند کے ساحلی علاقوں میں آباد ہیں اور اب بھی ان کی اکثریت انہی علاقوں (کیرالا، گجرات، تمل ناڈو، کرناٹک، گوا، انڈمان، کوکن، ممبئی، حیدرآباد وغیرہ) میں رہتی ہے لیکن کیرالا کو اُن کے یہاں وہی مرکزی حیثیت حاصل ہے جو بھارت کے احناف کے یہاں اتر پردیش کو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسی علاقے میں ان کے اکابر علما پیدا ہوئے اور یہیں پر اُن کے بڑے بڑے مدارس و جامعات قائم ہیں۔ مثلاً جامعہ مرکز الثقافۃ السنیہ کالی کٹ، دار الہدیٰ اسلامک یونیورسٹی اور جامعہ سعدیہ کاسرکوڈ وغیرہ۔ کیرالا کے علاوہ دیگر صوبوں میں بھی ان کے مدارس و جامعات موجود ہیں۔ متاخرین شوافع علما کا مشہور و معروف مخدومی خاندان بھی کیرالا ہی میں ہے۔

فتح المعین کے مصنف مخدوم شیخ زین الدین مخدوم ثانی علیہ الرحمہ (تلمیذ امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی علیہ الرحمہ) اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جس طرح ہند کے متاخرین علمائے احناف میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی شخصیت انتہائی معتبر تسلیم کی جاتی ہے۔ اسی طرح کیرالا کے متاخرین علمائے شوافع میں شیخ زین الدین مخدوم ثانی کی شخصیت انتہائی معتبر مانی جاتی ہے۔ (۱) کیرالا کے علاوہ گجرات میں موجود ایک قدیم خانقاہ، خانقاہ رفاعیہ بڑودہ کے علما و مشائخ بھی شافعی المذہب ہیں۔ ہند کے اولین مفسرین میں سے ایک شیخ علی مہائمی علیہ الرحمہ (صاحب تبصیر الرحمن) کا فقہی مذہب بھی شافعی تھا۔ خطۂ کشمیر میں اسلام پھیلانے والے عظیم مبلغ، مصنف کتب کثیرہ، میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ بھی امام شافعی علیہ الرحمہ کے مقلد تھے۔

شافعی نکتہ نظر کی ترجمان اور فارسی زبان میں لکھی گئی تفسیر ''مواہب الرحمن'' کے مصنف، تحفہ اثنا عشریہ کے مترجم، مولانا غلام محمد اسلمی مدراسی علیہ الرحمہ بھی شافعی تھے۔ (۲) امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے ممتاز شاگرد اور خلیفہ، فقہ اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) میں فتاویٰ دینے والے ماہر ہندی مفتی، مولانا شہاب الدین احمد کویا شالیاتی علیہ الرحمہ (صاحب الفتاویٰ الازہریہ) (۳) مصنف بہارِ شریعت مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے جید شاگرد اور جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد کو ترقی دینے والے مولانا معین الدین شافعی علیہ الرحمہ، خانقاہ رفاعیہ بڑودہ کے شیخ طریقت، عظیم مفتی اور فقیہ، سید ابو الحسن شاہ جہاں المعروف بہ نور الدین سیف اللہ رفاعی علیہ الرحمہ بھی شافعی المذہب تھے۔ سید رفاعی علیہ الرحمہ کی امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے ایک فتوے پر دست خط بھی ہے۔ (۴)

جامعہ سعدیہ کیرالا کے بانی شیخ ایم۔ اے عبد القادر مسلیار شافعی علیہ الرحمہ، شمالی ہند کے اہل سنت کو جنوبی ہند کے اہل سنت سے متعارف کرانے والے اور حدائق بخشش کا ملیالم زبان میں ترجمہ کرنے والے مولانا شاہ الحمید الشافعی علیہ الرحمہ (تلمیذ مولانا تحسین رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ) اور ہند کے شوافع کے تاج الشریعہ، شیخ علی علیہ الرحمہ وغیرہ ہندوستان کے ممتاز شوافع علما تھے۔

اب تو ہندوستان میں بے شمار شوافع علما موجود ہیں جن میں شیخ ابوبکر احمد باقوی ملیباری حفظہ اللہ (بانی جامعہ مرکز الثقافۃ السنیہ کالی کٹ) چوٹی کے شافعی عالم دین ہیں۔ سمستھا کیرالا سنی جمیعۃ العلماء کے نام سے کیرالا میں شوافع کے پاس ایک مضبوط پلیٹ فارم بھی ہے۔

مآخذ و مراجع:

(۱) ریاست کیرلا کے مشاہیر فقہا۔ (۲) پاک و ہند کے مفسرین اہلسنت اور ان کی تفسیریں/ص:۴۹۔۵۰

(۳) بقول مولانا ظفر الاسلام مصباحی ادروی سابق استاذ فقہ حنفی جامعہ مرکز الثقافۃ السنیہ کالی کٹ

(۴) مختصر تذکرہ حضرت مفتی سید ابو الحسن شاہ جہاں المعروف نور الدین سیف اللہ رفاعی شافعی رحمۃ اللہ علیہ